۳۰۴۵
۲۱۴۴
تازیانۂ عبرت

الا ان حزب اللہ ہم الغالبون

ردِ مرزائیت میں زبردست و لاجواب کتاب

موسوم بہ

تازیانۂ عبرت

معروف بہ

متنبی قادیان قانونی شکنجہ میں

یعنی

روئداد فوجداری مقدمات گورداسپور

جس میں میرزائے قادیان دو سال تک سرگرداں رہ کر سات سو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید کے سزایاب ہوئے۔ پھر اپیل میں ایک نے جال (بزعم مرزا) انگریز وکیل کی امداد سے بمشکل رہائی حاصل کی۔

مرتبہ

شیر اسلام ابو الفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر

رئیس بھیں ضلع جہلم

مطبوعہ کرمسلم پرنٹنگ پریس لاہور

تعداد جلد ایکہزار | بار دوم | قیمت ۸/

نذرِ مختصر

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو خلوصِ قلب سے بندگانِ عالی حضرت قبلہ خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہ سجادہ نشین گولڑہ شریف کے اسمِ گرامی سے معنون کرتا ہوں۔ ماشاءاللہ آپ اوجِ فضل و کمال کے نیّرِ تاباں اور سپہرِ علم و عرفان کے مہرِ درخشاں ہیں۔ اسلام و اسلامیان کو آپ کی ذاتِ والا پر فخر و ناز ہے۔ آپ ہی وہ مقدس ہستی ہیں۔ جنکو شرفِ حسب و نسب کے علاوہ جملہ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں کمال حاصل ہے۔ خلقِ خدا آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہو رہی ہے۔ اور عقیدتمندانِ دربار آپ کے سایۂ عاطفت میں دینی و دنیوی برکات سے مالامال ہو رہے ہیں۔ اس کتاب کو آپ کے نامِ نامی سے معنون کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ جن مقدمات کا کتاب ہذا میں تذکرہ ہے۔ اُن میں خاکسار کو کامیابی اور مخالف فریق کو شرمناک شکست خدا کے فضل اور آپ ہی کی دعاء و برکت کا نتیجہ ہے۔ آپ ہی نے لاہور شاہی مسجد میں رونق افروز ہو کر حق کا جھنڈا بلند کیا۔ اور دعویدار نبوت و رسالت مرزائے قادیان کو میدان میں مقابلہ کیلئے للکارا۔ لیکن آپ کے علمی تبحر اور مسلم الثبوت کمالات سے وہشت زدہ ہو کر کادیانی کو سوائے قادیان کی چار دیواری میں مختفی ہونے کے چارہ نظر نہ آیا۔ اُسی روز سے مرزائیت کا طلسم ٹوٹ کر دجالی فتنہ کا استیصال ہو چکا تھا۔ قادیانی کارہا سہا پردہ مقدمہ بازی میں فاش ہو کر اُسکے دجل و فریب کا پول کھل گیا۔ اور اُسکے مکر و تلبیس کا خاتمہ ہو گیا۔

ایزد متعال ہمارے غوثِ وقت قطبِ زمان حضرت پیر صاحب کا ظلِ ہمایوں دیر تک متوسلین دربار کے سروں پر قائم و دائم رکھے ؎ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

اخیر میں خاکسار اپنی یہ نذرِ مختصر باُمیدِ قبولیت بارگاہِ عالی میں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے۔

؎ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف ؂

خاکسار

مصنّف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باعث اشاعت کتاب

آج سے قریباً اٹھائیس سال پہلے چند فوجداری مقدمات میرے اور مرزائیوں کے مابین جہلم و گورداسپور میں ہو گذرے ہیں ان میں سے ایک مقدمہ خاکسار کی جانب سے جناب مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ مرزائیت کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا تھا۔ اس مقدمہ میں مرزاجی قریباً دو سال تک سرگردان رہے اور ہر قسم کی تکالیف کا نشانہ بنے رہے۔ آخر عدالت سے سزایاب ہو گئے اور اپیل میں بڑے مصارف کے بعد ایک انگریز وکیل کی خدمات حاصل کر کے بمشکل سزا سے رہائی حاصل ہوئی۔ ان مقدمات کی رُوئداد اکثر اخبارات بالخصوص سراج الاخبار جہلم میں شائع ہوتی رہی تھی۔ پھر احباب کے اصرار پر علیحدہ کتابی صورت میں بھی چھاپی گئی جو اسی وقت ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ چونکہ نتائج مقدمہ مرزاجی اور ان کی جماعت کے حسب مراد نہ تھے اس لئے مرزائیوں نے مقدمات کی کوئی رُوئداد شائع نہ کی۔ لیکن بعد میں مرزا صاحب نے حسب عادت خود اپنی تصانیف نزول المسیح اور حقیقۃ الوحی میں ان مقدمات کو بھی اپنی پیشگوئیوں اور نشانات کی فہرست میں داخل کیا۔ اُن کے حواری مولوی محمد علی ایم اے اور مرزا محمود نے بھی اپنی بعض کتابوں میں ان مقدمات کا تذکرہ اسی پیرایہ میں کیا۔ چونکہ جناب مرزا صاحب تھوڑے عرصہ کے بعد رہگرائے عالم جاودانی ہو گئے تھے اس لئے ہم نے اس بارہ میں سکوت اختیار کیا لیکن بعض احباب نے جب مرزائیوں کی وہ لن ترانیاں سُنیں اُنہوں نے اصرار کیا کہ رُوئداد مقدمات دوبارہ شائع کی جا کر پبلک کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے کہ مقدمات کے نتائج دعواقب مرزا اور انکی جماعت کے حق میں باعث کامیابی نہیں بلکہ انتہائی ذلت کا باعث تھے اگر صحیح کیفیت دوبارہ نہ شائع کیجاوے تو بہت سے ناواقف اشخاص کو بہت کچھ مغالطہ ہوگا۔ اس امر کا مشورہ دینے والوں سے میرے مخلص دوست مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب بالوی صاحب تو عرصہ سے مصر ہو رہے تھے ایکدفعہ انجمن شباب المسلمین بٹالہ میں جناب مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب (دیوبندی) سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی بڑی سخت تاکید فرمائی کہ رُوئداد ضرور شائع ہونی چاہیئے۔ اسلئے اب یہ رُوئداد مگر بہت سی ترمیم اور ازدیادی مضامین کیساتھ شائع کی جاتی ہے غالباً کتاب کا مطالعہ ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ کوئی طالب حق مرزائی اسکو پڑھکر راہ راست پر آجائے۔ واللہ ھو الھادی

خاکسار مصنف

متنبی قادیان فاترالعقلی عجیب — گورداسپور کے فوجداری مقدمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

متنبی قادیان یعنی میرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ ملک پنجاب قریہ قادیان میں مغلوں کے گھر پیدا ہوئے اردو فارسی کے علاوہ کسیقدر علوم عربیہ کی تعلیم بھی حاصل کی علم طب میں بھی کچھ دخل تھا پہلے آپ سیالکوٹ میں ایک ادنیٰ ملازمت (محرر جرمانہ) کی اسامی پر نوکر تھے پھر آپکو قانون پڑھکر وکیل بننے کی ہوس ہوئی تقانونی کتب کی رٹ لگا کر امتحان مختاری میں شامل ہوئے جس میں کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر بہت کچھ سوچ بچار کے بعد یہ بات سوجھی کہ بحث ومباحثہ کا سلسلہ چھیڑ کر پہلے شہرت حاصل کی جائے۔ ازیں بعد ملہمیت مجددیت وغیرہ دعاوی کی اشاعت کرکے کچھ لوگ اپنے معتقد بنا لئے جائیں اور عوام کو دام تزویر میں پھنسا کر خوب لوٹا جائے۔ زمانہ آزادی کا تھا۔ شہرت وناموری حاصل کرنے کیلئے پریس قوی ذریعہ موجود تھا۔ بحث ومباحثہ کی طرح ڈال کر آریاؤں عیسائیوں سے چھیڑ خانی شروع کرکے اشتہار بازی کی گئی۔ جب پبلک کی ادھر کسیقدر توجہ ہوئی تو ایک لمبا چوڑا اشتہار دیا گیا کہ حقانیت اسلام کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی گئی ہے (براہین احمدیہ) جو تین سو جزو کی ہے اور اس میں تین سو زبردست دلائل صداقت اسلام کے لکھے گئے ہیں۔ اس کی قیمت فی جلد پچیس روپیہ مشتہر کی گئی۔ لوگ اشتہار دیکھکر فریفتہ ہو گئے۔ اور ادھر ادھر روپے آنے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ تھوڑے دنوں میں دس ہزار روپیہ مرزا جی کے پاس جمع ہو گیا۔ کتاب بمشکل پینتیس[۳۵] جزو کی لکھی جا سکی۔ لیکن دلائل کا نمبر ایک سے بڑھ نہ سکا۔ اور یہ ۳۵ جزو بھی اسطرح پورے ہوئے کہ صفحہ پر جلی قلم سے چند سطور لکھ کر صفحہ پورا کر دیا گیا خریدار اس انتظار میں رہے کہ ضرور تین سو جزو کتاب میں تین سو زبردست دلائل حقانیت اسلام وافضلیت قرآن کریم کا مطالعہ کرینگے اور مرزا جی لطائف الحیل سے وعدہ وعید بھی کرتے رہے۔ چنانچہ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی کے صہ ۳۲۲ میں لکھا کہ ۲۳ واں سال ختم نہ ہوگا کہ ۳ سو نشان لکھ دیئے جائیں گے لیکن یہ سب کچھ دروغبافی اور طفل تسلی تھی۔ نہ کتاب کے تین سو جزو پورے ہوئے۔ نہ تین سو دلائل لکھے جا سکے۔ آخر دلائل کی جگہ اُن نشانات نے لے لی جو حقیقۃ الوحی میں لکھے گئے ہیں کہ فلاں روز ہمیں اتنے روپے وصول ہو گئے۔ فلاں روز ہماری طبیعت علیل ہو گئی۔ فلاں دن لڑکے کا پاؤں پھسل گیا۔ فلاں فلاں لڑکا حرم سرا میں پیدا ہو گیا۔ فلاں مقدمہ میں ہمیں جیت ہو گئی۔ وغیرہ ذلک من الخرافات۔ ان نشانات پر ہم کسیقدر روشنی ڈالیں گے۔ لیکن ان نشانات کا نمبر بھی ۲۰۵ تک پہونچکر ختم ہو گیا چنانچہ آخری یہی نمبر تتمہ حقیقۃ الوحی میں درج ہو کر خاتمہ ہو گیا ہے۔

مناسب تو یہ تھا کہ مرزا جی کی اس صریح دہوکہ بازی اور ابلہ فریبی کو دیکھ کر مسلمان ہوشیار ہو جاتے اور سمجھ لیتے

کہ یہ سب دکانداری ہے اور روپیہ ٹکہ بٹورنے کا سامان ہے اور بس لیکن دنیا میں بہت سے عقل کے اندھے ایسے بھی موجود ہیں کہ اپنی خوش اعتقادی سے ایسے ٹھگ بازوں کی دکان کی گرم بازاری کا باعث بنتے ہیں چنانچہ کئی ایک شخص آپ کے حلقۂ مریدی میں داخل ہو گئے۔ مرزاجی کا اس سے حوصلہ بلند ہو گیا وہ طرح طرح کے دعاوی کرنے لگے۔ پہلے صرف ملہمیّت اور مجددیّت کا دعویٰ کیا پھر ظلی و بروزی نبی کے بھیس میں جلوہ گر ہوئے۔ بالآخر کامل و مکمل نبی و رسول ہونیکا دعویٰ فرمایا۔ بلکہ الوہیت کا جامہ پہن کر نیا آسمان اور نئی زمین کی خالقیت کا بھی دم بھرنے لگے۔ اور ابن اللہ بلکہ معاذ اللہ ابو اللہ ہونیکے بھی الہام تراشنے لگے۔ (انکی تفصیل آگے آئیگی)

مرزاجی کا جہاد

اگرچہ مرزاجی (عصمت بی بی از بیچادری) جہاد بالسیف کی قدرت نہ رکھنے کے باعث انگریزوں کو خوش کرنیکے لئے حرمت جہاد کا فتوےٰ[1] دیکر یوں گہر افشانی کرنے لگے۔ ؎ اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال + دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال۔ لیکن آپ کے جہاد باللسان والقلم کی زد سے ہندو، مسلمان، عیسائی وغیرہ کوئی قوم بھی نہ بچ سکی۔ بلکہ سچ پوچھو تو انبیاء کرام بالخصوص نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اطہار تک بھی آپ کی بدگوئی کا نشانہ بنے۔

توہین انبیاء

سب سے اول آپ کی دشنام طرازی کا تختۂ مشق حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام بنے۔ جن کے آپ جانشین اور مثیل بھی بنتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں (۱) آپکا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپکی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپکا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (حاشیہ صـــ ضمیمہ انجام آتھم۔ (۲) آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے تھی کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجری کو یہ موقع نہیں دیسکتا کہ وہ اسکے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اسکے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ (حاشیہ صـــ ضمیمہ انجام آتھم

یہ تو حضرت عیسیٰ کی ذات کی توہین ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ فرما کر ان کی توصیف کی ہے پھر انکے معجزات کی تحقیر کی جن کی شہادت صریح طور پر قرآن میں پائی جاتی ہے

[1] والد ماجد (مرزا) نے تو حرمت جہاد کا فتویٰ دیدیا لیکن فرزند ارجمند (مرزا محمود) نے ایک پوری کمپنی جنگ عظیم کے موقع پر بھرتی کر دی تاکہ وہ مسلمانوں ترکوں سے جنگ کریں۔ نیز جبرو زبغداد نصاریٰ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ مرزائیوں نے چراغاں کیا ۱۲

چنانچہ صاحب ضمیمہ انجام آتھم صفحہ پر رقمطراز ہیں "ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شبکور کو اچھا کیا ہو یا کسی اور بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بد قسمتی سے اس زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہ تھا"

ایسا ہی ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳ حاشیہ میں لکھا ہے۔ "جو لوگ فرعون کے وقت مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے وقت عام طور پر یہودیوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے۔ سو تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق (یعنی سحر اور جادوگری) پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسا پرندہ پرواز کرتا ہے"

دوسری جگہ حاشیہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۸ میں ارشاد ہوتا ہے "اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا"

اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۳ پر درج ہے۔ "مسیح اپنے باپ یوسف[1] کیساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے داؤد و سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں حال کے زمانہ میں بھی اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں ہلتی بھی ہیں دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعے سے پرواز بھی کرتی ہیں بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔

جائے غور ہے کہ اللہ تعالیٰ تو حضرت مسیح کے معجزات کو ان کی فضیلت اور کمال نبوت کا نشان قرار دیکر یوں بیان فرمائے۔ انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم انی اخلق من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین۔ ترجمہ: بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزات لیکر آیا ہوں کہ میں مٹی سے پرندے کی سی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں پس وہ خدا کے حکم سے پرندہ ہو جاتی ہے؛

[1] حالانکہ مسیح کا بے پدر پیدا ہونا مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے۔ اور قرآن کی نص صریح اس کی شاہد ہے۔ مولوی نے بھی متعدد جگہ اسکو تسلیم کیا ہے

اور میں بحکم خدا مادر زاد اندھے کو بینا کرتا اور مُردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں بتا دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں ذخیرہ بنا رکھتے ہو۔ بیشک اس میں تمہارے لئے بڑا معجزہ ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو"۔ لیکن مثیل مسیح چونکہ اصل مسیح کی طرح ایسے معجزات و کرامات دکھانے سے قاصر تھے اس لئے کمال جسارت سے حضرت مسیح کے ان کھُلے معجزات کو جنکی تصدیق قرآن کریم کے کھُلے لفظوں میں ہے صاف جھٹلاتے اور ان کو صرف کھیل تماشہ اور شعبدہ بازی اور سراسر مکر و فریب سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں ایسی باتوں کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھوں تو مسیح سے بڑھکر ایسے معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ کیا یہ قرآن پاک کی صاف تکذیب نہیں ہے۔ پھر مرزا صاحب کے ان اقوال اور قول کفار میں کیا امتیاز ہے جو معجزات انبیاء کو دیکھ کر کہدیا کرتے تھے۔ کہ یہ تو سحر اور مکر و فریب ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ فقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین (یعنی جب کفار نے یہ معجزات دیکھے تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ ایک اولوالعزم نبی اللہ کی یوں توہین اور اس کے معجزات اور نشانات کی اسقدر تحقیر اور آیات قرآن کی ایسی تکذیب کرنیوالا شخص مسلمان بھی رہ سکتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ ملہم مجدد۔ نبی۔ رسول اور کیا کیا ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خیر مسیح سے تو رقابت تھی ان پر جسقدر برستے اس کی ایک وجہ ہو سکتی تھی لیکن آپ نے تو باقی تمام انبیاء بالخصوص نبی آخر الزمان کی تنقیص شان میں بھی کچھ کسر باقی نہیں چھوڑی۔ چنانچہ الہامات ذیل پر غور کیجیے۔

(۱) وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (ہم نے تجھے (مرزا کو) رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۸۲)

(۲) لولاک لما خلقت الافلاک (اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ (حقیقۃ الوحی ص۹۹)

(۳) سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً (پاک ہے خدا جس نے اپنے بندے (مرزا) کو رات کی سیر (معراج) کرائی (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۸۱

(۴) آثرک اللہ علیٰ کل شیء (خدا نے تجھے ہر ایک چیز پر فضیلت دی ہے (حقیقۃ الوحی ص۸۹)

(۵) آسمان سے کئی تخت اُترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا ہے۔ حقیقۃ الوحی ص۸۹

(۶) لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمران المشرقان اتنکر (رسول پاک کے لئے خسوف قمر ہوا تو کیا میرے لئے خسوف قمر و شمس ہُوا۔ کیا تو انکار کر سکتا ہے۔ اعجاز احمدیہ ص۷۱

(۷) مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد بشارت دینے والا رسول (مرزا) کی جو بعد میں آئیگا۔ اور اس کا اسم احمد ہوگا۔ ازالہ ص۶۷۵

(۸) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول (مرزا) کو ہدایت کیساتھ بھیجا۔ ازالہ ص۶۷۳

(۹) میرے نشان تین لاکھ ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص۶۷) تحفہ گولڑوی میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ سے تین ہزار معجزے ظاہر ہوئے۔

(۱۰) آنحضرت پر دجّال کی حقیقت نہ کھلی۔ ازالہ اوہام ص۶۵

(۱۱) سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے۔ اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں آیا ہوں۔ اب اسمہٗ احمد کا نمونہ ظاہر کرنیکا وقت ہے اس لئے خدا نے جلالی رنگ کو منسوخ کر کے اسمہٗ احمد کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا۔

غور کیجئے نمبر اول میں مرزا جی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب رحمۃؐ للعالمین کے جو آپ سے مختص ہے کے غاصب بنتے ہیں۔ نمبر ۲ میں آپ باعث تکوین عالم بنتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا نہ ہوتے تو حضور صلعم بھی نہ ہوتے (معاذ اللہ) نمبر ۳ میں معراج کے رتبہ اعلیٰ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص تھا شریک بنتے ہیں۔ نمبر ۴ میں تمام چیزوں سے برتری کا دعویٰ ہے حتّٰی کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی۔ نمبر ۵ میں یہ ادعا ہے کہ مرزا کا تخت (رتبہ) سب سے بلند ہے حتّٰی کہ رسالتمآب سے بھی (استغفر اللہ) نمبر ۶ میں یہ ڈینگ ہے کہ حضورؐ کے لئے صرف خسوف قمر ہوا تو کیا میرے لئے شمس و قمر دونوں کا خسوف ہُوا۔ نمبر ۷ میں یہ ادعا ہے کہ آیت اسمہٗ احمد میں آنحضرت صلعم کی نہیں بلکہ میری بشارت ہے۔ نمبر ۸ میں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ ہدایت خلق کے لئے مرزا رسول مبعوث ہُوا ہے۔ نمبر ۹ کا یہ مدعا ہے کہ آنحضرت صلعم کے صرف چند سو چند ہزار نشان تھے لیکن مرزا کے تین لاکھ نشان ہیں۔ ان نشانات کا کچھ پتہ؟ جواب صفر نمبر ۱۰ میں تصریح ہے کہ مرزا پر ایسے حقائق کھُلے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں کھُل سکے۔ (معاذ اللہ) نمبر ۱۱ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و شریعت کی منسوخی کی تصریح ہے کہ آپ کی کرنیں سورج کی کرنوں کی طرح اذیت دینے والی (جلانیوالی) ہیں لیکن مرزا کی شعاعیں چاند کی کرنوں کی طرح ٹھنڈک پہنچانیوالی ہیں اور مرزا ہی اسمہٗ احمد کا مصداق جمالی رنگ میں ہو کر دنیا میں جلوہ گر ہُوا ہے۔

دیکھئے ان خرافات میں کسقدر توہین رسول پاک اور مرزا کی انانیت کی بانگ دی گئی ہے۔ کیا رسول خدا سے فضیلت و برتری کا مدعی آپ کی شان ارفع کی تنقیص کرنیوالا شخص بھی مسلمانوں میں شمار ہو سکتا ہے اگر در خانہ کس است ہمیں حرف بس است ؎

آلِ رسول کی تذلیل

جب مرزا جی رسول پاک کی ہتک شان سے نہیں ٹلے تو آل رسول کی اُنکے دل میں کیا عزت ہو سکتی تھی

صاف کہنے لگے کہ ایک تم میں سے (یعنی مرزا) جو علیؓ سے افضل ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں سے کربلائیست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم۔ دیکھئے حضرت امام حسینؓ کی کیسی تحقیر کی گئی ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں اور لیجئے۔

حضرت امام حسینؓ نے معرکۂ کربلا میں اپنے مبارز کے سامنے یہ معنی خیز رجز پڑھی تھی:

انا ابن علی الخیر من آل ہاشم کفانی بہذا مفخراً حین افخر

میں علی سردار بنی ہاشم کا فرزند ہوں یہ فخر میرے لئے کافی ہے جب میں فخر کروں

وجدی رسول اکرم ممن مشٰی × ونحن سراج اللہ فی الناس یظہر۔ میرے جد پاک رسول اکرم تمام کائنات کے سردار ہیں۔ اور ہم لوگوں کے لئے خدا کی طرف سے چراغ ہدایت ہیں۔

وفاطمۃ امی سلالۃ احمد × وعمی یدعی ذا الجناحین جعفر۔ میری والدہ فاطمہ جگر گوشہ رسول ہیں۔ اور میرے چچا جعفر طیار ہیں۔

چونکہ آپ کا یہ بیان مبنی بر حقیقت تھا اسلئے مخالفین (یزیدیوں) کو اسکا کوئی جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی لیکن افسوس کہ چودہویں صدی کے یزیدی صفت متنبی قادیان (مرزا) نے اس کمی کو پورا کیا اسی بحر و قافیہ میں اسکا معاوضہ یوں کیا گیا ہے

وانی قتیل الحب لکن حسینکم۔ قتیل العدی والفرق اجلی واظہر۔ میں محبت کا قتیل ہوں لیکن تمہارا حسین قتیل اعدا تھا۔ یہ فرق ظاہر ہے۔

فواللہ لیست فیہ منی زیادۃ × وعندی شہادات من اللہ فانظروا۔ بخدا حسین کو مجھ سے کوئی فضیلت نہیں میرے پاس اس کے متعلق الٰہی شہادات ہیں سوچو تو سہی۔

وشتان ما بینی وبین حسینکم × فانی اؤید کل آن وانصر۔ مجھ میں اور تمہارے حسین میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ مجھے ہر آن تائید الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ واما حسین فاذکروا دشت کربلا × الی ہذہ الایام تبکون فانظروا۔ لیکن حسین تم دشت کربلا کو یاد کر لو۔ آج دن تک تم رو رہے ہو۔ معاذ اللہ ایسی گستاخی۔ حضور علیہ السلام نے حسین کو سید شباب اہل الجنۃ فرما کر تعریف کی ہے لیکن مرزا ہے کہ مسلمان کہلا کر آل رسول کی یوں ہتک شان کر رہا ہے۔ حسینکم (تمہارا حسین) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حسین مسلمانوں کا ہے۔ مرزا کو اس سے کچھ لگاؤ نہیں۔ سچ کہا کفار کو مومنوں سے کیا تعلق۔ رسول پاک اور آل اطہار تو کیا مرزا جی نے تو خدائے قدوس کی ہتک و توہین سے بھی دریغ نہیں کیا۔

توہین خدا

الہامات ذیل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی خدا کے شریک ہی نہیں بلکہ خدا سے اعلیٰ و افضل بننے کے

تدعی ہیں (۱) یا شمس یا قمر انت منی و انا منک (حقیقۃ الوحی ص۷۴) اے سورج اے چاند تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں

(۲) انت منی بمنزلۃ ولدی (تو میرے فرزند کی بجا ہے) حقیقۃ الوحی ص۸۶

(۳) الارض والسماء معک کما ھو معی حقیقۃ الوحی ص۸۱ زمین و آسمان تیرے (مرزا کے) ایسے ہی تابع ہیں جیسے میرے (خدا) کے تابع ہیں۔

(۴) انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون (تیرا شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کو کہدے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ حقیقۃ الوحی ص۱۰۵

(۵) یتم اسمک ولا یتم اسمی (تیرا (مرزا کا) نام کامل ہو گا اور میرا (خدا کا) نام ناتمام ناقص رہیگا۔

(۶) ربنا العاج (ہمارا خدا ہاتھی یا گوہر کا ہے) براہین احمدیہ ص۵۵۵

(۷) بایعنی ربی خدا نے مرزا سے بیعت کی ہے۔ (دافع البلاء ص۶۰

(۸) انی مع الرسول اجیب اخطی و اصیب حقیقۃ الوحی ص۱۰۳ میں (خدا) رسول (مرزا) کے ساتھ ہو کر جواب دیتا ہوں خطا بھی کرتا ہوں اور صواب بھی۔

(۹) یحمدک اللہ ویمشی الیک حقیقۃ الوحی ص۸۹ خدا تیری حمد کرتا ہے اور تیری طرف چل کر آتا ہے۔

(۱۰) انت من ماءنا وھم من فشل اربعین ۳ ص۳۴ تو (مرزا) میرے پانی سے ہے اور دوسرے خشکی سے۔

(۱۱) خدا تعالیٰ اپنی تجلی کے ساتھ انسان پر سوار ہوا۔ جیسے اونٹنی پر سوار ہوتا ہے۔ (توضیح المرام ص۸۵

(۱۲) اس وجود اعظم (خدا کے) ہاتھ پیر ہیں عرض و طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس کی تاریں ہیں (توضیح المرام ص۸۵

(۱۳) میں فنا کرنے والا اور پرورش کرنیوالا ردر گوپال (کرشن) ہوں، حقیقۃ الوحی ص۸۵

(۱۴) میں نے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔ اور یقین کیا کہ وہی ہوں اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں تو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشائے حق کے مطابق اسکی ترتیب اور تفریق کی اور میں دیکھتا ہوں کہ میں اس کی خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا آؤ اب انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔ (کتاب البریہ ص۷۸ و ص۷۹

(۱۵) انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء (حقیقۃ الوحی ص۹۵

(۱۶) میں نے اپنے ہاتھ سے کئی ایک پیشگوئیاں لکھیں اور وہ کاغذ دستخط کرنے کیلئے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کی قلم سے دستخط کئے۔ اس وقت قلم کو چھڑکا تو سرخی کے قطرے میرے کرتے

اور عبداللہ سنوری کی ٹوپی پر بھی گرے جو اس وقت میرے پاؤں دبا رہا تھا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۵۵)

(۱۷) قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ حقیقۃ الوحی ص ۸۴

الہامات بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزاجی کلمات شرک میں فرعون مصر سے بھی نمبر لے گئے۔ بلکہ آج تک ایسے کلمات کفر کسی انسان کے منہ سے نہ نکلے ہوں گے۔

نمبر اول میں یہ تصریح ہے کہ مرزا خدا سے اور خدا مرزا سے ہے۔ یعنی دونوں کا تعلق باہم باپ بیٹے کا یا خالق و مخلوق کا ہے۔

نمبر ۲- میں یہ اقرار ہے کہ مرزا خدا کے بیٹے کی بجائے ہے یعنی خدا کا ضرور کوئی بیٹا ہے اور مرزا اس کا قائم مقام ہے۔ کیا وہی خدا جس کی تعریف لم یلد ولم یولد ہے۔ اور جس نے فرمایا تکاد السموٰت یتفطرن منہ و تنشق الارض وتخر الجبال ھدًا ان دعوا للرحمٰن ولدًا اب ان آیات کو منسوخ کرکے مرزا کو اپنا بیٹا یا بیٹے کی بجائے بنا دیتا ہے۔

نمبر ۳ میں یہ دعویٰ ہے کہ زمین و آسمان جیسے خدا کے تابع ہیں ویسے ہی بلا کم وکاست مرزا کے تابع ہیں (استغفر اللہ)۔

نمبر ۴ کا یہ مفہوم ہے کہ مرزا خدا کی صفت خالقیت میں اسکا شریک ہے خدا کی طرح یہ بھی کسی کو کہے کہ ہو جا تو پیدا ہو جاتی ہے۔

نمبر ۵ میں اپنے نام کو کامل اور خدا کے نام کو ناقص ثابت کیا گیا ہے۔ (کیا کسی کافر نے پہلے بھی ایسا کہا؟)

نمبر ۶ میں خدا کو مجسم ہاتھی دانت یا گوبر سے بنا ہوا بت قرار دیدیا۔ (خدایا تیری پناہ)

نمبر ۷ میں معاذ اللہ مرزا خود مرشد بیعت لینے والا اور خدا کو مرید بیعت کرنیوالا قرار دیتا ہے۔ (اللہ رے جرات)

نمبر ۸ میں خدا مرزا کا ساتھ دے کر خطا کار بھی بن جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

نمبر ۹ میں خدا مرزا کی تعریف کرتا ہوا اس کے پاس چل کر آتا ہے۔ (یا للعجب)

نمبر ۱۰ میں مرزا خدا کے پانی سے اور مخلوق خشکی سے۔ خود ہی خیال کیجیے اس پانی سے کیا مراد ہے ویسے تو خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ہر ایک چیز کو پانی سے بنایا ہے۔

نمبر ۱۱ میں خدائے بے مثال کو ایک جانور اونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

نمبر ۱۲ میں خدا کو ہاتھ پیر عرض و طول رکھنے والا اور بہت تاروں والا تیندوا بنا دیا گیا ہے (کیا یہ الہام حمانی ہیں یا شیطانی)

نمبر ۱۳- میں مرزا ہر چیز کے فنا کرنے والا اور پرورش کرنیوالا محی و ممیت بن جاتا ہے جو خدا تعالیٰ کی صفات مختصہ سے ہیں۔

نمبر ۱۴ - میں تو صریح خالق السموٰت والارض وما فیہما کا دعوٰی ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی کل کائنات کی تخلیق اپنے ہاتھ سے کر دینے کی لاف زنی کی گئی ہے۔ کیا مرزائی ایسا آسمان و زمین جو مرزا نے بنائے ہیں کہیں دکھا بھی سکتے ہیں

نمبر ۱۵ - میں مرزا اپنے لڑکے کو خدا بنا دیتا ہے جو آسمان سے نازل ہوا۔ تو مرزا خدا کا باپ ہوا۔ اعاذ اللہ

نمبر ۱۶ - میں تو مرزاجی نے خدا کو ایک خام نویس ٹل مکتب بنا دیا ہے۔ جو لکھتے وقت قلم جھاڑ کر اپنے اور بیگانے کپڑے خراب کر دیا کرتا ہے۔ کیا مرزائیو مرزاجی کے اس فلسفہ کی داد دوگے؟ غالباً تم لوگوں نے بھی اس کرتے اور اس ٹوپی کے درشن کئے ہونگے۔

نمبر ۱۷ - میں خدائے پاک کی مقدس کلام قرآن کریم کو مرزا نے اپنے منہ کی باتیں کہہ کر اسکی تنقیص شان کی ہے کیا کوئی ادنی عقل والا انسان بھی ایسے خرافات سن کر پھر مرزا کو نہ مسلمان بلکہ ایک عاقل انسان بھی قرار دے سکتا ہے۔ ایسی ژٹلیات تو پاگل بھی نہیں ہانکا کرتے۔ امرزائیو خدارا ہوش کرو۔

مرزاجی کا ادعائے نبوت

مرزاجی کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لئے ان کا ادعائے نبوت ہی کافی دلیل ہے۔ آنحضرت صلعم کے بڑے بڑے جلیل القدر صحابی تھے کسی نے نبوت کا دعوٰی کرنے کی جرأت نہ کی آپ کے بعد بڑے بڑے پایہ کے اولیائے کرام حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے سرخیل اولیاء کرام ہو گذرے ہیں لیکن ختم نبوت کی مُہر توڑنے کا کسی کو حوصلہ نہ ہوا لیکن چودھویں صدی کا مغل زادہ جس کے حسب نسب کا پتہ ان کا ایک محرم راز ہموطن حسب ذیل رباعی میں دیتا ہے۔ رباعی

یک قاطع نسل (مرزا غلام احمد) و یک مسیحائے زمان (مرزا کمال الدین)	یک مہتر لال بیگیان دوران (مرزا امام الدین)
افتد چو گذر بقادیانت گاہے	این خانہ تمام آفتاب است بدان

پہلے مبلغ اسلام کی حیثیت میں اٹھتا ہے۔ پھر ملہم و مجدد و محدث کا خطاب حاصل کرکے جھٹ مہدی۔ پھر مثیل مسیح پھر یک لخت اصل مسیح بن جاتا ہے۔ پھر اس سے ترقی کرکے نبی ظلی بروزی کا جامہ پہننا پھر کامل و مکمل نبی و رسول بن کر دنیا کو للکارتا ہے۔ کہ میری رسالت کا کلمہ پڑھو۔ ورنہ تم سب کافر ہو۔ کیا ادعائے نبوت کوئی معمولی دعوے ہے۔ اگر سلطنت اسلام ہوتی تو پہلے ہی روز اس مدعی رسالت کا قصہ تمام کر دیا جاتا۔ کیا مسیلمہ کذاب اسود عنسی کلمہ توحید کے قائل نہ تھے کیا سجاح نے کوئی اور جرم کیا تھا۔ کہ سب کام چھوڑ کر حضرت صدیق اکبر نے اُن سے جہاد کی ٹھانی اور سیف اللہ الجبار خالد جرار کو ان مرتدین کے استیصال کے لئے روانہ کیا صرف ان لوگوں کا جرم ادعائے نبوت تھا جسکی وجہ سے خلیفہ اول کو ان پر فوج کشی کرنی پڑی اور ان لوگوں کی طاقت مرزا سے

قادیان سے کم نہ تھی نہ ان کی جماعت مرزا کی جماعت سے کمزور تھی۔ مرزا تو اپنی امت کی تعداد بلا ثبوت لکھوکھا بیان کرتا ہے۔ اسکے متعلق کچھ آگے ذکر آئیگا لیکن مسیلمہ کذاب کے ماننے والوں کی تعداد فی الواقع لکھوکھا تھی چنانچہ کتب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت حضرت خالد سے اس کی نبرد آزمائی ہوئی اس وقت صرف مقدمۃ الجیش میں مسیلمہ کے چالیس ہزار سوار کا شمار کیا گیا تھا آخرکار ان مدعیان نبوت کا خاتمہ کیا جا کر آیندہ کے لئے ادعائے نبوت کا سد باب کر دیا گیا۔ اور آج تک کسی بطال کو دعوئے نبوت کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ چونکہ یہ زمانہ کفر و الحاد کا ہے نبی و رسول تو کیا کوئی الوہیت کا مدعی بھی ہو کوئی نہیں پوچھتا کہ تمہارے منہ میں کے دانت ہیں اسی لئے مرزاجی کو ادعائے نبوت کی جرأت ہوئی چنانچہ اسی لئے مرزاجی حکومت وقت کے ہمیشہ مدح ونثنا میں رطب اللسان رہے چنانچہ ازالہ اوہام حصہ دوم ص۵۱۰ میں قمطراز ہیں۔

اسلئے ہر ایک سعادتمند مسلمان کو دعا کرنا چاہیئے کہ انگریزوں کی فتح ہو (خواہ سلطنت اسلامی سے مقابلہ کیوں نہ ہو مصنف) کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں (یہ کیا کم احسان ہے کہ آپ رسالت بلکہ الوہیت کے مدعی بن کر بھی صحیح و سلامت رہے مصنف)

دوسری جگہ فرماتے ہیں سخت جاہل اور سخت نادان وہ مسلمان ہے جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے۔ اگر ہم ان کا شکریہ نہ کریں تو پھر ہم خدا تعالیٰ کے شکر گذار نہیں کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا (خلق خدا کو لوٹا اور مزے اڑائے مصنف) اور پا رہے ہیں وہ ہم کسی اسلامی سلطنت میں بھی نہیں پا سکتے۔

سچ ہے اسلامی گورنمنٹ کب گوارا کر سکتی تھی کہ آپ نبی و رسول کہلا کر اپنے دیہ مسکن کو دار الامان اپنے کنبہ کو اہل بیت اپنی مستورات کو امہات المومنین کے خطابات عطا کریں۔ اور اپنی مسجد کو مسجد اقصےٰ سے تعبیر کریں تمام انبیا و رسل پر اپنا تفوق ظاہر کر کے لکھیں ؎ آنکہ داد است ہر نبی را جام - داد این جام را مرا بتمام

غرض مرزاجی عجیب ذو فنون شخص تھے ان کی ہر ایک بات ذو معنی ہوتی تھی جو کلام کرتے اس کے دونو پہلو ملحوظ رکھا کرتے چنانچہ دعوی نبوت میں بھی دونو پہلو ملحوظ خاطر رہے ادعائے نبوت بھی کیا اور انکار نبوت بھی کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ بیچاری امت بھی ایسی پیچدار کلام کے باعث بھول بھلیاں میں پڑی ہوئی ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی ہے۔ ایک جماعت لاہوری کہتی ہے کہ مرزاجی نے ہرگز نبوت کا دعوی نہیں کیا جو ان کو مدعی نبوت سمجھے جھوٹا ہے بطال ہے۔ دوسرا گروہ قادیانی کہتا ہے کہ مرزاجی حقیقی نبی تھے۔ انہوں نے کھلے لفظوں میں نبی و رسول ہونیکا دعوے کیا جو ان کو نبی و رسول نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں وہ صاف کافر ہے۔

اب ہم مرزا صاحب کی کتابوں سے ادعائے نبوت اور انکار نبوت ہر دو امور پر تصریح عبارات روشنی ڈالتے ہیں۔

ادعائے نبوت

مرزاجی کے دعوئے نبوت و رسالت پر اُن کے حسب ذیل ارشادات شاہد عدل ہیں

(۱) ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ میرے متعلق ہے۔ حقیقۃ الوحی ص ۶۷۵

(۲) ومبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق میں ہوں حقیقۃ الوحی ص ۶۷۵

(۳) سچا خدا ہے جس نے قادیاں میں اپنا رسول بھیجا۔ دافع البلاء ص ۱۱

(۴) طاعون گو ستر برس دنیا میں رہے خدا قادیاں کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا کیونکہ یہ اس کے رسول کی تختگاہ ہے۔ دافع البلاء

(۵) ہمارا دعوٰے ہے کہ ہم نبی و رسول ہیں (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

(۶) میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸

(۷) جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال واقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ اسی وجہ سے نبی کا نام پانیکے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱

(۸) اب خدا تعالیٰ نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔ اربعین ۳ ص ۶

(۹) مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسے قرآن کریم پر (اربعین ۳ ص ۱۹)

(۱۰) جو مجھے نہیں مانتا وہ کافر اور مردود اور اس کے اعمال نامقبول اور دنیا میں معذب اور آخرت میں ملعون ہوگا۔ حقیقۃ الوحی ص ۳۷۶

(۱۱) وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین حقیقۃ الوحی ص ۸۲ (ہم نے تجھے تمام دنیا پر رحمت کرنیکے لئے بھیجا ہے۔

(۱۲) لاتخف انی لا یخاف لدیّ المرسلون (مت ڈر میرے قرب میں میرے رسول ڈرا نہیں کرتے۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۰۱

(۱۳) انّا ارسلنا الیکم رسولاً شاھدًا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے اس رسول کی مانند کہ فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۰۱

(۱۴) انی مع الرسول اُجیبُ اخطی واصیب میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دونگا خطا بھی کروں گا اور صواب بھی حقیقۃ الوحی ص ۱۰۳

(۱۵) انی مع الرسول اقوم افطر واصوم میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں گا۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۰۳/۱۰۴

یہ ایسے کھلے الفاظ و کلمات ہیں کہ ان کو دیکھ کر کوئی ذی بصیرت مرزاجی کے ادعائے نبوت و رسالت میں شک و شبہ نہیں کر سکتا لیکن تعجب ہے کہ باوجود ان تصریحات کے مرزاجی کی امت کا ایک فریق لاہوری جماعت اس پر پردہ ڈالنے کی سعی بے سود کر رہے ہیں اور لکھتے ہیں کہ مرزاجی نے ہرگز نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا امت بیچاری کا کیا قصور ے چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ مرزاجی خود ایسے خدا کے بندے ہیں کہ ایسے الہامات و دعاوی کے ہوتے ہوئے پھر دعوئے نبوت و رسالت سے انکار بھی کرتے ہیں ے

دوگونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

انکار دعوئے نبوت

عبارات ذیل میں جو مرزا کی تصانیف میں ہیں دعوئے نبوت سے صاف انکار کیا گیا ہے اور یہ کہ مدعی نبوت کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(۱) نبوت کا دعوئے نہیں محدثیت کا ہے اور محدثیت کے دعوئے سے دعوئے نبوت نہیں ہو سکتا۔ ازالہ اوہام ۴۲۲

(۲) محدث ناقص طور پر نبی ہوتا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۵۶۹) پھر ایسا گھٹیا نبی بننے سے کیا فائدہ۔ (مصنف)

(۳) رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہوتا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۵۷۰) (یعنی مرزاجی کا امتی ہو کر نبی بننا اجتماع نقیضین ہے جو محال ہے (مصنف)

(۴) وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی رسول نہیں بھیجا جائیگا (ازالہ اوہام ص ۵۸۶) (خدا تعالیٰ کے دعوے میں تخلف نہیں ہو سکتا اسلئے مرزا ہرگز نبی نہیں ہو سکتا (مصنف)

(۵) صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ (ازالہ اوہام ص ۵۶۹) (مرزاجی امتی ہو کر نبی بننے کے اہل نہیں)

(۶) معنی خاتم النبیین ختم کرنیوالا نبیوں کا (ازالہ اوہام ص ۶۱۴) (مرزاجی نے خاتم النبیین کا معنیٰ خود کر دیا ہے اب اس کے خلاف تاویلات قابل سماعت نہیں۔

(۷) وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین وما انی لا اصدق الہاما من الہاماتی الا بعد ان اعرضہ علی کتاب اللہ واعلم ان کلما یخالف القرآن فھو کذب والحاد وزندقۃ فکیف ادعی النبوۃ وانا من المسلمین (حمامۃ البشریٰ) ترجمہ میرے لئے کب روا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو کر کافروں میں داخل ہو جاؤں خبردار میں اپنے کسی الہام کو سچا نہیں سمجھتا جب تک اسکو کتاب اللہ (قرآن) پر پیش نہ کر لوں یہ معلوم ہو کہ جو دعویٰ قرآن کے مخالف ہو وہ الحاد اور زندقہ (بیدینی) ہے پھر میں کس طرح نبوت کا دعوے کر سکتا ہوں حالانکہ میں مسلمان ہوں۔

اس عبارت میں مرزاجی نے بڑی صفائی سے فیصلہ کر دیا ہے کہ دعوئے نبوت کرنا کسی مسلمان کی جرأت نہیں ہے بلکہ یہ دعوئے خلافِ قرآن ہونے کی وجہ سے کفر الحاد اور زندقہ ہے اور کہ مدعی نبوّت کافر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ گویا سے کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے۔ مرزاجی نے اپنے ہاتھ سے اپنے کفر کا فتویٰ لکھدیا ہے یعنی دعوئے نبوّت کفر ہے اور مرزاجی مدعی نبوت ہیں اس لئے وہ بفتویٰ خود کافر ملحد اور زندیق ہیں سے ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں۔ زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا۔ مرزا ئیو اپنے مرشد کا فتوئے اور قطعی فیصلہ سن لیا۔ کیا اب بھی کچھ شک و شبہ باقی ہے؟ کلّا و حاشا۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد

(۸) وماقلت للناس الا ما کتبت فی کتبی من اننی محدّث ویکلمنی اللہ کما یکلم المحدّثین دمیں نے لوگوں سے وہی بات کہی جو اپنی کتابوں میں لکھدیا کہ میں نبی نہیں بلکہ محدث ہوں مجھ سے خدا کلام کرتا ہے جیسا محدثین سے کرتا ہے۔ پھر مرزاجی کے قادیانی مریدوں اور مرزا محمود کو کیا ہو گیا ہے کہ مرشد کی مخالفت کرکے ان کو حقیقی نبی ورسول کہہ رہے ہیں کیا یہ مرشد جی کی صریح نافرمانی نہیں ہے۔

(۹) آپ نے لا نبیّ بعدی کہہ کر کسی نئے یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا (ایام الصلح ص ۱۵۲)

(۱۰) میں مدعی نبوت نہیں ہوں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (فیصلہ آسمانی ص ۷)

ناظرین غور کریں مرزا صاحب کی اس دورنگی چال کا کیا کہنا کھُلے الفاظ میں نبوت و رسالت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں پھر اس سے صاف انکار بھی کرتے ہیں اور اپنی نسبت اپنے ہاتھ سے فتوائے تکفیر بھی صادر کرتے ہیں اب مرزائیوں کے لئے سخت مشکل کا سامنا ہے ان کو نبوت کا مدعی قرار دیں تو اُن کے دئے ہوئے فتوے پر ایمان لا کر ان کو کافر ملحد زندیق بھی ماننا پڑتا ہے۔ اگر ان کو نبی و رسول نہ مانیں تو احمدیت سے خارج سمجھے جاتے ہیں اور نیز ان الہامات و دعاوی کا انکار کرنا پڑتا ہے جن میں نبوت و رسالت کا صاف اعلان کیا گیا ہے۔ بلکہ آپ نے تو یہاں تک لکھدیا ہے سے منم مسیح زمان و منم کلیم خدا۔ منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد۔ بہتر صورت یہی ہے کہ ان کے اعلان نبوت کو بھی درست سمجھیں اور ان کے مذکورہ فتوے کی بنا پر ان کے فتوائے تکفیر پر مُہر کر دیں۔

مرزاجی کی اخلاقی حالت

نبی ولی مجدد و محدث تو کیا ہر ایک شریف انسان کی شرافت کا معیار اسکی اخلاقی حالت سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے نبی آخر الزمان کو کفار کی طرف سے کسقدر اذیّات و تکالیف پہونچیں۔ راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے نماز پڑھتے ہوئے آپ کی گردن مبارک پر مرداروں کا گلا سڑا معدہ (اوجھڑی) پھینکی جاتی آپ کے گلوئے مبارک میں کپڑا ڈالکر گلا گھونٹا جاتا۔ آپ کے مبارک جسم کو پتھراؤ کرکے لہولہان کیا جاتا اور ہر قسم کی اذیتیں دی جاتیں لیکن

آپ کی زبان مبارک سے بُرا تو کیا کلمہ بددعا بھی نہ نکلتا بلکہ فرمایا کرتے اَللّٰھُمَّ اھدِ قومی انھم لا یَعلمُون اے خدا میری قوم کو ہدایت کر وہ تیرے نبی کی شان جانتے نہیں) سبحان اللہ یہی خُلق عظیم تھا جس نے بیگانوں کو اپنا اور دشمن کو دوست بنا دیا۔ اور بڑے بڑے گردنکش گبر بھی اس سے متاثر ہو کر کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام کے آغوش میں آجانے پر مجبور ہو گئے لیکن مرزاجی عجیب رسول ہیں کہ بجائے رحمت کے سارے جہان کے لئے زحمت ثابت ہوئے کسی متنفس کیلئے آپ کے مُنہ سے کبھی کلمہ خیر نہ نکلا۔ بلکہ ہر ایک کو سبّ وشتم کا نشانہ بنایا۔ اور یہی کہتے رہے کہ میری وجہ سے ملک میں وبا۔ طاعون نازل ہوئی۔ میرا ہی وجود مسعود باعث زلازل وحوادث ہُوا میری ہی ذات موجب بربادئ ملک و تباہئ خلق ہوئی۔ واہ چہ خوش ے قوت نیکی نداری بد مکن۔

آپ کے کلمات طیبّات میں سے مشتے نمونہ از خروارے چند کلمات درج ذیل ہیں۔

(۱) علماء وصوفیاء کی نسبت ارشاد ہے۔ این وقت زیر سقف نیلگون ہیچ متنفس قدرت ندارد کہ لاف برابری بامن زند (آجنگ دنیا میں کوئی متنفس لاف زنی میں آپ کا ہمتا نہیں ہے) من آشکار میگویم ہرگز باک ندارم۔ (آپ کو کیا خوف ہے گورنمنٹ برطانیہ کا ظلّ عاطفت آپ کے سر پر ہے) ای اہل اسلام درمیان شما جماعتی باشند کہ گردن بدعوی محدثیت ومفسریت برمیفرازند وگروہی اند کہ از نازش ادب پا برزمین نگذارند وگروہی اند کہ دم از خدا شناسی زنند خود را چشتی وقادری وسہروردی ونقشبندی وچہا چہا گویند این جملہ طوائف را نزد من بیارید چلینج تو بڑے زور سے دیا جاتا ہے لیکن جب ایک مرد خدا سرتاج چشتیاں (پیر صاحب گولڑوی) آپ کے مقابلہ کے لئے لاہور میں جاتے ہیں تو حزبی اللہ کو قادیاں کی چاردیواری سے نکلنا موت ہو جاتا ہے۔

مرزاجی بدزبانی اور بدکلامی میں استاد زمانہ ماننے گئے ہیں آپ کی بدگوئی سے نہ کوئی چھوٹا بچا ہے نہ بڑا دیکھئے غوث وقت قطب دوران حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ العالی کی نسبت اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں کیسی ہرزہ درائی کی ہے۔ لکھا ہے۔ خبیثٌ وخبیثٌ ما یخرج من فیہ (یہ شخص خود بھی پلید ہے اور اس کے مُنہ سے جو کچھ نکلتا ہے وہ بھی پلید ہے) ٹھیک ہے المرء یقیس علی نفسہ اور کل اناء یترشح بما فیہ۔ اب دیکھئے سراپا اخلاق حضرت پیر صاحب اس کے جواب میں خُلق محمدی کا کیا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں ے بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو کردی۔ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا۔ بندہ خدا مجھے تو جو چاہو کہہ لو لیکن تیرے مُنہ سے تو اسم خدا بھی نکلتا ہے۔ اس کی نسبت ایسا لفظ استعمال کرنا اندیشہ ہے کہ قیامت میں اسکا مواخذہ نہ ہو۔ یہ ہوتے ہیں اخلاق بزرگان دین کے جس کی وجہ سے خلق خدا ان کے قدموں میں گرتی ہے۔

ایسا ہی مرزا جی نے تمام ایسے مسلمانوں کو جو زمانہ نبوی اور خیر القرون کے بعد مرزا کے وقت تک گذر چکے ہیں ان سب کو فیج اعوج (باطل گروہ) قرار دیا ہے۔ دیکھو تحفہ گولڑوی صفحہ ۸۱

پھر جو مسلمان آپ کے دعاوی قبول نہیں کرتے یعنی آپ کی رسالت کا کلمہ نہیں پڑھتے ان کو بلا استثناء ذریۃ البغایا (ولد الحرام) کہہ کر اپنے حسن اخلاق کا ثبوت دیتے ہیں دیکھو کتاب تبلیغ مؤلفہ مرزا صفحہ ۵۴۷، ۵۴۸ میں عبارت ذیل ۔ تلک کتب ینظر الیہا کل مسلم بعین المحبۃ والمودۃ و ینتفع من معارفہا و یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا الذین ختم اللہ علی قلوبہم فہم لا یقبلوننی الخ یہ کتابیں ہیں جن کو ہر ایک مسلمان عین محبت سے دیکھتا اور ان کے معارف سے مستفید ہوتا اور مجھے قبول کرتا۔ اور میرے دعاوی کی تصدیق کرتا ہے۔ مگر کنجریوں کی اولاد۔ جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے۔ پس وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔ جب اپنے ہم مذہب مسلمانوں سے مرزا جی کا یہ سلوک ہے۔ تو غیر مذاہب ہندو۔ سکھ۔ آریہ۔ عیسائی کی نسبت تو جتنا بھی برسیں تھوڑا ہے۔ رسالہ شحنہ حق صفحہ ۶۹ میں رقمطراز ہیں۔ اے آریو مبارک باد تمہارے پرمیشر کی ساری حقیقت کھل گئی۔ اور خود دیانند کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ تمہارے پرمیشر کا ایک رقیق جسم ہے۔ جو دوسرے روحوں کی طرح زمین پر گرتا ہے اور ترکاری کی طرح کھایا جاتا ہے وہ کبھی رامچندر تھا۔ کبھی کرشن[1] اور کہیں مچھ اور ایک مرتبہ تو خوک یعنی سور بنکر اور سوروں کے موافق لطیف غذائیں کھا کر اپنے درشن کرنے والوں کو خوش کر دیا اس رسالہ کے صفحہ ۹۵ میں بعض آریوں کے خطاب میں حلال زادہ اور ولد الزنا[2]، کنجر۔ مادری خصلت وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں اور ایک ہندو کو صرف یہ بات کہنے پر کہ مرزا قرضدار ہے لکھتے ہیں کہ جو شخص[3] اپنی دختر کی نسبت ناطہ کسی سے کرنا چاہتے ہیں وہ اس کی جائداد و مالی حیثیت کو دیکھا کرتے ہیں۔

کیا ایسے اخلاق کا شخص نبی رسول یا مجدد و ملہم و محدث یا ولی ہو سکتا ہے۔ یا ایسے شخص کو ایک شریف انسان بھی کہا جا سکتا ہے۔ شرفاء کا قاعدہ ہے کہ گالیاں سنکر ایسے گذر جاتے ہیں گویا ان سے کسی نے خطاب ہی نہیں کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ اور اذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما۔ حضرت علی المرتضیٰ کا قول ہے۔ ولقد مررت علی اللئیم یسبنی۔ فمضیت ثمہ قلت لا یعنینی (ترجمہ) میں ایک سفلہ کے پاس سے گذرا جو مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا میں وہاں سے گذر گیا یہ کہہ کر کہ اس کا خطاب کسی اور شخص سے ہے۔

(۲) نبی رسول۔ ولی۔ مومن۔ بلکہ شریف انسان کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے مرزا جی کے جھوٹوں کی فہرست

---

[1] ماشاء اللہ آپ اس درجہ کو تو پہنچ گئے اس کے اوپر ترقی نہ کر نا ۱۲ [2] مرزائیو۔ مرشد کی تہذیب کی داد دینا۔ اور ان کا یہ شعر بھی پڑھنا۔ ع گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو۔ رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے۔ در رحم کے جوش میں اس حالت کو پہنچ گئے۔ غیظ میں آجاتے تو زمین و آسمان کو زیر و زبر کر دیتے۔ [3] ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجہ جنوں۔ دے گا تو دیگا عقل کے بخیئے ادھیڑ تو۔

لکھنے لگیں تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔ ذیل میں چند ایک صریح غلط بیانیاں آپ کی لکھی جاتی ہیں۔

(۱) تعداد مریدان کی نسبت غلط بیانی۔ ۱۹۰۰ء میں منشی تاج الدین تحصیلدار کے سامنے بمقدمہ انکم ٹیکس آپ نے تعداد مریدان کل ۳۱۸ لکھائی تحصیلدار نے اپنی رپورٹ میں یہی تعداد لکھی جس کی نقل ضرورۃ الامام میں درج ہے) تحفہ غزنویہ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مرزا صاحب نے تعداد مریداں ۳۰ ہزار لکھی۔ (گویا صرف دو سال میں ۳۱۸ سے ۳۰ ہزار تک اضافہ ہو گیا)

اور سنئے تحفۃ الندوہ مطبوعہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں آپ نے تعداد مریدان ایک لاکھ سے زیادہ درج فرمائی۔ (دونو کتابیں ایک ہی سنہ ایک ہی ماہ میں طبع ہوئیں کہاں ۳۰ ہزار اور کہاں ایک لاکھ سے بھی زیادہ۔ کیا ان کی کوئی تطبیق ہو سکتی ہے۔ ایسا سفید جھوٹ (الامان)

مواہب الرحمن مطبوعہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء میں بھی تعداد مریدان ایک لاکھ سے زیادہ بتائی۔ (گویا اکتوبر ۱۹۰۲ء سے جنوری ۱۹۰۳ء تک اضافہ صفر)

پھر الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء میں تعداد ۲ لاکھ بتائی گئی۔ (صرف تین ماہ میں ایک لاکھ کا اضافہ یا للعجب)

پھر الحکم مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء میں جو تقریر مرزا جی کی چھپی ہے اس میں تعداد مریداں تین لاکھ بتائی گئی ہے طرفہ یہ کہ ۹ جولائی ۱۹۰۴ء میں جب ہمارے مقدمہ میں آپ نے اپنا حلفی بیان دیا اس میں تعداد مریدان صرف دو لاکھ بتائی۔ (عجیب بات ہے کہ ایک سال کے بعد ایک لاکھ کا خسارہ کیسے ہو گیا)

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ لغو بیانی اور نرا جھوٹ تھا۔ عدالت میں جب آپ پر سوال ہوا کہ آپ کے پاس کوئی رجسٹر ہے جس سے تعداد مریدان معلوم ہو سکے۔ تو آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی رجسٹر نہیں ہے لیکن مولوی عبدالکریم نے ایک رجسٹر ۱۰ ماہ سے بنوایا تھا۔ مگر مرزا صاحب کے کاتب الوحی مولوی عبدالکریم کا جب ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو بمقدمہ حکیم فضل الدین بنام مولوی کرم الدین بیان حلفی ہوا۔ تو آپ نے مرزا صاحب کی تکذیب کرتے ہوئے اپنے پاس ایسا رجسٹر ہونے سے انکار کر کے لکھایا کہ مرزا صاحب کے مریدوں کا ایک رجسٹر [illegible] کے سپرد ہے۔ ان بیانات سے ثابت ہوا کہ تعداد مریدان کا نہ کوئی رجسٹر ہے نہ حساب کتاب جس نے چاہا بڑھا دی درحقیقت تعداد مریداں لاکھوں کی نہیں صرف ہزاروں کی تعداد میں ہو تو ہو۔ باقی سب مبالغہ جھوٹ اور دروغ بافی ہے۔

(۲) عمر مرزا کے متعلق غلط بیانی۔ عمر کے متعلق آپ کی پیشگوئی تھی۔ وسنحییک حیوۃ طیبۃ ثمانین حولا او قریبا من ذلک (اربعین ۳ ص ۳۲ پھر حقیقۃ الوحی میں ہے۔ اطال اللہ بقائک اسی یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم (گویا مرزا جی کے خدا کو پانچ چار کی کمی بیشی کے متعلق اشتباہ ہی رہا۔ حقیقۃ الوحی ص ۹۶

اشتہار تبصرہ میں درج ہے۔ تیری عمر کو بڑھا دوں گا اور تیری موت کی پیشگوئی کرنیوالوں کو تباہ کردوں گا۔
(پیشگوئی کرنیوالے ڈاکٹر عبدالحکیم مولوی ثناء اللہ زندہ رہے اور آپ تباہ ہو گئے)

بمقدمہ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم بنام مولوی کرم الدین ۷ جولائی ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب نے اپنے حلفی بیان میں اپنی عمر ۶۵ سال لکھائی۔ آپ کا انتقال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہو گیا اس حساب سے آپ کی عمر کل ۶۹ سال کی ہوتی ہے جو ثمانین حولاً اور اسی سال یا پانچ کم یا زیادہ کی پیشگوئی کو خاک میں ملا دیتی ہے۔

ہاں ہم مرزا جی کی کذب بیانی کا ذکر کر رہے تھے۔ اخبار الحکم ۱۹۰۳ء میں آنجناب نے اپنی عمر ۹۵ سال لکھی۔ بتایئے حضرت جی کا کونسا بیان سچا اور کونسا جھوٹا ہے۔

۳ قبر مسیح کے متعلق غلط بیانی۔ ازالہ اوہام ص۴۷۲ میں لکھا کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں فوت ہوا کشتی نوح ص۵۳/۵۵ میں درج ہے کہ مسیح کشمیر میں فوت ہوا۔ سری نگر محلہ خانیار میں اس کی قبر موجود ہے۔
اتمام الحجہ حاشیہ ص۱۹ میں ہے قبر مسیح بلدہ قدس میں ہے۔ اس پر ایک گرجہ میں قبر مریم ہے۔ فرمایئے حضرت جی کے تین بیان ہیں جن میں تناقض صریح ہے ان میں سے کونسا سچا کونسا جھوٹا ہے۔

(۴) طاعون پڑنیکے متعلق غلط بیانی۔ کشتی نوح ص۵ میں آپ نے لکھا ہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحف میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون پڑے گی۔ بلکہ حضرت مسیح نے انجیل میں بھی یہ خبر دی ہے۔

آؤ قرآن کریم کی ورق گردانی کرو۔ کہاں کس پارہ کس رکوع کس آیت میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ (یہ کیسا افتراء علی اللہ) اور ڈبل جھوٹ ہے ایسا ہی توریت انجیل میں بھی ہرگز ایسا نہیں لکھا ہوا۔ مرزا جی کی یہ سب دروغبافی ہے۔

(۵) مرزا صاحب نے براہین احمدیہ حصہ ۵ ص۹۱ میں لکھا ہے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ آنیوالے مسیح کی ایک یہ بھی نشانی ہوگی کہ وہ ذوالقرنین ہوگا ہم مرزائیوں کو چیلنج دیتے ہیں کہ ایسی کوئی حدیث کسی کتاب حدیث سے دکھلائیں۔ ہرگز ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ یہ محض افتراء علی الرسول اور کذب محض ہے۔

(۶) قرآن میں قادیان کا نام ہونیکے متعلق غلط بیانی۔ ازالہ اوہام ص۷۶ میں ہے قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔ دکھلاؤ قرآن میں کس پارہ کس رکوع کس آیت میں قادیان کا نام لکھا ہے۔ ایسے دروغگو کا کیا کہنا۔ ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

(۷) ازالہ اوہام ص۷۶ میں ہے انا انزلناہ قریباً من القادیان قرآن کے دائیں صفحہ پر میں نے دیکھا (کونسے قرآن میں۔ اس قرآن میں تو دائیں بائیں ایسی من گھڑت آیت کا کوئی نشان نہیں ملتا۔

(۸) تین شہروں مکہ۔ مدینہ۔ قادیان کے نام قرآن شریف میں اعزاز کیساتھ درج ہیں۔ (مکہ مدینہ کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے۔ قادیان کا نام کوئی مرزائی دکھلائے اور منہ مانگا انعام حاصل کرے۔ یا اپنے مرشد کی کذب بیانی پر مُہر کرے)

(۹) توضیح المرام صفحہ میں ہے۔ قرآن شریف میں ہے یہ کہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کیمتعلق ایک ایک روح رکھتے ہیں جن کو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں۔ تو بتاؤ قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے کس آیت کا یہ ترجمہ ہے۔ قرآن میں ہرگز کہیں ایسا نہیں لکھا۔ یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔

(۱۰) ادعائے نبوت و انکار دعوے نبوت دونوں باتیں مرزا کی تصانیف میں موجود ہیں جن کا ذکر مفصل اوپر کیا جا چکا ہے۔ ان دونوں میں سے کونسی بات سچی کونسی جھوٹی ہے۔ دروغگو را حافظہ نباشد۔

(۱۱) ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۰ میں ہے۔ بس مثیل مسیح ہوں میرا دعویٰ ہرگز مسیح موعود کا نہیں اگر کوئی شخص مجھے مسیح موعود سمجھتا ہے۔ تو وہ مجھ پر افترا کرتا ہے۔ پھر اسی کتاب صفحہ ۲۶۱ میں ہے۔ یہ عاجز مجازی طور پر اور روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے۔ جس کے آنے کی خبر قرآن وحدیث میں درج ہے۔ میں نے براہین میں صاف لکھا ہے۔ کہ میں روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہوں۔ جس کی اللہ اور رسول نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے۔ (بتاؤ ان دونوں باتوں سے کہ میں مسیح موعود نہیں جو ایسا سمجھتا ہے وہ مجھ پر افترا کرتا ہے۔ اور پھر یہ کہ میں ہی وہ مسیح موعود ہوں جس کے آنے کی خبر قرآن وحدیث میں ہے کونسی بات سچ ہے اور کونسی جھوٹ ہے۔

(۱۲) مسیح ہندوستان میں صفحہ ۹۱ بنو اسرائیل کے دس فرقے جن کا انجیل میں گم شدہ بھیڑیں نام رکھا گیا ہے ان ملکوں (ہندوستان) میں آگئے تھے جن کے آنے میں کسی مورخ کو اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح اس ملک کی طرف سفر کرتے اور گم شدہ بھیڑوں کو خدا کا پیغام دیتے۔ (بتاؤ کس تاریخ میں مسیح کا ہندوستان میں آنا اور کشمیر میں فوت ہونا لکھا ہے۔

(۱۳) ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۴ میں ہے۔ ے کر مکے بودم مرا کردی بشر۔ من عجب تر از مسیح بے پدر۔ اس شعر میں مسیح کے بے پدر ہونے کا اقرار ہے۔ نیز کتاب مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۲ میں بھی مسیح کا بے باپ ہونا تسلیم کیا گیا ہے پھر ازالہ صفحہ ۳۰۳ میں اس کے خلاف لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام اپنے والد یوسف نجار کے ساتھ نجاری کا کام کر کے چڑیاں بناتا تھا۔ (فرمائیے) دونوں اقوال سے کونسا قول سچ ہے کونسا جھوٹ ہے۔

(۱۴) مرزاجی نے حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ میں لکھا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ دین اسلام کا اس میں وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئیگا۔ اور جب حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں

تشریف لائینگے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائیگا۔ نیز اسی کتاب صفحہ ۵۰۵ میں ہے یعنی اگر طریق رفق و نرمی و لطف اور احسان کو قبول نہیں کرینگے۔ اور حق جو محض دلائل اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے۔ تو وہ زمانہ بھی آنیوالا ہے۔ یعنی زمانہ مسیح و مہدی موعود جب خداتعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال کرے گا۔ اور حضرت مسیح نہایت سیاست کیساتھ دنیا پر اترینگے تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دینگے۔ اور کج و ناراست کا نام و نشان نہ رہیگا۔ اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہر سے نیست و نابود کر دیگا۔ اور یہ زمانہ اس زمانہ کے لئے بطور ارہاص واقع ہوا ہے یعنی جلالی طور اور جسمانی طور پر خداتعالیٰ اتمام حجت کریگا۔ اب بجائے اسکے جمالی طور پر رفق و احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے

اس عبارت میں نص آیت قرآن سے استدلال کرتے ہوئے مرزاجی جسمانی طور پر مسیح علیہ السلام کے نزول اجلال کی خبر دے رہے ہیں۔ اور اب قرآنی استدلال کے رو سے اس کے خلاف مسیح کے نزول اور جسمانی طور پر آنے کا شد و مد سے انکار کر رہے ہیں اب بتایا جائے مرزا صاحب کا کونسا بیان سچا اور کونسا جھوٹا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ براہین والے بیان کو سچا قرار دیا جائے تاکہ جمہور اہل اسلام کے عقیدہ سے تطابق ہو جائے۔ اور حال کے بیان کو بالکل جھوٹ قرار دیا جائے جس میں یہ خود غرضی پائی جاتی ہے کہ مسیح کو فوت کر کے اپنے لئے جگہ خالی کرنا منظور ہے

مرزاجی کے عجیب و غریب اقوال

عورت بنکر حاملہ ہو جانا اور بچہ جننا

چونکہ آپ مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ حالانکہ آنے والے مسیح کا نام عیسےٰ بن مریم ہے اور آپ کا یہ نام نہیں نہ مریم کے بیٹے ہیں اس لئے آپ نے عیسےٰ بن مریم بننے کی ایسی توجیہہ فرمائی کہ پڑھکر ہنسی آتی ہے۔ فرماتے ہیں

جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں پرورش فرمائی۔ اور پردہ میں نشو و نما پاتا رہا پھر جب اس پر دو برس گذرے تو جیسا کہ براہین احمدیہ میں ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی۔ اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور کئی مہینہ بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ اس طور سے میں عیسےٰ ابن مریم ٹھہرا (کشتی نوح صفحہ ۴۸)

عیسائیوں کی تثلیث تو سنا کرتے تھے۔ مرزاجی ان سے بھی بڑھ گئے۔ آپ مرد سے عورت بن گئے دو سال تک عورت کی صفت میں پرورش پائی۔ پھر آپ کو حمل بھی ہو گیا جو دس مہینے رہا۔ پھر بچہ (عیسےٰ) جنا۔ مرزاجی تھے تو ایک۔ مگر آپ ہی مرد غلام احمد۔ آپ ہی عورت (مریم) آپ ہی بچہ (عیسےٰ) ہیں۔ سبحان اللہ این چہ بوالعجبی است
خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ۔ بلاان رازوں کو کون سمجھے۔ ؎ کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے۔

ایک عجیب فرشتہ

مرزاجی بقول شخصے جیسی روح ویسے فرشتے خود بدولت پنجابی نبی ہیں۔ الہام تو عربی انگریزی اردو ہوتے ہیں البتہ فرشتے کبھی پنجابی بھی آجاتے ہیں اور وحی بھی پنجابی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے پاس آیا اور اس نے بہت سارو پیہ میرے دامن میں ڈالدیا۔ میں نے اسکا نام پوچھا اس نے کہا کوئی نام نہیں۔ میں نے کہا آخر کچھ نام تو ہونا چاہیئے۔ اس نے کہا میرا نام ٹیچی ٹیچی ہے۔ پنجابی میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں۔ یعنی عین وقت ضرورت پر آنے والا۔ تب میری آنکھ کھل گئی بعد اس کے خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا ڈاک کے ذریعہ سے اور کیا بارہ راست لوگوں کے ہاتھ سے اسقدر مالی فتوحات ہوئیں جن کا خیال وگمان بھی نہ تھا۔ اور کئی ہزار روپیہ آیا۔ حقیقۃ الوحی ص۳۳۲

کیا آجتک کسی نے فرشتہ کا یہ انوکھا نام ٹیچی ٹیچی سُنا، مرزاجی نبی بنیں تو فرشتوں کے ایسے ایسے عجیب و غریب نام بتائیں۔ واہ کیا کہنا۔ مرزا صاحب کا یہ الہام نہیں اضغاث احلام ہیں۔ پنجابی میں مثل مشہور ہے بلی کا خواب چھیچھڑے۔ مرزاجی کو روپیوں ہی کے خواب آتے ہیں اور ایسے ایسے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ کہ نام سُنکر ہی دنگ رہ جائیں تعجب ہے کہ مرزائی صاحبان لکھے پڑھے ہو کر ایسے خرافات دیکھ سُنکر بھی ایسے خبطی شخص کو اپنا پیشوا بنائے ہوئے ہیں۔

مرزاجی کو حیض آتا ہے

مرزاجی کا ایک اور عجیب الہام ہے۔ یریدون ان یروا طمثك الخ یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے پر خدا تعالیٰ تجھے انعامات دکھلائیگا۔ اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہوگیا ہے۔ ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ مرزائیو مرشد کے الہامات کی داد دینا۔ مرزاجی کو حیض آیا پھر وہ بچہ ہوگیا بچہ بھی ایسا جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ اِنَّ ھٰذا لشیٔ عظیم۔

مرزاجی کی پیشگوئیاں

مرزاجی چونکہ مدعی نبوت تھے اس لئے ضروری تھا کہ پیشگوئیاں بھی کرتے۔ جو لوازم نبوت سے ہیں۔ مگر بد قسمتی سے آپ کی کوئی پیشگوئی بھی صحیح نہ نکلی نجومیوں رمالوں۔ جفاروں اور ٹوپوں کی پیشگوئیاں کبھی کبھی درست نکل آتی ہیں لیکن مرزا صاحب کی کبھی کوئی پیشگوئی درست نہ نکلی۔ چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

ڈپٹی عبداللہ آتھم کی پیشگوئی

آپ نے ڈپٹی مذکور کی نسبت ۵ رجون ۱۹۰۳ء کو پیشگوئی کی تھی کہ وہ ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ اسکو سخت ذلت پہونچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی وہ پندرہ ماہ کے عرصے میں سزا موت سے ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کیلئے تیار ہوں۔ مجھکو ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسہ ڈالدیا جائے۔ مجھکو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جلشانہ کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا کرے گا ضرور کریگا ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (جنگ مقدس صفحہ ۱۸۹) افسوس پندرہ ماہ گذر گئے آتھم نہ مرا۔ عیسائیوں نے خوشیاں منائیں طرح طرح کے بکواس کئے۔ مگر کیا ہو سکتا تھا۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ ہاں حسب دستور مرزاجی کہنے لگے کہ آتھم نے حق کی طرف رجوع کر لیا۔ اور موت ٹل گئی۔ رجوع کیسے کیا گیا مسلمان ہو گیا۔ اور اپنے اسلام لانیکا اعلان کردیا۔ کلّا وحاشا عیسائی کا عیسائی ہی رہا عیسائیت پر ہی اسکا خاتمہ ہوا۔ مرزاجی کی یہ گندی تاویل ہے

دل کے بہلانے کو تو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

(۲) ۱۵ اپریل ۱۹۰۲ء کو مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ کے عنوان سے پیشگوئی کی گئی۔ اگر میں کذاب و مفتری ہوں جیسا آپ کہتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤنگا کیونکہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی۔ مرزاجی مر گئے مولوی ثناء اللہ اب تک زندہ ہیں۔ کیا اس پیشگوئی کی رو سے مرزاجی کے مفسد اور مفتری کذاب ہونے میں کچھ شک ہے مرزائیو کیا کہتے ہو۔ کیا اپنے مرشد کو جھٹلاؤ گے؟

(۳) تبصرہ کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا گیا۔ اور پیشگوئی کی گئی۔ کہ ڈاکٹر عبدالحکیم اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی نسبت خدا تعالی نے مجھے الفاظ ذیل میں اطلاع دی ہے۔

خدا کے مقدسوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا فرشتوں کی کھچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے پر تو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا رب فرق بین صادق و کاذب انت تری کل مصلح و کاذب (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۷ حاشیہ) خدا تعالی کا یہ فقرہ کہ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں یہ خدا تعالی کی طرف سے عبدالحکیم خاں کے اس فقرہ کا رد ہے کہ جو مجھے کاذب اور شریر قرار دیکر لکھا ہے کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائیگا۔ گویا میں کاذب ہوں اور وہ صادق اور وہ مرد صالح ہے اور میں شریر۔ اور خدا تعالی اس کے رد میں فرماتا ہے کہ جو خدا کے خاص لوگ ہیں وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ذلت کی موت اور ذلت کا عذاب ان کو نصیب نہیں ہوتا اگر ایسا ہو تو دنیا تباہ ہو

جلائے۔ اور صادق و کاذب میں کوئی امر فارق نہ رہے الخ غرض یہ کہ عبدالحکیم خاں مرزا صاحب کی زندگی میں مر جائیگا۔ اگر اسکے عکس ہُوا تو مرزاجی کاذب۔ شریر۔ مفتری سب کچھ ہونگے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ مرزاجی عبدالحکیم خاں کی زندگی میں فوت ہو کر اپنے لکھے ہوئے خطاب کے مصداق ہو گئے۔ عبدالحکیم خان کی پیشگوئی مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کہ مرزا تین سال تک ہلاک ہو جائیگا اور پھر یکم جولائی ۱۹۰۸ء کہ آج سے ۱۴ ماہ تک سزائے موت ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ پوری ہوئیں کہ آپ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہو کر قصہ پاک کر گئے۔

(۴) محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو آپ کو الہام ہُوا کہ اس سے تیری شادی ہوگی انا زوجناکھا فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک لاتبدیل لکلمات اللہ غرض اس کے متعلق آپ کو بڑے دھڑلے کے الہام ہوتے رہے۔ کوششیں بھی ہوئیں لیکن محمدی بیگم دوسرے شخص سلطان محمد سے بیاہی گئی پھر یہ کہا کہ بیوہ ہو کر ضرور واپس ملے گی۔ آخر وقت تک آپ کو اس کی ہوس رہی لیکن مرزاجی یہ حسرت دل میں لے کر قبر میں جا سوئے اُن کی منکوحہ آسمانی دوسرے کی آغوش میں دھڑا دھڑ بچے جن رہی ہے۔ مرزائی بیچارے دیکھ دیکھ کر کڑھ رہے ہیں۔ لیکن اللہ رے خوش اعتقادی کہ اب بھی ایسے جھوٹے شخص کو مرشد سمجھا ہُوا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ کہاں تک شمار کیا جائے۔ ہم چو قسم کی اور بھی کئی پیشگوئیاں کی گئیں جو جھوٹی نکلیں۔ مثلاً

(۱) غلام حلیم کی بشارت جو بمنزلہ مبارک احمد ہوگا۔ (جھوٹی نکلی)

(۲) یحییٰ کی بشارت کہ وہ زندہ رہیگا۔ (صفر)

(۳) عالم کباب کی پیدائش کی پیشگوئی جس کے پیدا ہوتے ہی تمام عالم تباہ ہو جائیگا۔ (الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۶ء زندار)

(۴) شوخ و شنگ لڑکا پیدا ہوگا۔ (لڑکی پیدا ہوئی)

(۵) اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو نصرت بیگم کے بعد پائیگا تیری نسل بہت ہوگی۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) کوئی خاتون نصیب نہ ہوئی۔ نہ اس سے نسل بڑھی۔ غرض آپ کی کوئی پیشگوئی بھی پوری نہ ہوئی۔ لیکن پھر بھی آپ صادق مصدوق۔ مہدی مسعود مسیح موعود بنے رہے۔ اور مریدان خوش اعتقاد سر تسلیم خم کرتے رہے۔ (یا للعجب)

مرزاجی کی تصانیف

مرزائی صاحبان مرزاجی کے کمال نبوت و رسالت پر ایک یہ بھی دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ آپ نے بہت سی کتابیں عربی فارسی۔ اردو میں تصنیف کی ہیں۔ اور عربی قصیدے بھی لکھے ہیں۔ جن کا کوئی جواب نہیں دے سکا سو واضح ہو کہ مرزائی صاحبان نے مینڈک کی طرح صرف کنواں تک ہی اپنی نگاہ کو محدود کیا ہُوا ہے

۵۔ چو آں کرم کہ در سنگے نہان است ۔ زمین و آسمانِ او ہمان است۔ کاش وہ متقدمین فضلا کی تصانیف دیکھتے۔ تو یہ رکیک استدلال پیش کرنے کی جرأت نہ کرتے کیا ان کو معلوم نہیں ہے کہ فقہاء کرام و محدثین نے کس قدر ضخیم کتابیں لکھ کر ان میں علوم و معارف بھر دیئے۔ مبسوط سرخسی تیس ضخیم جلدوں میں ہے جس میں فقہ کے مسائل کی تشریح کی گئی ہے۔ علامہ ابن عابدین معروف شامی نے پانچ بڑی بڑی جلدوں میں در مختار کی شرح رد المحتار تصنیف کی اس کے علاوہ ان کی اور بھی بہت سی تصانیف موجود ہیں۔ امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر دیکھو۔ ایسا ہی روح البیان وغیرہ

چند مصنّفین اسلام

(۱) ابو علی حسین بن عبد اللہ بن سینا بڑے پایہ کا فاضل اور مصنف تھا۔ اس کا کمال دیکھ کر شمس الدولہ والئے گورگاں نے اسکو عہدہ وزارت پر سرفراز فرمایا۔ وزارت کے ایام میں ۱۲۰ امریضوں کا ہاتھ دیکھ کر کھانا کھایا کرتا تھا علم طب میں ۲۶ کتابیں۔ فقہ اور توحید میں ۱۲۰۔ حاصل و محصول ۲۰ جلد۔ البر والاثم ۸ جلد۔ اسی کی تصانیف سے ہیں۔ لغت میں چار منطق میں ۶ طبعی و ریاضی میں ۱۵ اور سیاست و موسیقی میں سات تصانیف ہیں۔

(۲) طبری مشہور مصنف ہے اصل نام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب تھا شہر ابل واقعہ طبرستان میں ۲۲۵ھ میں پیدا ہوا۔ فن تاریخ میں کامل مہارت تھی علامہ حموری نے معجم الادباء میں لکھا ہے۔ کہ طبری نے چالیس سال تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم رکھا ہر روز ۴۰ ورق لکھا کرتا تھا اور نظر ثانی نہ کرتا تھا۔ اس نے کل ۵ لاکھ ۶۲ ہزار ۴ سو ورق لکھے۔ ایک روز اس نے اپنے دوستوں سے پوچھا تم اسبات سے خوش ہو کہ میں نے ایک تاریخ لکھی ہے جس میں آدم سے آجتک کے واقعات ہیں اس کی ضخامت ۳۱ ہزار ورق ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے مطالعہ کے لئے بڑی عمر چاہیئے۔ طبری نے کہا افسوس تمہاری ہمتیں پست ہو گئیں۔ پھر اسکو مختصر کیا۔ جامع البیان فی تاویل القرآن ۲۵ جلد اسکی تصنیف ہے۔ جواب بھی کتب خانہ خدیویہ میں قلمی موجود ہے۔ تاریخ الملوک و الامم ۱۱ جلد لنڈن میں چھاپی گئی ہے۔ مورخ موصوف شوال ۳۱۰ھ میں فوت ہوا۔ اور بعزہ اپنے گھر میں دفن ہوا۔

مرزائی صاحبان بتائیں کہ آپ کے مرزا کی ان مصنفین کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے آپ نے کونسی تفسیر قرآن یا فن فقہ اصول اور حدیث میں کوئی کتاب تصنیف کی۔ آپ کی تمام کتابوں میں یا دوسرے لوگوں کو گالیاں یا اپنی خودستائی درج ہے۔ کہ میں مسیح موعود میں مہدی مسعود۔ میں نبی و رسول۔ میں رام چندر میں کرشن۔ میں شری نشکلنگ بھگوان کا اوتار۔ میں ایلیا۔ میں دیسیا ہوں۔

مرزاجی کی فصاحت و بلاغت

مرزا صاحب کی فصاحت و بلاغت کا یہ حال ہے کہ اردو تک بھی صحیح نہ تھی۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ کسی من چلے مرید نے آپ کی بودی اردو دیکھ کر اعتراض کر دیا کہ حضور عالی اردو میں پنجابی الفاظ گھسیڑ دیا کرتے ہیں تو فرمانے لگے کیوں نہ ہو آخر پنجابی ہوں جب عربی فارسی الفاظ اردو میں ملے جلے ہیں تو پنجابی الفاظ کی ملاوٹ پر کیا اعتراض ہے۔ واہ کیا عمدہ جواب ہے۔ ؎ برین نکتہ دانی بباید گریست۔

عربی عبارت کا تو کیا کہنا۔ اعجاز المسیح نام ایک کتاب تصنیف فرمائی جسکو قرآن کا ہم پلہ بتلایا گیا۔ اس میں اکثر عبارات مقامات حریری کی سرقہ کر کے لکھی گئیں جیسا کہ عدالت میں آپ کے مخلص مرید حکیم فضل دین بھیروی کو حلفی بیان دیتے وقت جب وہ عبارتیں دکھائی گئیں تو سوائے تسلیم کے چارہ نہ ہوا آخر توارد کا عذر لنگ پیش کر دیا۔ چنانچہ بیان یوں ہے۔ "اعجاز المسیح میں مقامات حریری سے عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ حوالہ نقل کا نہیں ہے حوالہ نہ دینے سے اعجاز المسیح سرقہ کا ملزم نہیں ہے۔ (خود بخود بیان کیا کہ جن عبارتوں کے سرقہ کا الزام لگایا گیا ہے۔ اعجاز المسیح پر وہ عبارتیں سرقہ نہیں کہی جا سکتیں۔ اس لئے کہ بعض وقت توارد کے طور پر دوسرے مصنف کا فقرہ لکھ دیا جاتا ہو حالانکہ وہ فقرہ پہلے مصنف کا نہیں ہوتا اپنا طبعزاد ہوتا ہے۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کل عبارتیں اصل ہیں یا نقل" ملاحظہ ہو بیان حکیم فضل الدین مستغیث مورخہ ۲۳ $\frac{۶}{۱۹۰۳}$ بعدالت ہتہ آتمارام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور۔

مخلص مرید کا مرشد کی کتاب میں مقامات حریری کی بجنسہ عبارات دیکھ کر مبہوت ہو جانا اور یہ بودی توجیہ پیش کرنے پر مجبور ہونا کہ یہ توارد بھی ہو سکتا ہے۔ قابل توجہ ہے۔ کیا اسی برتہ پر جناب مرزا صاحب اپنی اس کتاب کی نسبت لکھتے ہیں ان کلامی ھذا قد جعل من المعجزات (این کلام من بطور معجزہ گردانیدہ شد) والتے معجزۃ اعظم من اعجاز قد وقع ظل القرآن وشانہ کلام اللہ فی کونہ ابعد من طاقۃ الانسان (وکدام معجزہ ازان معجزہ بزرگ تر خواہد بود کہ قرآن راہم چوں ظل واقع شدہ وکلام الٰہی را در خارق عادت بودن مماثل گشتہ) اگر عبارات اعجاز المسیح باوجود مسروقہ ہونے کے معجزہ ہیں۔ تو مسروق منہ مقامات حریری کی عبارات کو کیوں نہ سب سے بڑا معجزہ مانا جائے۔

علاوہ ازیں جس قدر اغلاط کی بھرمار اس کتاب مماثل قرآن (اعجاز المسیح) میں پائی جاتی ہیں اس کی تفصیل سیف چشتیائی مؤلفہ حضرت پیر صاحب گولڑوی میں درج ہے۔ آپ کی کسی عربی کتاب کا کوئی صفحہ اٹھا کر دیکھو۔ درجنوں اغلاط پائی جائیں گی۔ چنانچہ آگے چل کر ہم معزز ناظرین کو مرزا صاحب کی وہ عبارتیں مندرجہ

مواہب الرحمن دکھائیں گے جس کی بنا پر خاکسار کی طرف سے مرزاجی پر استغاثہ ہوا۔ نمونہ کے طور پر آپ کے ایک الہام کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ الارض والسماء معك كما هو معی۔ یہ الہام کفریہ ہونے کے علاوہ ایسا غلط ہے کہ ایک مبتدی بھی اس کی غلطی نکال سکتا ہے۔ چنانچہ اس میں ھُوَ ضمیر واحد غائب ہے جو ارض وسماء دو چیزوں کی طرف راجع ہے۔ اس لئے ھُوَ نہیں ھُما ضمیر تثنیہ ہونی چاہیئے۔ اگر واحد کی ضمیر بھی ہو تو چونکہ لفظ ارض وسماء مؤنثات سماعیہ سے ہیں اس لئے ضمیر واحد مؤنث ہی ہونی چاہیئے تھی۔ واہ جی واہ مرزاجی کی فصاحت وبلاغت کا کیا کہنا۔

یہ بات کہ آپ کے قصاید عربیہ کا کسی نے جواب نہیں لکھا سو گالیوں کا جواب گالیوں سے دینا کون بھلا مانس پسند کر سکتا ہے۔ چنانچہ آپ کے پاکیزہ کلام کے دو شعر نمونہ کے طور پر درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴ میں درج ہیں۔

ومن اللئام ارٰی رجیلاً فاسقاً۔ غولاً لعیناً نطفۃ السفہاء

اور لئیموں میں سے ایک فاسق مرد کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے سفیہوں کا نطفہ

شکسٌ خبیثٌ مفسدٌ ومزوّرٌ نحس یسمّی السعد فی الجہلاء

بدگو ہے اور خبیث اور مفسد اور جھوٹ کو ملمع کر کے دکھانیوالا منحوس ہے جس کا نام جاہلوں نے سعد اللہ رکھا ہے

بتلایئے ایسی بیہودہ اور فحش گالیوں کے جواب میں قلم اٹھانے کی کسی شریف کو جرأت ہو سکتی ہے!

علاوہ ازیں علماء وفضلاء کے پاس مرزا کی طرح پریس نہیں تاکہ وہ اپنے قصاید کو شائع کرتے رہیں۔ میرے پاس کئی قلمی تحریریں عربی نظم ونثر ایسی پڑی ہیں جو علماء نے مرزا کی تردید میں لکھیں جن کی مرزا صاحب کے مریدوں کو سمجھ بھی نہیں آسکتی۔ مگر وہ چھپنے سے رہ گئیں۔

ہاں انوہم علامۂ دہر جناب ابو الفیض مولوی محمد حسن صاحب فیضی کا وہ قصیدہ جو بے نقط حروف میں آپ نے لکھ کر سیالکوٹ میں مرزا صاحب کے پیش کیا تھا جسکو دیکھ کر مرزا صاحب مبہوت ہو گئے تھے سراج الاخبار جہلم، رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور، روئیداد مقدمات قادیانی میں چھپا ہوا موجود ہے باوجود عرصہ ممتد گزر جانے کے مرزا یا کسی مرزائی کو اس کا جواب لکھنے کی قدرت نہ ہوئی۔ یہ قصیدہ ہم آگے چل کر درج کرینگے۔ اور مرزائیوں کو چیلنج دینگے کہ اب بھی اگر قدرت ہے تو اسکا جواب دیں۔ علامہ ممدوح نے سورہ فاتحہ کی ایک مکمل تفسیر بے نقط حروف میں لکھی تھی جو قلمی موجود ہے۔ نیز آپ کی ایک کتاب علم فرائض میں عربی نظم میں اشعار کی چھپی ہوئی ہے جس کو دیکھنے سے علامہ ممدوح کے تبحر علمی کا اور علم ادب میں قابلیت کا پتہ چلتا ہے۔ ہاں مرزائی صاحبان نے علامہ فیضی فیاضی (وزیر دربار اکبری) کی تفسیر سواطع الالہام تو ضرور دیکھی ہوگی۔ جو ایک ضخیم تفسیر قرآن بے نقط حروف

میں ہے پھر انصاف کریں کہ مرزا صاحب کی تصانیف کی اس کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے غرض مرزا صاحب کی ایسی اناپ شناپ اغلاط سے بھرپور تصانیف بھی ان کی نبوت رسالت یا صداقت کی ہرگز دلیل نہیں ہو سکتیں جن پر مرزائی ناز کر رہے ہیں۔

مرزا صاحب کے نشانات

مرزا صاحب خدا کا خوف نہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو ۱۶ فروری ۱۹۰۶ء ہے اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور اگر کوئی میری قسم کا اعتبار نہ کرے تو میں اسکو ثبوت دے سکتا ہوں۔ حقیقۃ الوحی ص۶۷) پھر تحفہ گولڑویہ ص۴۰ پر لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ سے ۳ ہزار معجزے ظاہر ہوئے اس سے ثابت ہوا کہ معاذ اللہ معجزہ نمائی میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فضیلت ہے۔ ہاں جناب آپ کی قسم پر اعتبار کر کے تو ایسا جھوٹ جو زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا کون تسلیم کر سکتا ہے ہم آپ سے اسپر ثبوت مانگتے ہیں۔ بتلایئے۔ وہ کیا ہے آپ نے اپنی آخری تصنیف حقیقۃ الوحی میں جو اپنے نشانات کی فہرست دی ہے۔ باوجودیکہ ایک ایک واقعہ کو دس دس بارہ بارہ دفعہ بیان کر کے تعداد بڑھانے کی کوشش کی ہے پھر بھی نشانات کا آخری نمبر ۲۰۵ تک پہنچ سکا ہے اگر تین لاکھ نشان تھے تو کم سے کم تین ہزار اگر یہ بھی نہیں تو تین سو تو پورے کرتے۔ جھوٹ کی حد ہو گئی۔

آپ نے اعجاز احمدی ص۱ سطر ۱ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے میری پیشگوئیوں کے مصدق ۶۰ لاکھ میں ذرا ان کا اتہ پتہ ہی بتا دیا ہوتا۔ ؎ تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔

ہاں ہم۔ آپ کے بعض ان نشانات پر نظر کرتے ہیں۔ جو آپ نے حقیقۃ الوحی میں درج فرمائے ہیں جن میں متعدد نمبر مقدمات جہلم و گورداسپور کے بھی دیئے گئے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہم کو اب دوبارہ روئیداد مقدمات شائع کرنی پڑی ہے۔ کہ آپ نے اُن واقعات کو جو آپ کی ذلت کے چمکتے ہوئے نشان تھے عزت و صداقت کے نشان قرار دیکر پبلک کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ بلکہ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ محمود اور عینی گواہ مولوی محمد علی نے بھی ان مقدمات کو مرزا صاحب کے معجزات میں شمار کر کے بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔ دل نہ چاہتا تھا کہ اپنے مرے ہوئے دوست سے ہنر واز مار ہوں۔ اور گڑے مُردے اکھیڑنے کی سعی کریں مگر مرزا ان کے مریدوں کی شوخ چشمی اور احباب کے اصرار سے اب یہ روئیداد لکھی جا رہی ہے تا کہ مسلمانوں پر اصلیت منکشف ہو جائے کہ مقدمات میں مرزا جی مظفر و منصور ہوئے ہیں یا ان میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو وہ ذلت اور

شکست دی جسکو قبر میں بھی نہ بھولے ہوں گے۔ سو نشانات مندرجہ حقیقۃ الوحی کی ایک بہت مقدار تو حرم سرا میں لڑکوں اور لڑکیوں کی پیدائش وفات یا بیماری یا تیمارداری وغیرہ سے مہیا کی گئی ہے۔ جن کی تفصیل ترتیب وار درج ذیل ہے۔

نشان ۳۴ ایک لڑکا مر گیا تھا اس کے بعد ایک اور پیدا ہو گیا جس کا نام محمود رکھا گیا۔

نشان ۳۵ اس کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہو گیا اس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔

نشان ۳۶ بشیر احمد کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا اس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔

۳۷ پھر حمل کے ایام میں ایک لڑکی کی بشارت ملی وہ پیدا ہوئی۔ اور مبارکہ بیگم نام رکھا گیا۔ جس کے عقیقہ کے روز لیکھرام مارا گیا۔

۳۸ لڑکی کے بعد ایک اور لڑکا تولد ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔

۳۹ ایک اور لڑکی کی بشارت ہوئی وہ پیدا ہو کر چند ماہ بعد مر گئی۔

۴۰ پھر دخت کرام ایک اور لڑکی کی بشارت ہوئی۔ جو پیدا ہو گئی۔ اسکا نام امۃ الحفیظ رکھا گیا یہ زندہ ہے

۴۱ ایک پیشگوئی اربعۃ من البنین یوں پوری ہوئی۔ کہ چار لڑکے محمود احمد۔ بشیر احمد۔ شریف احمد مبارک احمد (پورا گنڈا پیدا ہوئے)

۴۲ پانچویں لڑکے نافلہ کی بھی بشارت تھی۔ وہ بھی ہو گیا۔ نصیر احمد نام رکھا گیا۔

۴۷ بشیر احمد بیمار ہو گیا تھا آشوب چشم تھا۔ ابرق طفلی بشیر (بے معنی) الہام ہوا لڑکا دوسرے دن شفایاب ہو گیا۔

۸۵ مجھے قولنج ہو گیا۔ سولہ دن پاخانہ سے خون آتا رہا۔ دریا کی ریت تسبیح و درود پڑھ کر ملی گئی آرام ہو گیا۔

۸۶ میرے دانت کو درد ہو گیا القا ہوا فاذا مرضت فھو یشفی درد سے آرام ہو گیا۔

۸۷ دہلی میں شادی رچائی سامان عروسی کا فکر تھا الہام ہوا۔ ہرچہ باید نو عروسی را ہمہ سامان کنم۔ ایک جگہ سے پانسو اور دوسری جگہ سے تین سو روپیہ قرضہ مل گیا۔ سامان عروسی تیار ہو گیا۔

۱۸۱ ایک لڑکی عاسق پیدا ہو کر مر گئی۔

۱۸۵ خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد کا پاؤں پھسل گیا ہے۔ اپنی عورت سے یہ کشف بیان کیا۔ تھوڑی دیر بعد لڑکا ایک طرف سے دوڑا آیا جب چٹائی کے پاس آیا پاؤں پھسل گیا۔ پیشگوئی پوری ہوئی پیشگوئی کرنے والے مرزا خود بدولت گواہ اپنی جورو۔

۱۸۶ مبارک احمد کو پیاس لگی کہا آبا پانی۔ میں نے دوڑ کر کنوئیں سے پانی پلا دیا الہام پورا ہوگیا۔

غور فرمایئے یہ پندرہ نشانات گھر ہی سے مل گئے۔ ہمیشہ انسان کے گھر اولاد پیدا ہوتی رہتی ہے بالخصوص ایسے شخص کے ہاں جس نے مقوی ادویہ مشک عنبر یا قوتیاں۔ اپنی روزانہ خوراک بنا رکھی ہوں پھر جب آثار حمل ظاہر ہوئے تو پیشگوئی جڑ دی۔ لڑکا ہوگا یا لڑکی آخر کچھ تو ہوگا۔ جو کچھ بھی پیدا ہوا نشان پورا ہوگیا۔ گواہ بھی گھر کے آدمی ہیں جھٹلائیگا کون؟ جتنے لڑکے یا لڑکیاں پیدا ہوئیں زندہ رہیں تو بہتر مر جائیں تو بلا سے آخر نشان تو ہوگیا۔ ایسا ہی مرزا جی کو قبض ہو کر پھر پاخانہ آگیا تو بھی نشان پورا ہوگیا۔ ڈاڑھ درد کرنے لگی پھر درد سے آرام ہوگیا (ہر ایک شخص کو ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں) بس نشان پورا ہو گیا۔ شادی رچائی معمولی آدمیوں کو بھی ایسی تقاریب پر قرضے مل جاتے ہیں سات آٹھ سو روپیہ قرضہ مل گیا سامان عروسی تیار ہوگیا۔ شادی کی شادی اور نشان کا نشان ایسے نشانات کا کیا کہنا گھر میں کسی لڑکے نے ہگ دیا۔ یا موتا یا پاؤں پھسل گیا یا پانی مانگا۔ باباجی کا نشان بن گیا۔ خوب ہے این کرامت پیر ما چہ عجب گربہ شاشید گفت باران شد۔

حضور والا ان الہامات کو تو ہضم کر گئے۔ جو صاف جھوٹے ہو کر ملہم کی کذب بیانی پر مہر کر گئے مثلاً غلام حلیم کی بشارت۔ جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا۔ یحیٰی کی بشارت جو زندہ رہیگا۔ عالم کباب کی بشارت جس کی پیدائش سے جہان درہم برہم ہو جائیگا۔ شوخ و شنگ لڑکا کی بشارت۔ جو لڑکی کی شکل میں نمودار ہوا۔ خواتین مبارکہ کی بشارت۔ جو نصرت جہاں بیگم کے بعد ہونگی۔ اور اس سے نسب بہت بڑھے گی (ندارد) محمدی بیگم کی بشارت جسکا آسمان پر نکاح بھی پڑھا گیا۔ مرزا جی اسی ہوس میں مر گئے۔ وہ رقیب کے پاس میں اڑا رہی ہے۔ مرزا جی عمر بھر یہی کہتے رہے سے رقیب آزار ہا فرمود وجائے آشتی نگذاشت۔ کہ بس عمر یست کایں بیمار سر بر آستان وارد۔

مقدمات کے نشان

مرزا صاحب کے خلاف دو استغاثے ہوئے ایک جہلم میں جو ایک قانونی بنا پر خارج ہوگیا۔ آپ نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ پیشگوئیوں کی بھرمار کر دی نادانی سے جوش میں آکر جہلم میں ایک کتاب مطبوعہ مواہب الرحمن تقسیم کی گئی جس میں میرا نام لکھ کر گالیاں دی گئیں۔ اس کی بنا پر دوسرا استغاثہ کیا گیا۔ جو آپ کیلئے بلائے بے درماں ثابت ہوا۔ قریباً دو سال اسمیں سرگردان رہے۔ جو تکالیف برداشت کیں ان کا ذکر آئیگا آخر عدالت جہتہ آتما رام صاحب سے آپ کو پانسو روپیہ جرمانہ یا ۶ ماہ قید کی سزا ہوئی۔

آپ کے مخلص مرید حکیم فضل دین صاحب بھیروی کو اسی مقدمہ میں دوسو روپیہ جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ آخر عدالت سیشن کورٹ میں اپیل کرنے پر بصد مشکل رہائی ہوئی صرف اس ایک واقعہ کی بنا پر آپ نے کتنے نمبر نشانات مشتہر کئے۔ ان کی تفصیل سنئے۔ حقیقۃ الوحی ص ۲۱۳ سے ان نشانات کا اندراج شروع ہوتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

۲۵ کرم دین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کی نسبت پیشگوئی تھی ربِّ کل شیٔ خادمک فاحفظنی وانصرنی وارحمنی (اس عبارت میں مقدمہ فوجداری یا بریت کا کوئی ذکر نہیں) خدا نے مجھے اس مقدمہ سے بری کیا۔

۲۶ کرم دین جہلمی کے اس مقدمہ فوجداری میں مجھے بریت ہوئی جو گورداسپور میں دائر تھا۔

۲۷ کرم دین جہلمی کی سزایابی کی نسبت پیشگوئی تھی جو مواہب الرحمٰن میں درج ہے۔ اس میں وہ سزا پا گیا۔ (حالانکہ بیانات حلفی میں مقدمہ کی نسبت پیشگوئی سے انکار کرتے رہے۔ اسکا ذکر آگے آئیگا۔

۲۸ آتمارام کی اولاد کی موت کی نسبت پیشگوئی تھی بیس دن میں اسکے دو لڑکے مر گئے۔ (ہرگز یہ پیشگوئی کسی کتاب اخبار یا اشتہار میں شائع نہیں کی گئی۔ بعد از واقعہ یہ پیشگوئی گھڑی گئی۔ اور آتمارام کی اولاد کے مرنے سے فائدہ کیا ہوا آتمارام نے آپ کو طرح طرح تکالیف میں مبتلا کرنے کے بعد پانسو روپیہ جرمانہ یا ۶ ماہ قید کی سزا بھی دیدی۔ فائدہ تو جب تھا کہ آتمارام مر گیا ہوتا اور مرزاجی سزا سے بچ جاتے۔

۲۹ لالہ چندو لال مجسٹریٹ کے تنزل کی پیشگوئی تھی چنانچہ وہ گورداسپور سے تبدیل ہو کر ملتان منصفی پر چلا گیا۔ (کلا وحاشا کسی کتاب یا اخبار یا اشتہار میں اس پیشگوئی کا نام و نشان نہیں۔ اگر مرزاجی کو علم ہوتا کر ان کی پیشگوئی کے مطابق مجسٹریٹ نے تبدیل ہو جانا ہے تو انتقال مقدمات کی زحمت چیف کورٹ تک کیوں گوارا کی جاتی۔ پھر لالہ چندو لال کی تبدیلی سے مرزاجی کو کیا فائدہ ہُوا ان کے دو مقدمات جو خاکسار کیخلاف دائر تھے وہ خارج کر گئے۔ اور ان کے وقت تو مرزاجی پیشی مقدمہ کے وقت آرام سے کرسی پر بیٹھے رہتے تھے ان کی تبدیلی پر ایک ایسا جابر حاکم یعنی آتمارام آگیا کہ جس نے عدالت میں روزانہ ۶-۶ گھنٹہ مرزاجی کو ملزموں کے کٹہرے پر پاؤں پر کھڑا رکھا۔ آخر پانسو روپیہ جرمانہ ورنہ ۶ ماہ قید کی سزا بھی دیدی۔ فائدہ تو تب ہوتا کہ لالہ چندو لال کی تبدیلی پر مرزاجی کا کوئی مخلص مرید مجسٹریٹ یہاں آجاتا اور مرزاجی کو بری کر دیتا۔

۶۴ براہین احمدیہ میں فتح مقدمات کی پیشگوئی تھی مجھے فتح ہوتی رہی۔

۱۰۱ کرم دین کے فوجداری مقدمہ کے لئے جہلم جا رہا تھا تو الہام ہوا اُریک برکات من کل طرف جہلم میں مجھے قریباً دس ہزار آدمی دیکھنے آیا ۱۱ سو مرد اور دو سو عورت نے بیعت کی۔ (جھوٹ سفید جھوٹ اس کے متعلق ہم آگے چل کر بحث کرینگے۔ مقدمہ میں مجھے بریت ہوئی۔

۱۱۸ کرم دین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کے لئے گورداسپور گیا تو مجھے الہام ہُوا۔ یسئلونک عن شانک

قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون اپنی جماعت کو یہ الہام سنا دیا خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی بھی موجود تھے۔ (خواجہ کے گواہ ڈوڈو) کچہری میں گئے تو فریق ثانی کے وکیل نے سوال کیا کیا آپ کی شان اور مرتبہ ایسا ہے۔ جیسا تریاق القلوب میں لکھا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے۔ جو اس نے یہ مرتبہ مجھے عطا کیا ہے۔ تب وہ صبح کا الہام پورا ہو گیا۔ (یہ ہے حضرت اقدس کا سفید جھوٹ آپ کے ہر دو بیانات حلفی آگے بجنسہ درج ہونگے۔ ان میں نہ اس سوال کا ذکر ہے نہ جواب کا۔ ایسے الہامات اور ایسے اقوال کا کیا کہنا۔ پیغمبر تو جھوٹ نہیں کہا کرتے۔ مرزا جی عجیب نبی ہیں کہ تانا بانا سب جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔

ص ۱۷۰ ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو رات کے وقت یہ فکر ہو رہی تھی۔ کہ مقدمات کرم دین کا کیا انجام ہو گا۔ الہام ہوا ان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔

ص ۱۷۹ مولوی کرم دین کے مقدمہ میں جو گورداسپور میں ہوئے کرم دین لئیم اور کذاب کے معنے سنگین بیان کرتا تھا۔ بمعنے خفیف۔ انہیں دنوں الہام ہوا سے معنے دیگر نہ پسندیم ما۔ آخر فیصلہ میں ہمارے معنے پسند کئے گئے۔

ص ۱۸۰ ایک دفعہ ۱۹۰۲ء میں الہام ہوا یریدون لیطفؤا نورك و تتخطفوا عرضك وانی معك وامع اهلك انہیں دنوں میں نے خواب دیکھا کہ تین تو ی ہیکل سنڈھے (پنجابی اردو) مجھے مارنے کو کھڑے ہیں۔ ایک نے اُن سے مجھ پر حملہ کیا میں نے ہٹا دیا۔ پھر دوسرے نے حملہ کیا وہ بھی ہاتھ سے ہٹا دیا تیسرا بڑی شدت سے آیا قریب آیا تو دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اور میں اس کے ساتھ رگڑ کر (پنجابی) اس کے پاس سے گذر گیا۔ پھر القا ہوا رب کل شیء خادمك الخ اس سے سمجھا کہ کوئی مجھ پر مقدمہ ہو گا۔ آخر کرم دین نے جہلم میں مجھ پر مقدمہ کیا مقدمہ سخت تھا میرے کشف کے مطابق اس میں تین وکیل تھے۔ (اس مقدمہ میں تین نہیں بلکہ سات وکیل تھے البتہ جس وقت وکلاء مرزا نے مسل دیکھی اس وقت تین تھے۔ وہی بات ذہن میں تھی۔ کشف بن گیا) آخر کار مقدمہ خارج ہو گیا۔ (غور کیجئے مقدمہ خارج ہونے کو کتنے نمبروں میں بار بار بیان کر کے نشانات کے نمبروں میں اضافہ کیا گیا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں صرف دو مقدمات (جہلم و گورداسپور) کا بار بار اعادہ کر کے گیارہ نشانات بنائے گئے ہیں۔ بات کا بتنگڑ اسی کو کہتے ہیں۔ بچارے کیا کریں براہین احمدیہ کے خریدار تین سو دلائل حقانیت اسلام مانگتے ہیں۔ وہ تو نہ لکھے جا سکے ان کو نشانات کی شکل میں لا کر خریداروں کی آنکھ میں خاک جھونکنے کی کوشش کی گئی ایک ایک واقعہ کے بارہ بارہ پندرہ پندرہ نمبر دکھلائے گئے پھر بھی تین سو کی تعداد پوری نہ ہوئی۔ خسر الدنیا والآخرہ

مرزاجی کا پیشگوئی مقدمات سے انکار

اب جب جناب والا کو مقدمات سے مر مر کر نجات ملی پیشگوئیوں کی بھرمار ہونے لگی ہے لیکن دوران مقدمہ میں ایسی کوئی پیشگوئی ہونے سے صاف انکار فرماتے رہے چنانچہ آپ نے جو بیان حلفی بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین جرم ۴۲۰ تعزیرات ہند عدالت لالہ چندو لال صاحب مجسٹریٹ میں بحیثیت گواہ صفائی لکھایا اس میں صاف بیان کیا "مواہب الرحمٰن جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔ اس سے پہلے لکھی گئی تاریخ لکھنے کی یاد نہیں ہے کیونکہ بشریت ساتھ ہے۔ اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ کتاب کب چھپی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کب لکھی گئی اور کب شروع ہوئی۔ البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جب جہلم گیا تھا تو اس وقت یہ کتاب ساتھ گئی تھی یعنی چھپی ہوئی تھی ص۱۲۹ مواہب الرحمٰن میں نے دیکھی اس میں کرم الدین کا حوالہ ہے۔ مقدمہ کا ذکر نہیں ہے مگر اگلے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے جو کرم الدین کی طرف سے ہوا" اس بیان میں آپ نے کتنے ہیر پھیر کئے۔ پہلے صاف فرمایا کہ ص ۱۲۹ پر مقدمہ کا ذکر نہیں ہے حالانکہ اب اسی صفحہ کی عبارت کو مقدمہ کی پیشگوئی بتایا جاتا ہے آخر مجبور ہو کر دبی زبان سے کہنا پڑا کہ صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے۔ اگر یہ پیشگوئی منجانب اللہ تھی تو کیوں نہ صاف صاف فرما دیا۔ یہ تو مقدمہ فوجداری کرم الدین کی نسبت پیشگوئی تھی جو پوری ہوئی ہے اور مقدمہ خارج ہو گیا۔

اب دیکھئے حکیم الامتہ مولانا نور الدین خلیفہ اول اس عبارت کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے جو بیان حلفی بمقدمہ مولوی کرم الدین بنام مرزا غلام احمد بہ حیثیت گواہ صفائی بعدالت لالہ آتما رام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور میں لکھایا اس میں صاف لکھاتے ہیں۔ کہ اس میں مقدمات کا کچھ تعلق نہیں نہ تین حالی سے مراد تین وکیل ہیں بیان یوں ہے۔ "میں نے یہ کتاب مواہب الرحمان پڑھی ہے مثل عربی خوانوں کے جو اس کتاب کو سمجھ سکتے ہیں میں سمجھا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے (۱) ایک لئیم اور بہتان والے آدمی کے متعلق (۲) وہ تیری آبروریزی کرنے کا ارادہ کرتا ہے (۳) آخر وہ تیر انشانہ بنیگا (۴) ہم نے تین آدمی تجویز کئے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے تیری اہانت ہو۔ (۵) کہ میں ایک محکمہ میں حاضر کیا گیا ہوں (۶) آخر میں نجات ہوگی یہ واقعات بالکل الگ الگ ہیں۔ اس کو پڑھ کر یقین نہیں ہو سکتا کہ کس بات کی بابت یہ بیان ہے کرم دین کے نام کا بھی یقین نہیں ہوتا۔ اگر واقعات اور اخباروں کو مد نظر نہ رکھا جاوے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا پتہ لگتا ہے۔ بعد آخری سطر ص ۱۲۹ کے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ کرم الدین نے سلب امن کا ارادہ کیا ہے۔ اور دکان کے لئے کچھ مال رکھا ہے۔ اور کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا ہے واقعات کے لحاظ سے

میں یہ سمجھا کہ تنسیم اور بہتان باندھنے والا خطوط اور سراج الاخبار سے پیدا ہوگا۔ سو آبرو ریزی کا ارادہ انہی خطوط واخباروں کا نتیجہ ہے۔

پھر آخیر میں فرماتے ہیں ذلک انتظار عذاب سے اس کی تعیین ہوا۔ مجھے نہیں ہوئی۔ سو واقعات نے تصریح نہیں کی کر کیا ہیں۔ سو واقعات کے قرآن نے بتلایا کہ شہاب الدین۔ پیر صاحب اور ایڈیٹر سراج الاخبار یہ تین مددگار ہیں ارادہ توہین ہوا بذریعہ خطوط اخبار اور مقدمہ بمقام جہلم۔ کتاب سے کسی مددگار کا پتہ نہیں چلتا۔ وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے۔ بجواب وکیل ملزمان۔ جس غرض کے لئے کرم دین نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی اس سے مراد یہ ہے کہ خط اور مضمون کرم دین کا قرار دیا گیا۔

دیکھئے خلیفہ اول نے کیسا صاف الفاظ میں ساری پیشگوئی پر پانی پھیر کر مرشد کی ساری کارروائی کو غارت کر دیا۔ آبرو ریزی سے مراد مقدمہ نہیں خطوط واخبار بیان کئے اور تین مددگار وکیل نہیں بلکہ شہاب الدین پیر صاحب اور ایڈیٹر سراج الاخبار قرار دئے گئے۔ اور کھلے الفاظ میں مرزا صاحب کے قول کی تکذیب کرتے ہوئے فرما دیا کہ وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے۔ اور کرم دین کا نشانہ بننے سے یہ مراد نہیں کہ مقدمہ میں سزا ہوئی۔ بلکہ یہ کہ خط واخبار کا مضمون اس کے قرار دیئے گئے۔ کیا مرزائی صاحبان خلیفہ اول حکیم الامت کے اس بیان کی تصدیق کرتے ہوئے تسلیم کرینگے کہ مقدمات کے متعلق پیشگوئی ہونا اور ثلثۃ حماۃ (تین مددگار) سے تین وکیل مراد ہونا قطعاً غلط ہے نہ کوئی پیشگوئی تھی نہ کوئی الہام تھا ایسے گول مول الہامات اور پیشگوئیاں تو وارڈ بو بھی کر دیا کرتے ہیں اور واقعات کے بعد ان کو اپنے مطلب کے مطابق کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اب مرزا جی کے حلفی بیان اور مولانا نور الدین کے حلفی بیان کے بعد یہ ساری بنیاد جو نشانات کی تعمیر کے لئے قائم کی گئی تھی۔ بالکل متزلزل ہو جاتی ہے

فیضی کی وفات کی پیشگوئی

اسی طرح مرزا صاحب نے حسب عادت وفات فیضی کو بھی دو نمبروں میں بیان کر کے نشانات کی تعداد بڑھائی ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی ص ۲۲۸ میں ہے۔

۱۳۲ ایسا ہی مولوی محمد حسن بھین والا میری پیشگوئی کے مطابق مرا جیسا کہ میں نے مفصل اپنی کتاب مواہب الرحمن میں لکھا ہے۔

۱۳۳ مولوی محمد حسن بھین والے نے میری کتاب اعجاز احمدی کے حاشیہ پر لعنت اللہ علی الکاذبین لکھ کر اپنے تئیں مباہلہ میں ڈالا چنانچہ اس تحریر پر ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ مر گیا۔ (تعجب ہے کہ صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین لکھنے والا جس میں مرزا جی کا نام تک نہیں ہے مباہلہ کی زد میں آگیا لیکن مولوی ثناء اللہ جن سے

شدومد سے مباہلہ کیا گیا۔ اور ڈاکٹر عبدالحکیم جو اس سے سخت سنگین کلمات مرزا جی کی نسبت استعمال کرتے رہے اُن کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ بلکہ مرزا جی ان سے پہلے خود چل بسے۔

عدالت میں اس پیشگوئی سے انکار

لیکن تعجب تو یہ ہے کہ مرزا جی نے عدالت میں مولوی محمد حسن کی نسبت پیشگوئی کرنے سے بھی صاف انکار کیا اب کس منہ سے ان کو اپنی پیشگوئی کا مصداق قرار دے رہے ہیں مگر شرم چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین مرزا جی کا جو حلفی بیان بحیثیت گواہ صفائی عدالت لالہ چندو لال صاحب مجسٹریٹ میں ہوا اس میں یوں ارشاد ہے۔

"الہام انی مہین من اراد اہانتک کئی سال پہلے مجھ کو ہوا تھا یعنی مقدمات سے کئی سال پہلے یہ پیشگوئی من قام للجواب و تنمر فسوف یری انہ تندم و تذمم فیضی کی نسبت نہیں ہے۔ پھر آگے چلکر فرماتے ہیں سوال یہ دونو الہام آپ کے سچے ہوئے کہ نہیں؟ متعلق مولوی محمد حسن اور پیر مہر علیشاہ۔ جواب پہلے میں نے قبل سراج الاخبار شائع ہونے کے خیال کیا تھا۔ کہ یہ دونو الہام سچے ہو گئے ہیں مگر سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد میں نے یقین کر لیا۔ کہ یہ میری رائے غلط نکلی۔ کیونکہ پیشگوئیوں کا مصداق قائم کرنا اکثر رائے سے ہوا کرتا ہے۔ یہ بات صرف رائے کے متعلق ہے نفس پیشگوئیوں کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

پھر اب اس حلفی بیان کیخلاف مرزا جی کا یہ کہنا کہ مولوی محمد حسن میری پیشگوئی کے مطابق فوت ہوا ہے کس قدر دروغ بافی ہے۔

مرزائیوں کی مقدمہ بازی

اب ہم اسقدر تمہید لکھنے کے بعد اپنے اصل مقصود کی طرف آتے ہیں سو واضح ہو کہ مقدمہ بازی کا سلسلہ پہلے جناب مرزا صاحب کے حکم سے مرزائیوں نے چھیڑا۔ اس کا نام اخبارات و اشتہارات میں جہاد[۱] رکھا۔ گویا یہ ان کا قانونی جہاد تھا) اور اس جہاد کے بہانہ سے مریدوں کو خوب لوٹا چنانچہ آخری روز فیصلہ کے دن خواجہ کمال الدین صاحب بی اے وکیل مرزا نے سر عدالت تسلیم کیا۔ کہ مقدمہ بازی میں ہمارے تیس ہزار روپے صرف ہوئے ہیں ظاہر ہے کہ مرزا جی نے جیسا کہ ان کے بیانات سے ظاہر ہوگا اپنی گرہ سے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا نہ ہی

۱؎ جیسا کہ اخبار الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء ایک بعنوان "جہاد کی فلاسفی" صفحہ ۸ کالم ۳ میں درج ہے اور دوسرا بعنوان "ہمارے مقدمات" صفحہ ۱۱ کالم ۳ میں اس کی تصریح ہے۔

فریق مقدمات حکیم فضل الدین بھیروی یا شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم کی یہ حیثیت تھی کہ چندیں ہزار روپیہ کے مصارف پورے کرتے یہ سارا بوجھ مرزاجی کے خوش اعتقاد مریدوں نے برداشت کیا۔ اور پبلک کا ناحق روپیہ اس فضول کام (مقدمہ بازی) میں پانی کی طرح بہایا گیا۔

سو یہ بات کہ یہ ناگوار سلسلہ مقدمہ بازی مابین فریقین کیوں شروع ہوا۔ سو جہاں تک ہم غور کرتے ہیں درحقیقت یہ سلسلہ حسب منشاء قدرت ایزدی جاری ہوا۔ اور اثنائے مقدمات میں قدرت کے عجیب عجیب کرشمے نمودار ہوتے رہے ہر چند اس سلسلہ کو چھیڑنے والے مرزاجی بہادر اور ان کے اراکین دولت تھے۔ اور انہوں نے اس غرض سے یہ سلسلہ چھیڑا تھا کہ دنیا پر اپنا رعب قائم کرینگے اور اپنے جلیس قانونی مشیروں (وکلاء) کی قانونی قابلیت اور افراط زر اور گرم جوش جماعت کی متفقہ طاقت سے چشم زدن میں مخالف فریق کو نیست و نابود کر کے لمن الملک کا نقارہ دنیا میں بجا دینگے لیکن ان کو کیا علم تھا کہ ع۔ ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال۔ اس چھیڑ خانی کا نتیجہ ان کے حق میں آخر کیا نکلے گا۔ اگر ان کو یہ علم ہوتا۔ کہ یہ مقدمہ بازی ہمارے لئے وبال جان ہو جائیگی تو ہرگز اسکا نام نہ لیتے لیکن خدائے علیم و خبیر کو اپنی زبردست طاقت کا دکھلانا اور مرزائی پندار و غرور کو خاک میں ملانا منظور تھا۔ اور یہ کہ اس کی طاقت و جبروت کے سامنے زور و زر اور تمام انسانی طاقتیں پرپشہ کی سی بھی ہستی نہیں رکھتیں وہ چاہے تو بڑے بڑے طاقتور اور شہ زور انسانوں کو پکڑوا کر ایک ضعیف سے ضعیف انسان کے پاؤں میں ڈالدے سچ ہے وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر۔

مرزائیوں کا پہلا مقدمہ فوجداری

سو واضح ہو کہ سب سے پہلے مرزاجی کے حکم سے ان کے مخلص مرید حکیم فضل دین بھیروی نے مجھ پر زیر دفعہ ۴۱۷ تعزیرات ہند (دغا) گورداسپور میں استغاثہ دائر کیا۔ یہ مقدمہ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو رائے گنگارام صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور میں حکیم مذکور نے معرفت خواجہ کمال الدین و مولوی محمد علی وکلاء دائر کیا۔ رائے گنگارام صاحب تھوڑے عرصہ کے بعد وہاں سے تبدیل ہو گئے پھر یہ مقدمہ ان کے جانشین لالہ چندو لال صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں چلتا رہا۔ اس مقدمہ میں استغاثہ کی طرف سے علاوہ دیگر گواہاں کے مرزائی جماعت کے اعلیٰ ارکان مولوی نور الدین صاحب اور مولوی عبد الکریم صاحب کی بھی شہادتیں

سلہ رائے گنگارام صاحب خواجہ کمال الدین کے کلاس فیلو تھے اور ان مقدمات میں مرزائیوں کی بہت کچھ پاسداری کرتے تھے چنانچہ ہم نے ہائیکورٹ کی عدالت منتقل کرنیکے لئے چیف کورٹ میں درخواست بھی کی تھی اسی اثنا میں وہ گورداسپور سے تبدیل ہو گئے اس لئے اگر ہمارا دعوی بھی ثمیت کا ہوتا تو بھیا گو مرزا صاحب نے کہا کہ لالہ چندو لال ہماری پیشگوئی کے مطابق تبدیل ہو گئے ہیں تو ہم بھی کہہ سکتے کہ رائے گنگارام ہماری ہو جانے سے تبدیل ہو گئے۔ لالہ چندو لال تو مرزائیوں کے [illegible] مرزا صاحب پر [illegible] کر تبدیل ہوئے لیکن گنگارام ہر دن کسی کارروائی کے چلے گئے۔ ع

گذریں۔ اور نیز بابو غلام حیدر تحصیلدار کی بھی شہادت ہوئی۔ اور صفائی کی طرف سے اس مقدمہ میں بانئے سلسلہ مرزائیہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کی بھی شہادت گذری۔ اس مقدمہ میں فتح و نصرت کے الہامات بارش کی طرح نازل ہوتے رہے لیکن نتیجہ یہ ہُوا کہ مقدمہ خارج اور ملزم عزت کیساتھ بری کر دیا گیا مرزاجی کے الہامات کے پرخچے اڑ گئے اور دنیا میں فریق مقابل کی فتح وظفر کا نقارہ بج گیا یہ فیصلہ عدالت لالہ چندو لال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول سے ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء کو صادر ہُوا مرزائیوں کو اس مقدمہ میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا ہُوا اور بے انداز روپیہ صرف ہُوا نتیجہ مقدمہ کے متعلق ہم وہ مضمون درج ذیل کرتے ہیں جو اس موقعہ پر سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۱۸ر جنوری سنہ ۱۹۰۴ء میں شائع ہُوا تھا

مولوی کرم الدین صاحب کی فتح

۱۴ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کو مرزائیوں کا وہ الہامی مقدمہ فوجداری جو منجانب حکیم فضل دین مرزاجی کے خاص حکم سے برخلاف مولوی صاحب موصوف دائر کیا گیا تھا۔ اور جو ۱۴ ماہ سے چل رہا تھا۔ اور جس کی نسبت مرزاجی کو متواتر نصرت و فتح کے الہامات بارش کی طرح برس رہے تھے آخر کار انصاف مجسم حاکم جناب بابو چندو لال صاحب بی اے مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت سے خارج ہو گیا۔ اور مولوی صاحب عزت سے بری ہو گئے۔ اس تاریخ کو بہت سے احمدی جماعت کے ممبر دور دور سے مسافت طے کر کے آخری حکم سننے کے لئے جمع ہو گئے تھے اور منتظر تھے کہ مرزاجی کا تازہ نشان (فتح مقدمہ) دیکھیں لیکن صاحب مجسٹریٹ کا یہ حکم سن کر سب کے رنگ فق ہو گئے۔ اور وہ سب امیدیں جو مرشد جی نے مدت دراز سے فتح اور ظفر کی دلا رکھیں تھیں خاک میں ملگئیں۔ اور مرزا جی کے الہام کی قلعی کھل گئی۔

کیوں جی مرزائی صاحبان سچ بتلایئے گا وہ الہام جاءک الفتح ثم جاءک الفتح کیا ہوا اور وہ مجموعہ فتوحات کا وعدہ کہاں اڑ گیا۔ اور انجام مقدمات کی پیشین گوئی کیا ہوئی اور ان تازہ الہامات مشتہرہ الحکم ۱۷ و ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء ہماری فتح ہمارا غلبہ ظفر من اللہ و فتح مبین وغیرہ وغیرہ کا کیا حشر ہُوا۔ آپ کے حضرت حجۃ اللہ نے تو جیسا کہ الحکم مذکور میں چھپا خواب میں اصحاب القبور (مردگان) کے سامنے بھی ہاتھ جوڑے اور دعائیں کرائیں لیکن افسوس کہ وہ سب محنت اکارت گئی سچ ہے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ کیا مرزائی صاحبان اس معاملہ پر غور نہیں فرماوینگے یارو خدارا انصاف الیس منکم رجل رشید ذرا مرزاجی سے یہ تو پوچھئے گا کہ آپ نے خود انجام مقدمات کی پیشگوئی اس آیت سے فرمائی تھی۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ اب آپ ہی فرمایئے اہل تقوی آپ بنے یا آپ کے مخالف میدان تو مولوی صاحب جیت گئے۔ خدا کی نصرت انکی یاور ہوئی۔ پھر یا تو آپ کو اپنے ملہم پر صاف بدظن ہو جانا چاہیئے یا اسکا فیصلہ

مان لیجیئے کہ فتح آپ کے خلاف ہے۔ ایک اور آیت بھی آپ نے الحکم میں اس مقدمہ کی پیشگوئی میں شائع فرمائی تھی۔ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل وارسل علیھم طیرًا ابابیل ترمیھم الخ سو اب آپ ہی تشریح فرمائیے کہ اصحاب الفیل اس موقعہ پر کون ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں مظفر و منصور کون ہم تو گورداسپور میں جہاں تک دیکھتے رہے۔ آپ کی ہی پارٹی بڑے کرّ و فر سے رتھوں اور گاڑیوں پر سوار ہو کر آتی تھی۔ پھر آپ کی نسبت طیرًا ابابیل کا خیال کرنا تو نہایت بے ادبی ہے البتہ پہلی شق کی کوئی وجہ نکل سکتی ہے تو براہ مہربانی اس الہام کی پوری تفسیر کر دیجیئے گا مرزائی صاحبؑ مانیں یا نہ مانیں دنیا میں تو اب مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب کی فتح کا ڈنکا بجگیا۔ اور مرزاجی کا وہ طلسم اعجاز دعوئے الہام ٹوٹ گیا۔ الحق یعلو ولا یعلی۔ اب تو مرزائی صاحبان کو مرزاجی سے صاف کہدینا چاہیئے۔ ؎ بس ہو چکی نماز مصلّے اٹھائیے۔

افسوس ہے کہ مرزاجی کے جری سپاہی خواجہ کمال الدین صاحب وکیل کی یکسالہ محنت اکارت گئی۔ اور بر خلاف انکے فاضل وکلا جناب سید میر احمد شاہ صاحب پلیڈر بٹالہ اور شیخ نبی بخش صاحب پلیڈر گورداسپور۔ بابو مولامل صاحب بی اے وکیل گورداسپور نے میدان جیت لیا۔ ہم ان وکلاء صاحبان کو تہ دل سے مبارک باد دیتے ہیں۔ اور ان کی محنت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور پھر صدہا مبارک باد مولانا صاحب مولوی محمد کرم الدین صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایک زبردست فتح حاصل کی (راقم ایک گورداسپوری)

اس مقدمہ میں بہت بڑی زک مرزائیوں کو ایک یہ ملی تھی کہ مقدمہ صرف اس غرض سے چھیڑا گیا تھا کہ حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ جنکے باعث مرزاجی لاہور کی بحث سے فرار کے باعث سخت شرمندگی اٹھا چکے تھے۔ اور پھر سیف چشتیائی کے باعث مرزاجی کی علمی پردہ دری ہو چکی تھی) کو عدالتمیں بلوایا جائے اور جرح وغیرہ سے انکو بیوجہ تکلیف دیجائے۔ لیکن باوجود مرزائیوں کی بے انتہا کوششوں اور درخواست پر درخواستیں گذرنے کے پیر صاحب عدالت میں نہ طلب ہو سکے۔ جو پیر صاحب کی کرامت کا بہت بڑا نشان اور مرزا کی ناکامیابی کا بھاری نمونہ قیامت تک یادگار مقدمہ رہیگا۔

مرزائیوں کا دوسرا مقدمہ فوجداری

دوسرا مقدمہ بھی مرزا صاحب کے اسی مخلص جان نثار نے ۲۹ جون ۱۹۰۲ء کو بذریعہ مسٹر اوگارمن بیرسٹر ایٹ لاء لاہور و خواجہ کمال الدین وکیل عدالت لالہ چندولال صاحب مجسٹریٹ میں دائر کیا۔ اور اس مقدمہ کی بنا اس سے شروع ہوئی کہ حکیم فضل الدین کا بیان بمقدمہ ۷ ۱۴ تعزیرات ہند ہو رہا تھا جرح کیوقت اس کے ایک بیان کی تردید کیلئے ہم نے کتاب نزول المسیح کے چند اوراق پیش کر دئے۔ چونکہ اس سے اسکے پہلے بیان

کی تکذیب ہوتی تھی اسلئے اس نے اسوقت اس کتاب کی ملکیت سے صاف انکار کیا۔ چنانچہ لکھایا کہ کتاب
نزول المسیح جو ملزم نے پیش کی ہے اور جسپر نشان اے نمبرا کا ہے اس کا پہلا ورق ہمارے مطبع کا معلوم
ہوتا ہے باقی اوراق کی نسبت میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مطبع کے چھپے ہوئے ہیں۔ پھر لکھایا کہ نزول المسیح کی
کاپی جو ملزم کی طرف سے پیش ہوئی ہے جسپر میں اعتبار نہیں کرتا ممکن ہے کہ ہمارے مطبع کے کاتب سے
مگر لکھائی ہو یا کسی اور کاتب سے لکھائی ہو جس کا خط ایسا ہی ہو استاد کاتبوں کے خط مشابہ ہوتے ہیں
یہ بیان ۲۲ جون ۱۹۰۳ء کا ہے پھر ۹ جون ۱۹۰۳ء کو بعد صلاح و مشورہ ان اوراق کو مال مسروقہ
ظاہر کر کے زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کیا گیا اور لکھایا کہ یہ کاپی ہماری ملکیت ہمارے ہی مطبع
کی چھپی ہوئی اور ہمارے ہی کاتبوں نے لکھی ہے۔ یہ ہے صداقت مرزائی اراکین کی۔

یہ مقدمہ کیوں دائر کیا گیا

یہ بے وجود بے بنیاد بے حیثیت مقدمہ ۹ جون ۱۹۰۳ء کو رائے چندو لال صاحب بہادر مجسٹریٹ درجہ
اول گورداسپور کی عدالت میں حکیم فضل دین کیطرف سے بذریعہ مسٹر اوگارمن صاحب بیرسٹر ایٹ لاء و خواجہ کمال الدین صاحب
وکیل دائر کیا گیا۔ ہو دیکی تحقیقات میں ناحق عدالت کے قیمتی اوقات میں سے قریباً ۹ ماہ صرف ہوئے۔ چونکہ ۴۱۱ والے
مقدمہ کی کمزوری گواہان استغاثہ کے بیانات سے ظاہر ہو چکی تھی اور مرزائیوں کو اپنے اس مقدمہ میں کامیابی کی امید
قریباً منقطع ہو چکی تھی۔ اور ادھر مرشد جی کیطرف سے بنت سے الہامات فتح و نصرت کے پیش از وقت شائع ہو چکے
تھے اسلئے بمصداق الغریق یتشبث بالحشیش انہوں نے یہ دوسرا مقدمہ بے حقیقت دائر عدالت کر دیا۔
باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے کہ چند اوراق نزول المسیح جنکی قیمت چار آنے بھی نہیں ہو سکتی، کی چوری کرنے یا کرانے
کی فریق ثانی کو کیا ضرورت تھی اور اتنے دور دراز فاصلہ سے ایسے ناچیز مال کی چوری کرنا یا کرانا کسطرح باور کیا
جا سکتا ہے اور طرفہ یہ کہ فضلدین جو مقدمہ ہذا میں مستغیث گردانا گیا پہلے اپنے حلفی بیان میں اس کتاب کی ملکیت
سے انکار کر چکا تھا جس کی تفصیل آگے گذر چکی ہے
لیکن ان کے نقطۂ خیال میں یہ تھا کہ دفعہ مقدمہ ہذا ایسی ہے کہ محض مقدمہ دائر کر دینے سے ہی فریق ثانی کو
بہت کچھ نقصان پہنچا سکتی ہے جرم ناقابل ضمانت ہے مستغاث علیہ زیر حراست رہیگا اور بمصداق تا
تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ جبتک کہ تحقیقات میں مقدمہ کی حقیقت کھلے گی اس سے پہلے ہی مرشد
جی کے مشہور الہام انی مھین من اراد اھانتک کا کرشمہ ظاہر ہو جاویگا۔
لیکن خداوند کریم کا ہزار شکر ہے کہ عنان اختیار ایک ایسے متدین نکتہ رس انصاف مجسم حاکم بابو چندو لال
صاحب بی اے مجسٹریٹ کے ہاتھ میں تھی جنہوں نے ہر حال میں انصاف کو اپنا جزو ایمان سمجھا ہوا تھا۔ انہوں نے

مقدمہ کی حقیقت پر نگاہ ڈال کر اپنے مجسٹریٹی اختیارات کو جائز طور پر استعمال فرمایا۔ اور اس بے وجود مقدمہ میں بجائے اجرائے وارنٹ بلا ضمانت کے وارنٹ ضمانتی جاری فرمایا۔ تاہم مرزائی جماعت نے یہ بھی غنیمت سمجھا اور وارنٹ دستی حاصل کر کے تعمیل کے لئے ایک مخلص حواری شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم کو مامور کر دیا کہ خود فریق ثانی کے دیہہ مسکن میں بذریعہ پولیس پہونچکر تعمیل کرالے۔ تاکہ وہاں کے باشندگان یہ کارروائی دیکھیں اور اس کی خفت ہو۔ لیکن خداوند کریم کو چونکہ یہی منظور تھا کہ شیخی باز پارٹی اپنے تمام منصوبوں میں ناکام رہے اور فریق ثانی پر اسکا کوئی جادو نہ چل سکے۔ اتفاق سے مستغاث علیہ ان دنوں میں اپنے دیہہ مسکن میں موجود نہ تھا اس لئے مسٹر تراب صاحب دور دراز فاصلہ کی صعوبات سفر برداشت کر کے موضع بھین[ل] میں پہنچے۔ اور ہر چند وہاں دشوار گذار کھنڈرات میں دن بھر بھٹکتے اور خاک چھانتے پھرے لیکن دل کی اُمنگ پوری نہ ہوئی۔ مستغاث علیہ کا تہ نہ ملا آخر اپنے ارادہ میں ناکام خود کردہ پشیمان ہو کر بے نیل مرام بحسرت قہقری اپنے دارالامان قادیان میں بصد حسرت و ارمان لوٹ آئے۔ الغرض یہ بے اصل استغاثہ دائر ہونے اور اسکی کارروائی شروع ہوجانے پر مرزائی جماعت بڑی خوشیاں منارہی تھی۔ اور بڑی بے صبری سے انتظار کیا جا رہا تھا کہ اگر پہلے نہیں تو اختتام شہادت پر مستغاث علیہ ضرور زیر حراست ہوگا۔ اور مرزائیوں کے دل ٹھنڈے ہونگے چنانچہ اختتام شہادت کے موقعہ پر اخبار الحکم نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ اگر خدا نے چاہا تو ۲۴ اگست کا پرچہ ایک خاص پرچہ ہوگا۔ دیکھو الحکم۔ لیکن ہم اس ذات پاک جل و علا شانہ کی کمال قدرت پر قربان ہیں جس نے اس زبردست پارٹی کو باوجود انکی انتہائی سعی و طاقت خرچ ہونیکے اپنے ارادوں میں ناکامیاب رکھ کر اپنی پاک کلام وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر

ل افسوس کہ مسٹر تراب نے ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مختلف مقاصد کے لئے اس وحشتناک سفر میں مبتلا ہوئے۔ اور کبھی جکوال کبھی دوہمن کبھی بھین اور کبھی بادشاہاں ادھر اُدھر صحرا نوردی فرماتے رہے۔ لیکن ایک دفعہ بھی فائز المرام نہ ہوئے اور ہر ایک دفعہ بہت سی تکالیف برداشت کر کے یوں ہی واپس ہونا پڑا کاش مرزا جی کا علم پہلے ہی سے ان کو آگاہ کر دیتا کہ میاں کاہیکو تکلیف اٹھاتے ہو تم نے اپنے ارادوں میں نامراد ہی رہنا ہے اور یا اگر اس علم میں کوئی طاقت تھی تو ان کی مدد کرتا اور فوراً ان کا مطلب پورا کر دیتا۔ نہایت عجب ہے کہ مقدمات کی اتنی لمبی دوڑ میں فریق ثانی کو ایک دفعہ بھی قادیان جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور مرزائی جماعت کو کم سے کم چھ سات دفعہ موضع بھین کی زیارت ہوئی اور کرنی پڑی اور یاتون الیک من کل فج عمیق کا الہام بجائے دارالامان قادیان کے الٹا موضع بھین پر صادق آتا رہا یہ سنکر ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مرزائی جماعت کے بعض صاحبان کئی رنگ بدل بدل کر بھین میں مقدمہ کا مصالحہ لینے کیلئے گئے۔ چنانچہ ایک جعلی مرید ایکدفعہ پٹھانوں کے لباس میں بغچہ اٹھا کر جنگ فروشی کے بہانہ سے کوبکو دربدر خراب ہوتا رہا اور کئی دنوں تک ٹکر گدائی کرتا رہا لیکن آخر بیچارہ وہ بھی ساحل مقصود پر نہ پہنچا اور پھر ایکدفعہ وہی شخص سارجنٹ پولیس بنکر رات کو موضع بھین میں گیا لیکن آخر مصداق ع بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ۔ من انداز قدت را می شناسم۔ آخر تاڑنے والے تاڑ گئے کہ کشمیری بہروپ سوانگ بھر رہا ہے کیا ایک راستباز کے متبعین کو ایسی چالبازیاں کرنا جائز ہیں۔ ہرگز نہیں۔ عبرت عبرت عبرت

کی تصدیق کرادی اور ان کے سارے دعوی اور پندار خاک میں ملا دیئے۔ ایسی نظائر سے گورنمنٹ عالیہ کے قابل قدر قوانین کی بھی داد دینی پڑتی ہے کہ اس نے اپنی روشنضمیری سے قانونی اختیارات کے برتنے والوں (حکام) کو مجاز کر دیا ہوا ہے کہ وہ محل کو دیکھ کر جیسا کہ موقعہ دیکھیں اختیار برتیں۔ ورنہ ایک شخص کے لئے کیسا آسان طریق ہے کہ کسی بیگناہ شریف شخص کے ذمے اپنی ذاتی عداوت کی وجہ سے کسی سنگین تر الزام کو تھوپ کر اسکی عزت کو غارت کر دے۔ قابل تعریف ہیں وہ حکام جو اختیارات عطا شدہ کو برمحل اور جائز طور پر استعمال میں لاتے ہیں۔

اس استغاثہ کی تائید میں جتنے گواہ گذرے ہیں وہ سارے کے سارے مرزا صاحب کے مخلص مرید حکیم فضلدین مستغیث کے پیر بھائی تھے جو اس جہاد (مقدمہ بازی) میں حصہ لینے کی غرض سے بدوں طلبی عدالت مختلف و دور دراز شہروں سے تشریف لا کر تائید استغاثہ میں گواہ بنے تھے۔ اور یہ سنکر ان سب کو افسوس ہوا ہوگا کہ ان کی شہادت نے ان کے مرشد بھائی کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ اور مقدمہ خارج ہوگیا۔ گواہان استغاثہ حسب ذیل تھے۔

خلیفہ نورالدین۔ شیخ نور احمد۔ کرم علی۔ مفتی محمد صادق۔ ظفر احمد۔ حبیب الرحمن۔ ریاست کپورتھلا۔ نیاز احمد وزیر آباد عبداللہ کشمیری امرتسر۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئے ہوس وغیرہ۔ احمد دین اپیل نویس گوجرانوالہ۔ حکیم محمد حسین لاہوری۔

ان گواہوں کی بالعموم یہی شہادت تھی کہ وہ مرزا صاحب کی تصانیف کے خریدار ہیں اور مدت سے حکیم فضلدین کی معرفت کتابیں منگوایا کرتے ہیں۔ اور کتاب نزول المسیح متنازعہ ان کے پاس نہیں پہونچی۔

ان گواہوں کے متعلق صرف اسقدر کہدینا ضروری ہے۔ کہ بالعموم اپنے بیانات میں انہوں نے لکھایا کہ نو دس سال کے زائد عرصہ سے مرزا صاحب کی تصانیف حکیم فضلدین ہی سے کتب مؤلفہ مرزا صاحب منگوایا کرتے ہیں اور اسی کو قیمت بھیجا کرتے ہیں لیکن مرزا صاحب اپنے بیان میں (مقدمہ ۷ ام) صاف لکھاتے ہیں کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو دفتر میں کتابیں تھیں ان کی فروخت کسی میرے آدمی کی معرفت ہوتی تھی۔ مگر سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد پھر میں نے یہ انتظام کیا۔ کہ یہ تمام کتابیں حکیم فضلدین کے سپرد کر دیں کہ وہ فروخت کرے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳ مقدمہ ۴۰ سطر ۸-۷۔ لیکن گواہان سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کئی سالوں سے برخلاف قول مرزا صاحب فضلدین ہی سے کتابیں لینا بیان کرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ بیان قیمت کتب میں بعض گواہان نے سخت ٹھوکریں کھائیں چنانچہ حکیم محمد حسین گواہ نے اعجاز المسیح ایک تازہ تصنیف کی قیمت ۱۲ بیان کی جسکی قیمت بقول حکیم فضلدین ۱۶ ہے۔ غرض یہ مقدمہ بھی ۷ ام والے مقدمہ کی طرح خارج ہو کر مرزا اور مرزائیوں کی رسوائی کا باعث ہوا۔

مرزائیوں کا تیسرا مقدمہ فوجداری

تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار الحکم کی طرف سے بحکم مرزا صاحب میرے اور مولوی فقیر محمد صاحب کے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ازالہ حیثیت عرفی دائر کیا گیا۔ اس مقدمہ میں صاحب مجسٹریٹ نے مستغاث علیہما کو للعہ کا جرمانہ کیا جس کی اپیل نہیں کی گئی۔ اس مقدمہ میں بھی عجیب عجیب انکشافات ہوئے۔ مرزا صاحب کو بھی شہادت صفائی میں پیش کرتے آپ پر زبردست جرح کی گئی۔ یہ بیان درج ہو گا۔ شیخ یعقوب علی تراب قادیان میں تو بڑے رکن رکین اور جنٹلمین بنے ہوئے تھے۔ لیکن ہم کو بتانے والوں نے جب آپ کا اتا پتہ بتلایا تو معلوم ہوا کہ آپ ذات کے مراسی ہیں جب سوالات جرح میں آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی ذات مراسی ہے تو خواجہ کمال الدین صاحب بڑے خفا ہو کر عدالت سے کہنے لگے کہ یہ دوسرا لائبل ہے۔ عرض کی گئی کہ آپ گھبرائیں نہیں ہمارے پاس اسکا ثبوت ہے۔ اور اسکے متعلق ہم تراب صاحب کے والد ماجد کو طلب کرا کر آپ کو ان کی زیارت کرائیں گے اور ان کے مُنہ سے اس امر کی کہ آپ مراسی ہیں تصدیق کرائیں گے۔ تراب صاحب دراصل ضلع جالندھر میں ایک موضع جاڈلہ کے باشندہ ہیں۔ پیدا ہوتے ہی برخوردار کا نام چھجو رکھا گیا آپ کے والد کا نام چٹو اور دادا کا نام تانا تھا۔ اور ذات شریف میراسی تھی۔

سوالات جرح میں تراب صاحب سے جب ذات پوچھی گئی تو آپ نے اپنے حلفی بیان میں اپنی ذات سے لاعلمی ظاہر کی اور لکھایا کہ نہیں معلوم میری قوم کیا ہے۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ آپ شیخ کیوں کہلاتے ہیں تو کہا کہ مسلمان کی حیثیت سے میں نے اپنے آپ کو شیخ لکھایا ہے۔ نہ بلحاظ قومیت کے۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ آپ کے والد صاحب کا نام چٹو ہے یا نہیں اس کے جواب میں فرمایا کہ میں نے نہیں سُنا کہ میرے باپ کا نام چٹو تھا گواہان صفائی میں آپ کے والد ماجد کو طلب کرایا گیا۔ جن کے نام کا سمن اس پتہ پر تعمیل ہو کر آیا بنام چٹو ولد تانا عرف سلطان بخش ذات مراسی ساکن جاڈلہ ضلع جالندھر جب میاں چٹو عدالت میں بنفس نفیس شہادت کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو باپ بیٹے پر نور (سیاہی) گھٹا باندھے دکھائی دینے لگا تو حاضرین مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ جب ان کی شہادت شروع ہوئی تو انہوں نے اپنی عرف چٹو تسلیم کی۔ اور ذات شیخ لکھائی۔ حالانکہ یعقوب علی صاحب قوم شیخ ہونیسے انکار کر چکے تھے۔ جرح میں آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر شیخ ہے تو مراسی آپکو کیوں کہا جاتا ہے۔ چنانچہ سمن بھی اسی پتہ پر تعمیل ہُوا تو اس کے جواب میں وجہ یہ ظاہر فرمائی کہ میرے ایک بزرگ نے میراسیوں کے گھر شادی کر لی تھی علاوہ ازیں بابو محمد افضل ایڈیٹر البدر گواہ استغاثہ نے اپنی شہادت میں صاف لکھایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یعقوب علی ذات کے مراسی ہیں

اور بھی بہت بڑی جرح ہوتی رہی۔ بہت طول طویل بیان ہُوا۔ اس وقت تراب صاحب رَبِّ لَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرٰبًا۔ کا وِرد کر رہے تھے۔ خواجہ صاحب بھی یہ حالات دیکھ سُن کر دنگ رہ گئے۔ اس مقدمہ میں بھی مرزائیوں کا بڑا روپیہ صرف ہُوا۔ بڑے بڑے ایڈیٹران اخبار اور تحصیلدار ڈپٹی گواہان گذرے آخر نتیجہ کیا ہُوا۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ تراب صاحب کی عزت کی قیمت للعہ صہ پڑی۔ دوران مقدمہ کی صعوبتیں اور ذلتیں مفت کی۔

مرزا قادیانی پر فوجداری مقدمہ

اب ہم اس معرکہ کے مقدمہ کا ذکر کرتے ہیں جو زیر دفعات ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند میرے طرف سے مرزا صاحب اور ان کے مخلص مرید حکیم فضل دین بھیروی ثم القادیانی کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا مواہب الرحمٰن کی عبارت مندرجہ صفحہ ۲۹ کی بنا پر دائر کیا گیا تھا۔ اور جس میں مرزا جی دو سال تک سرگردان و پریشان رہے۔ آخر عدالت حضۃ آتمارام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور سے مرید و مرشد کو سات سو روپیہ جرمانہ ورنہ چھ و پانچ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ اور سینکڑوں روپے اپیل پر خرچ ہو کر بمشکل جرمانہ معاف ہُوا۔

وجہ دائری مقدمہ

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مرزا جی کی زبانی سے کسی مت کسی فرقہ کا کوئی متنفس نہ بچا ہوگا۔ جو کہ ان کی گالیوں کا نشانہ نہ بنا ہو۔ بعض نے آپکو ترکی بہ ترکی سنائیں اور بعض سنجیدہ مزاجوں نے اپنی عالی وقاری سے مطلق سکوت کیا جوں جوں دوسری طرف سے خاموشی ہوتی گئی مرزا صاحب کا حوصلہ بلند ہوتا گیا اور گالیوں میں مشاق ہوتے گئے حتیٰ کہ گویا فن گالیوں کے آپ پورے امام بن گئے۔ اور گالیوں کی ایجاد میں آپ نے وہ یدطولیٰ حاصل فرمایا کہ اس علم کے آپ استاد اور ادیب مانے جانے لگے۔ اور دنیا قائل ہوگئی۔ کہ کوئی شخص امام الزمان کا مقابلہ اس فن میں کرنے کی قابل نہیں رہا ہے۔

آخر رفتہ رفتہ یہ معاملہ حکام وقت کے سامنے پیش آیا اور مختلف مواقع پر آپ کی وہ تصنیفات جو مغلظات کا ایک مجموعہ تھیں دفتر عدالت میں پیش ہوگئیں چنانچہ بعض بیدار مغز حکام نے مرزا جی کو ڈانٹا کہ مرزا جی مُنہ کو سنبھالئے اور گورنمنٹ انگلشیہ کے اصول امن پسندی کو نظر انداز نہ فرمایئے۔ عام خلائق کی دلآزاری اور ایذا رسانی سے باز آیئے ورنہ معاملہ دگرگوں ہو جائیگا ع ہاں مرزا جی عدالت کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر آئندہ کیلئے قسم کھانے لگے۔ کہ معاف کیجئے آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ اس موقعہ پر مناسب ہے۔ کہ ناظرین کی آگاہی کے لئے اس حلفی معاہدہ کی جو مرزا جی نے مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

گورداسپور کی عدالت میں داخل کیا بجنسہ نقل کیجاوے اور اسکے بعد مسٹر ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر کے فیصلہ کی نقل بھی درج کی جاوے -

نقل اقرار نامہ

میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالی حاضر جانکر باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آیندہ

(۱) میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر (ذلت کیجاوے یا مناسب طور سے حقارت ذلت) سمجھی جاوے یا خداوند تعالی کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

(۲) میں اس سے بھی اجتناب کروں گا۔ شائع کرنیسے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کیجاوے کہ کسی شخص کو حقیر (ذلیل) کرنے کیواسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الٰہی ہے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے -

(۳) میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا۔ جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الٰہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں۔

(۴) میں اجتناب کروں گا ایسے مباحثہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے برخلاف گالی گلوچ کا مضمون یا تصویر لکھوں یا شائع کروں جس سے کہ اُسکو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اس کے یا اس کے دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کرونگا جیسا کہ دجال۔ کافر۔ کاذب بٹالوی میں کبھی اس کی آزادانہ زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کروں گا جس سے اُسکو آزار پہنچے۔

(۵) میں اجتناب کروں گا۔ مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کے لئے بلاؤں۔ اس امر کے ظاہر کرنیکے لئے کہ مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے نہیں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس بات کے لئے بلاؤں گا۔ کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیشگوئی کریں۔

(۶) میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جسپر میرا اثر ہو سکتا ہے۔ اس طرح کار بند ہونے کیلئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ۱-۲-۳-۴-۵ میں اقرار کیا ہے۔ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

دستخط مرزا غلام احمد قادیانی
بقلم خود

دستخط بحروف انگریزی
کمال الدین پلیڈر

دستخط صاحب مجسٹریٹ ضلع
بحروف انگریزی مسٹر ڈوئی

نقل حکم مسٹر ڈگلس صاحب بہادر

نقل حکم مورخہ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء اجلاسی جی۔ ایم ڈبلیو۔ ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو متنبہ کیا جاتا ہے۔ کہ اگرچہ بمقدمہ ڈاکٹر کلارک صاحب ان کے برخلاف کافی شہادت نہیں ہے کہ ان سے ضمانت حفظ امن کی لی جاوے لیکن جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے۔ کہ وہ فتنہ انگیز ہے دراں حالیکہ کوئی شہادت اس کے باور کرنے کیواسطے نہیں ہے کہ مرزا صاحب خود یا کسی دیگر شخص کی معرفت نقص امن کرینگے۔ مگر ان کی تحریرات اس قسم کی ہیں کہ انہوں نے بلاشبہ طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے۔ اور مرزا صاحب کو ذمہ وار ہونا چاہیے کہ یہ تحریرات ان کے مریدان پر کیا اثر رکھیں گی پس مرزا صاحب کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ملائم اور مناسب الفاظ میں اپنی تحریرات کو استعمال کریں۔ ورنہ بہ حیثیت صاحب مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کارروائی کرنی پڑے گی۔

دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود
دستخط صاحب مجسٹریٹ ضلع مسٹر ڈگلس صاحب

سو یہ دو نومر حلے جو مرزاجی کو ہر دو صاحبان ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کی عدالتوں میں مختلف اوقات میں پیش آئے مرزاجی کو آئندہ عبرت دلانے کے لئے کافی تھے۔

لیکن خدا کے جری (مرزاجی) کی شان والا سے بمراحل بعید تھا کہ آپ تحریرات کے پابند رہتے افسوس کہ نہ تو آپ نے اس بات کی پرواہ کی کہ انہوں نے حضور گورنمنٹ عالیہ کے ذمہ وار افیسروں کے سامنے معاہدہ کیا ہے جو در اصل گورنمنٹ کے سامنے تھا۔ اور سلطان وقت کے حکم کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اور نہ ہی اس بات کا خیال کیا کہ وہ نہ صرف مسٹر ڈوئی صاحب کے سامنے معاہدہ کر رہے تھے بلکہ احکم الحاکمین کو حاضر ناظر جان کر (جیسا کہ شروع میں لکھا ہے) حلفاً اقرار کیا تھا جو درحقیقت خدائے پاک سے معاہدہ تھا۔ اور ایفائے عہد ایک ضروری امر ہے اور عہد کا توڑنے والا بزرگ تو بجائے خود مسلمان کہلانے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ بلکہ علامات منافق میں داخل ہے۔ اذا عاھد غدر۔ اور قیامت میں عہد شکن جو (خدا سے گویا غدر کرنیوالے ہیں) اس سزا کے مستوجب ہونگے۔ جو رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ لکل غادر لواء عند استہ یوم القیامۃ یعنی غادر (عہد شکن) کے چوتڑوں میں قیامت کے روز جھنڈا ہوگا جو اس امر کی منادی کے لئے ہوگا۔ کہ یہ عہد شکن غادر تھا۔

الغرض مرزا صاحب نے ہرگز اس اپنے معاہدہ حلفی کا پاس نہ کیا۔ اور نہ ہی مسٹر ڈگلس صاحب کی تنبیہ کا ہی کچھ خوف کیا۔ بے دھڑک اسی پیمانہ پر آپ کی تحریرات شائع ہوتی رہیں اور خلق خدا کو ایذا پہنچاتی رہیں اسباب کی تعداد بے تعداد ہیں جو مرزا صاحب کی تصانیف پڑھنے والوں پر اظہر من الشمس ہیں۔ لیکن ہم اس موقعہ پر صرف ایک ہی نظیر کیطرف ناظرین کو توجہ دلائیں گے۔ جس سے وجہ دائری مقدمات فریقین بھی ظاہر ہوگی۔

موضع بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم میں ایک بے نظیر فاضل ابوالفیض مولوی محمد حسن صاحب فیضی تھے جو کہ اعلیٰ درجہ کے ادیب اور جملہ علوم عربیہ کے مسلّم فاضل اور مرزا کے عقائد کے مخالف تھے مولوی صاحب موصوف تقدیر الٰہی سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس جہان فانی سے رہگرای عالم جاودانی ہو گئے۔ جب مرزا کو فاضل مرحوم کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ حسب عادت خلاف معاہدہ حلفی دنیا میں ڈینگ لگانے لگے کہ فاضل مرحوم ان کی بددعا سے بہت بری موت سے فوت ہوئے ہیں اور مرزا کی پیشگوئی والہام کا نشانہ ہوئے ہیں یہ مضامین آپ نے کشتی نوح تحفہ ندوہ۔ نزول المسیح اپنی تصانیف میں خود بھی شائع کئے۔ اور اپنے راسخ الاعتقاد مرید اخبار الحکم قادیان سے بھی اخبار میں شائع کرائے۔

فاضل مرحوم سے مرزا کی ناراضگی

یہ امر کہ مرزا کا فاضل مرحوم نے کیا نقصان کیا تھا اور کیوں انکو بعد وفات برا بھلا کہنے پر مستعد ہوئے واضح ہو کہ فاضل مرحوم ایک مہذب اور عالی ظرف تھے باوجود اس کے کہ مرزا کے عقائد کے مخالف تھے کبھی کسی تحریر یا تقریر میں آپ نے مرزا سے اختلاف ظاہر کرتے ہوئے کبھی بھی سخت کلامی نہ کی تھی ان سے قصور صرف یہ سرزد ہوا کہ ایک دفعہ حسب تجویز چند اکابر اسلام آپ سیالکوٹ میں مرزاجی سے جا ملے اور آپ کے علمی کمالات (جنکا انکو ہمیشہ دعویٰ رہتا تھا) کی قلعی یوں کھولی کہ ایک بے نقط قصیدہ عربیہ منظومہ خود مرزاجی کے پیش کیا کہ آپ اسکا جواب دیں۔ مرزاجی سخت گھبرائے اور کچھ سمجھ نہ سکے کہ قصیدہ میں کیا لکھا ہے نہ کوئی جواب دیسکے مولوی صاحب مرحوم مرزاجی سے بے اعتقاد ہو کر واپس آئے اور اخبارات کے ذریعہ ساری کیفیت کھولدی اور وہ قصیدہ بھی ایک اسلامی رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں شائع کر دیا جسکو شائع ہوئے قریباً ۲ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اب تک مرزاجی یا ان کے کسی حواری کو جواب لکھنے کی طاقت نہ ہوئی۔ اور نہ ہی اس کیفیت کی جو اخبارات میں شائع ہوئی کسی مرزائی نے تردید لکھی دلچسپ بات کی تردید کیا کرتے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ قصیدہ ہدیہ ناظرین کردیں اہل علم ناظرین مرحوم کی علمی فضیلت کا اندازہ اس قصیدہ سے لگا سکیں گے۔ اور اس قصیدہ کو مرزاجی کے مدعی اعجاز کلامی کے قصائد سے مقابلہ کرنے سے ہر دو صاحبان کی قادر الکلامی اور فصاحت و بلاغت کا بھی وزن کر سکیں گے۔ اور بفحوائے مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ قصیدہ خود اس کی شہادت دیگا کہ مرزاجی اس کے جواب دینے سے عاجز ہیں۔ اور اس کا جواب دینا ان کے امکان سے باہر ہے۔ اور پیشتر اس کے کہ وہ قصیدہ لکھا جاوے سراج الاخبار ۹ مئی ۱۸۹۹ء صـ۷ سے ہم وہ مضمون نقل کرتے ہیں جو کہ فیضی مرحوم نے سیالکوٹ والی کیفیت اپنے قلم سے لکھ کر اخبار مذکور میں شائع کرائی تھی۔ وھو ھذا۔

نقل مضمون سراج الاخبار ۹ مئی ۱۸۹۹ء مشتہرہ فیضی مرحوم

ناظرین۔ مرزا صاحب کی حالت پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ وہ باوجودیکہ لیاقت علمی بھی جیسا کہ چاہیے نہیں رکھتے کس قدر قرآن وحدیث کا بگاڑ کر رہے ہیں۔ سیالکوٹ کے کئی ایک احباب جانتے ہونگے کہ ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو جب خاکسار سیالکوٹ میں مسجد حکیم حسام الدین صاحب میں مرزا صاحب سے ملا تو ایک قصیدہ عربی بے نقط منظومہ خود مرزا صاحب کے ہدیہ کیا جسکا ترجمہ نہیں کیا ہوا تھا۔ اس لئے کہ مرزا صاحب خود بھی عالم ہیں اور ان کے حواری بھی جو اس وقت حاضر محفل تھے۔ ماشاء اللہ فاضل ہیں۔ اور قصیدہ میں ایسا غریب لفظ بھی کوئی نہیں تھا اور پھر اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے۔ تو مجھے اُنکی تصدیق الہام کے لئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنادیں۔ مزید براں مسائل مستحدثہ مرزا صاحب کی نسبت استفسار تھا۔ مرزا صاحب اسکو بہت دیر تک چپکے دیکھتے رہے اور مرزا صاحب کو اسکی عبارت بھی نہ آئی۔ باوجودیکہ عربی خوش خط لکھا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک فاضل حواری کو دیا۔ جو بعد ملاحظہ فرمانے لگے۔ کہ اسکا ہم کو تو پتہ نہیں ملتا۔ آپ ترجمہ کر کے دیں۔ خاکسار نے واپس لے لیا۔ پھر زبان سے عرض کیا تو مرزا صاحب کلمۂ شہادت اور آمنت باللہ الخ مجھے سناتے رہے اور فرماتے رہے کہ میں نبی نہیں نہ رسول ہوں نہ میں نے یہ دعویٰ کیا۔ فرشتوں کو لیلۃ القدر کو معراج کو۔ احادیث کو قرآن کریم کو مانتا ہوں۔ مزید براں عقاید اسلامیہ کا اقرار کرتے رہے۔ دوسرے دن حضرت مسیح کی وفات کی نسبت دلیل مانگی تو آیۃ فلما توفیتنی۔ اور انی متوفیک پڑھ سنائی معنے کے وقت علم عربی سے تجرد ظاہر ہوا۔ یہ پوچھا گیا کہ آپ کیوں مثیل مسیح موعود ہیں آپ سے بہتر آجکل بھی اور پہلے کئی ایک ولی عالم گذرے ہیں۔ وہ کیوں نہیں اور آپ کیوں ہیں۔ تو فرمایا میں گندم گوں ہوں۔ اور میرے بال سیدھے ہیں جیسے کہ مسیح اللہ کا حلیہ ہے افسوس اس لیاقت پر یہ غل۔ جناب مرزا صاحب وقت ہے توبہ کر لیجئے۔ اخیر پر میں مرزا صاحب کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقاید میں سچے ہوں تو آئیں۔ صدر جہلم یا کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں۔ میں حاضر ہوں۔ تحریری کریں یا تقریری۔ اگر تحریر ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں۔ عربی ہو یا فارسی یا اردو۔ آپ سنئے اور سنائیے۔ راقم ابو الفیض محمد حسن فیضی حنفی ساکن بھین ضلع جہلم۔

نقل قصیدہ عربیہ مہملہ منظومہ فیضی مرحوم مشتہرہ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور

مطبوعہ فروری سنہ ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ علم آدم الاسماء کلها

لمالك ملكه حمد سلام — على رسوله علم الكمال
حمود احمد و محمد و — طهور مع او لاء و آل
اما مملوك احمد اهل علم — والهام وحلال السؤال
لودك كم مدى همع الدموع — وطا طا راس اعلام عوال
على من المدى وكم المودة — وحمل اهلها ادهى الحمال
هوالك الدهر ما دار السماء — ورامك اهله روم العسال
اطاعك عالم طوعا و سهلا — رأوك معلما سهل المال
محامدك الا واسع هم اماله — وطورا كلها ملعسل حال
هداك الله مسلك اهل ود — واعلم كل اسرار الكمال
وكم اسعوا ورا واحلالك — وكم وا دوك معد مو لو صال
وكم مدحوك لما هم اطاعوا — الى دعواك الو الا كدال
حكوا المدائح الكلم المدلل — مكارمك المها لسما معال
رسائل حرر واسطر واحلالك — وعدوك المدى اولى اوال
وهم علموك موعود الرسول — وملهم مالك مولى الموال
امام الدهر رسول الا له — ومصلح اهل عصر ملحال
دعوا على الدعاء الا اهملوا — روالموعود مسعود المسال
رسائلك الرسائل للهداء — لهم وهمهم مراك سال
كلامك للدواء لهم دواء — مروروع ما للروع صال
وما اروا حهم الا ودادك — على اسمك ورد كل كل حال
وهم رهط اولو ورع وحلم — عمائد اهل كرم والكمال
وكم عادوك ما والوك اصلا — وكم لاموك ملوم الملال

رأوا الهامك الولع الموسوس	وعدوك الملح لطمع مال
وسموك المأول للصرائح	وراد مسلم الرهط الاوال
وهاكم هوا راء العدول	الى كم لطم داماء المحال
عدول مرسلى المسعود سهل	موارده امام اولى المحال
ومحمود عطاء العالم اسماً	همام اهل امر والعدال
اوائله الكرام امام سلم	مكارمهم كاعداد الرمال
علومهم كامطار الدهور	وعلم الدهر طرًا كالطلال
دراهمك دارهم كحل المدارك	وكحل سواهم دلك الهلال
عصاهم الحسام لكل عدو	حساهم السلام لكل حال
مدى اعماله اعلام علم	واعلاء الهدى وسط الضلال
ممد للاولاء العلوم	ومعط اهلها اعداد مال
اما والله اسئلك المسائل	اسل هل لم سل اولى السوال
الاهل صار دعونك الرسالہ	كموحى الله معصوم المحال
ام اصطاد وامعاد ولك هواء	اصلهم الهوى سوء الملال
وما املا كرملك العلوم	وملهم واحد وهدى كسال
وهل كلم الرسول اصول علم	كمسطور الاله على الاصال
وهل كلم الهدى مدلولها ما	درى العلماء ملمع الدلال
ام اسرار ومسلكه معمى	وما اطلع العوام على المثال
كلام الله هل محوى العلوم	اادراها الاله لكل وال

كما ادراك ام لاعلم كلا
سوى العلام محمود وعال

اب بھی ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اس قصیدہ کا جواب اس صنعت کے عربی قصیدہ کے ذریعہ ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کرلیگی لیکن تہذیب و متانت سے جواب دیا جاوے

اس کے بعد پھر دوسری خط فیضی مرحوم سے یہ ہوئی کہ ایک مطبوعہ چھٹی کے ذریعے مرزا جی کو بڑی متانت سے ان کے اس ادعا پر کہ ان کے کلام میں قرآن کریم جیسا اعجاز ہے متنبہ کیا کہ آپ کا دعوی بچند وجوہ غلط ہے

اور نیز چیلنج کیا کہ اگر آپ میں عربی لکھنے کی طاقت ہے تو جہاں آپ مجھے بلادیں مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔ اس چھٹی کا جواب بھی مرزا کی طرف سے فیضی مرحوم کی زندگی میں ہرگز نہ ملا۔ نہ مرزاجی کو طاقت مقابلہ ہوئی وہ چھٹی بھی سراج الاخبار میں چھپی جس کی نقل درج ذیل ہے۔

نقل چھٹی فیضی مرحوم مطبوعہ سراج الاخبار ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۶

مکرمی مرزا صاحب زید اشفاقہ،

والسلام علی من اتبع الہدیٰ آپ ۲۰ اور ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کے مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ پیر مہر علیشاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر علماء کو یہ دعوت کرتے ہیں کہ لاہور میں آکر میرے ساتھ بپابندی شرائط مخصوصہ فصیح و بلیغ عربی میں قرآن کریم کی چالیس آیات یا اسقدر سورہ کی تفسیر لکھیں فریقین کو ۷ گھنٹہ سے زیادہ وقت نہ ملے اور ہر دو تحریرات ۲۰ ورق سے کم نہ ہوں۔ آپ تجویز کرتے ہیں کہ ان ہر دو تحریرات کو تین بے تعلق علماء کے حوالہ کردیا جائے گا جس تحریر کو وہ حلفاً فصیح و بلیغ کہدیں گے وہ فریق سچا اور دوسرا جھوٹا ہوگا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دو فریق کی تحریرات کے اندر جسقدر غلطیاں نکلیں گی وہ سہو و نسیان پر محمول نہیں کیجاویں گی۔ بلکہ واقعی اس فریق کی نادانی اور جہالت پر محمول کی جاویں گی مجھے آپ کے اس معیار صداقت پر بعض شکوک ہیں جنکو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(۱) کسی عربی عبارت کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی شخص اس انداز و فصاحت کی دوسری عبارت معارضہ کے طور پر نہیں لکھ سکتا آج سے پہلے صرف قرآنی عبارت کا خاصہ تھا۔ بشر کا کلام اعجاز کے حد پر نہیں پہنچ سکتا حتی کہ افصح العرب حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے کلام کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ معارضہ کیلئے فصحائے عرب کو بلایا۔ اگر مان لیا جائے کہ بجز کلام خدا کے دوسرے کلام بھی حد اعجاز تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو پھر فرمایئے کہ الٰہی کلام اور بندہ کے کلام میں مابہ الامتیاز کیا رہا۔

(۲) ہزارہا عربی کے غیر مسلم اعلیٰ درجہ کے فاضل اور منشی گذرے ہیں۔ اور ان کی تصانیف عربی میں موجود ہیں اور ان کے عربی قصائد اور نثر اعلےٰ درجہ کے فصیح اور بلیغ مانے گئے ہیں۔ کئی ایک غیر مسلم عالم قرآن کریم کے حافظ گذرے ہیں بعض غیر مسلم شاعروں کے قصائد کے نمونے میں نے اپنے ایک مضمون میں دئے ہیں جو ۱۲۹۹ھ کے رسالہ انجمن نعمانیہ میں پھر اخبار چودھویں صدی کے کئی پرچوں میں چھپا ہے۔

(۳) مجھے سمجھ نہیں آئی کہ چالیس علماء کی کیا خصوصیت ہے۔ اگر یہ الہامی شرط ہے تو خیر ورنہ ایک عالم بھی آپ کے لئے کافی ہے اور یوں تو چالیس علماء بھی بالفرض اگر آپ کے مقابلہ میں ہار جائیں تو دنیا کے علماء آپ کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کریگے کیونکہ مجددیت محدثیت۔ رسالت کا معیار عربی نویسی کسی طرح بھی تسلیم نہیں ہو سکے گی۔

(۴) تعجب کی بات ہے کہ آپ اپنے اس اشتہار کے ضمیمہ کے صـ۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مقابلہ کے وقت جو عربی تفسیریں لکھی جاویں گی ان میں کوئی غلطی سہو ونسیان پر حمل نہیں کی جاویگی۔ مگر افسوس کہ آپ خود اسی اشتہار میں لفظ محصنات کو جو قرآن کریم میں مذکور ہونے کے علاوہ ایک معمولی اور مشہور لفظ ہے۔ دو دفعہ محسنات لکھتے ہیں۔ س اور ص کی تمیز نہ ہونا اتنے بڑے دعویدار عربیت کے حق میں سخت ذلت کا نشان ہے یہ لفظ اگر ایک دفعہ غلط لکھا ہوتا تو شائد سہو پر حمل کیا جاسکتا مگر دو دفعہ غلط لکھا اور پھر شرط یہ ٹھہراتے ہیں۔ کہ دوسروں کی غلطیوں کو سہو اور نسیان پر حمل نہیں کیا جائیگا۔

اخیر میں میرا التماس ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم و نثر لکھنے کو تیار ہوں۔ تاریخ کا تقرر آپ ہی کر دیجئے۔ اور مجھے اطلاع کر دیجئے۔ کہ میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر کروں۔ مگر یاد رہے کہ کسی طرح بھی عربی نویسی کو مجددیت یا نبوت کا معیار تسلیم نہیں کیا گیا۔ والسلام علی من اتبع الھدٰے

راقم محمد حسن حنفی۔ بھیں ضلع جہلم تحصیل چکوال۔ مدرس دار العلوم نعمانیہ لاہور ۵ر اگست ۱۹۰۰ء

علاوہ ازیں فیضی صاحب مرحوم سے مرزاجی کی ناراضگی کی یہ بھی وجہ تھی کہ جب مرزاجی کے چیلنج تفسیر نویسی کے مطابق حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ العالی بمع بہت سے جلیل القدر علماء و فضلاء کے لاہور تشریف لے گئے تھے اور باوجود دعوت پر دعوت ہونے کے مرزاجی کو اپنے بیت الامن کی چار دیواری سے باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی تھی بالآخر شاہی مسجد میں علماء و فضلا کا جلسہ ہوا جس میں مسلمانان لاہور بھی کثرت سے شامل تھے۔ اس جلسہ میں علامہ فیضی مرحوم نے مناسب حال حسب ذیل زبردست تقریر کی تھی۔ جو روئیداد جلسہ میں چھپی ہوئی ہے

حضرت مولانا ابو الفیض مولوی محمد حسن صاحب فیضی مدرس دار العلوم نعمانیہ لاہور کی تقریر

حضرات ناظرین! مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک مطبوعہ چٹھی بصورت اشتہار مطبوعہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء مشتہر ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء بذریعہ رجسٹری مولانا المعظم و مطاعنا المکرم عالیجناب حضرت خواجہ سید مہر علیشاہ صاحب چشتی سجادہ نشین گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی کے نام نامی پر بشمولیت دیگر علماء کرام و مشائخ عظام ایدہم اللہ تعالیٰ و کثرہم کے بھیجی جس کے پہلے دو صفحوں پر مرزا نے اپنی عادت کے مطابق اپنے مرسل مامور من اللہ اور پھر مجدد مہدی مسیح ہونیکے ثبوت میں بخیال مخبوط خود دلائل پیش کئے۔ اور عالیجناب حضرت پیر صاحب موصوف اور دیگر علماء و فضلاء اسلام کو لکھا کہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل اگر آپ کے پاس ہے تو کیوں پیش نہیں کرتے ہو۔ اس وقت مفاسد بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے مجھے مصلح کے عہدہ میں بھیجا گیا ہے۔ اخیر پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر پیر صاحب ضد سے باز نہیں آتے یعنی نہ وہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل پیش کرتے ہیں اور نہ مجھے مسیح وغیرہ

مانتے ہیں۔ تو اس ضدیت کے رفع کرنے کے واسطے ایک طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرتا ہوں اور وہ طریق یہ ہے کہ پیر صاحب میرے مقابلہ پر دارالسلطنت پنجاب (لاہور) میں چالیس آیات قرآنی کی عربی تفسیر لکھیں اور ان چالیس آیات قرآنی کا انتخاب بذریعہ قرعہ اندازی کر لیا جائے یہ تفسیر فصیح عربی میں سات گھنٹوں کے اندر بیس ورق پر لکھی جاوے۔ اور میں (مرزا) بھی ان ہی شرائط سے چالیس آیات کی تفسیر لکھوں گا ہر دو تفسیریں تین ایسے علماء کی خدمت میں فیصلہ کے لئے پیش کی جائیں کہ جو فریقین سے ارادت و عقیدت کا ربط و تعلق نہ رکھتے ہوں ان علماء سے فیصلہ سنانے سے پہلے وہ مغلظہ حلف لیا جائے جو قذف محصنات کے بارہ میں مذکور ہے اس حلف کے بعد جو فیصلہ یہ ہر سہ علماء فریقین کے تفسیروں کی بابت صادر فرماویں۔ وہ فریقین کو منظور ہوگا۔ ان ہر سہ علماء کو جو حکم تجویز ہونگے۔ فریقین کی تفسیروں کے متعلق یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ قرآن کریم کے معارف اور نکات کس کی تفسیر میں صحیح اور زیادہ ہیں اور عربی عبارت کس کی بامحاورہ اور فصیح ہے۔ اگر پیر صاحب خود یہ مقابلہ نہ کریں۔ تو اور چالیس علماء مکرمیرے مقابلہ پر شرائط مذکورہ سے تفسیر لکھیں تو ان کی چالیس تفسیریں اور میری ایک تفسیر اسی طرح تین علماء کو فیصلہ کے لئے دی جاویگی الخ مرزا کی یہ چٹھی تو ۱۲ صفحہ کی ہے۔ مگر اس کی دلخراش گالیاں ناجائز، نامشروع اور بیہودہ بدظنیوں کو حذف کر دیا جائے۔ تو اس کا تمام ماحصل اور خلاصہ صرف یہی ہے جو اوپر کی چند سطروں میں لکھا گیا ہے ہیں نہ الہام کا دعویٰ ہے نہ وحی کا مگر یہ قیاس غالب ہے کہ اس خط میں حضرت پیر صاحب کو علی الخصوص مخاطب کرنا دو وجہ سے تھا۔

اوّل یہ کہ صوفیائے کرام کا طریق و مشرب مرنجاں مرنجان کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ گوشۂ تنہائی میں عمر کا بسر کرنا غنیمت سمجھتے ہیں۔ کسی کی دل شکنی انہیں منظور نہیں ہوتی۔ پھر حضرت صاحب ممدوح کے دینی مشاغل و مصروفیت سے بھی ایسی توقع ہو سکتا تھا۔ کہ آپ عزلت نشینی اور علمی مصروفیت کو ہر طرح سے ترجیح دینگے۔ اور اس طریق فیصلہ کو جو حقیقتاً مرزا کے دعاوی کی تصدیق کا فیصلہ نہیں تھا پسند نہیں فرمائیں گے۔ جو ظاہر بینوں کی نظروں میں مرزا کی کامیابی کا نشان ہوگا نیز دوسرے علماء کرام کے ساتھ تحریری معارضہ کو چالیس والی شرط کیساتھ گانٹھنا بھی راز رکھتا تھا۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ مرزا چالیس سے کم علماء کے ساتھ کیوں ایسا تحریری مباحثہ نہیں کرتا۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے۔ کہ اسکو جھوٹی شیخی اور بیہودہ تعلّی دکھانی مطلوب تھی۔ ورنہ اگر صرف تصدیق دعوے اور ہدایت علماء مقصود ہوتی تو اس خاکسار نے جو ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء کو سراج الاخبار جہلم میں بہ تسلیم جملہ شرائط مرزا کو میدان مباحثہ میں بلایا تھا۔ اور بعد ازاں خط بھی ارسال کیا تھا۔ اور صاف لکھا تھا کہ مجھے بلا کم و کاست آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں۔ آئیے جس صورت پر چاہیے مقابلہ کر لیجئے۔ اس کے جواب میں مرزا جی ایسے بیخود ہوئے۔ کہ ابتک کروٹ نہیں بدلے۔ وہ مضمون ہی اڑا دیا اور وہ خط ہی غائب کر دیا۔

دوم یہ کہ مرزا جی قادیانی حسب عادت مستمرہ خود اس لئے کہ فقط اس کو اپنی شہرت ہی مطلوب ہے ہمیشہ

اہمی اشخاص کے مقابلہ میں مباحثہ کا اشتہار دیدیا کرتا ہے اور اس طور پر دوسرے اشخاص کے مصارف سے اپنی شہرت
کروالیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس چٹھی میں بھی حضرت صاحب موصوف سے استدعا کرتا ہے۔ کہ وہ جوابی چٹھی کی پانچ
ہزار کاپی چھپوا کر اس مباحثہ کی شہرت دور دراز ملکوں میں کرا دیں۔ اور یہ کاپیاں مختلف اطراف میں بھجوا دیں۔
لیکن فخر الاصفیاء و العلماء حضرت پیر صاحب نے ایسے نازک وقت میں کہ اسلام کو ایک خطرناک مصیبت کا
سامنا تھا۔ مرزا کے مقابلہ میں آنے کو عزلت نشینی پر ترجیح دی اور حسب الدرخواست مرزا جواب قبولیت دعوت
بصورت اشتہار ۲۵ر جولائی ۱۹۰۰ء کو طبع کرا کر بذریعہ رجسٹری بتاریخ ۴ر اگست ۱۹۰۰ء ارسال فرمایا۔ اور
لکھ دیا کہ وہ خود ۲۵ر اگست ۱۹۰۰ء کو (اس لئے کہ مرزا نے تقرر تاریخ کا اختیار حضرت پیر صاحب کو دیا تھا)
لاہور آجاویں گے۔ آپ بھی تاریخ مقررہ پر تشریف لے آویں۔ چونکہ مرزا نے ۲۰ر جولائی ۱۹۰۰ء کی چٹھی میں اس
طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنے سے پہلے اپنے دعاوی پر اور کئی استدلال پیش کئے تھے چنانچہ آپ نے لکھا
ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی اور کسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان
پر چڑھ گئے تھے یا کسی آخری زمانہ میں جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے۔ اگر لکھا ہے تو کیوں ایسی حدیث پیش
نہیں کرتے۔ ناحق نزول کے لفظ کے الٹے معنے کرتے ہیں۔ انا انزلناه فی لیلة القدر اور ذکرا رسولا کا
راز نہیں سمجھتے۔ میری مسیحیت و مہدویت کا نشان رمضان میں کسوف و خسوف کا دیکھ چکے ہیں پھر نہیں مانتے
صدی سے سترہ سال گذر چکے ہیں پھر مجھے مجدد نہیں مانتے۔ یہ تمام استدلالات مرزا نے اس طریق فیصلہ کی طرف
دعوت کرنے سے پہلے اسی چٹھی میں تحریر کئے ہیں۔ اور صرف ایک ہی فیصلہ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ہر دو باتیں علی
الترتیب پیش کی ہیں۔ اس لئے حضرت ممدوح نے بھی ہر دو طریق فیصلہ کو علی الترتیب ہی تسلیم کیا۔ اور پسند
فرمایا کہ مرزا سے اسکے اپنے استدلالات جو اس نے اپنی چٹھی میں تحریری فیصلہ سے پہلے پیش کئے ہیں سن لئے
جاویں۔ اور مسیح علیہ السلام کا جسم عنصری کیساتھ آسمان پر جانے کی بابت حدیث بلکہ قرآن کریم کی قطعی الدلالت
نص پیش کی جائے کہ اگر مسیح کا بجسدہ العنصری آسمان پر جانا قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت نہ ہو تو پھر کیا کرنا
چاہیئے۔ حدیث ہی کی جستجو کی جائے۔ یا کیا نیز سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ نزول کے وہ معنی جو اب تک تیرہ سو سال
سے مجتہدین اور محدثین بلکہ صحابہ کرام اور اہلبیت نے نہیں سمجھے وہ کیا ہونگے۔ اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ رمضان
میں کسوف و خسوف جن تاریخوں میں ہوا ہے۔ وہ کیونکر آپ کی مسیحیت کا نشان ہے۔ یہ سب امور احقاق
حق کی غرض سے حضرت المدوح مرزا کی اپنی زبانی سننا ضروری خیال کرتے تھے۔ اور بعد ازاں یہ قرار داد تھی
کہ تحریری فیصلہ کی طرف رجوع کر لیا جاوے اور مرزا کی قرار دادہ شرائط کے موافق تفسیر لکھی جاوے۔
اس عرصہ میں آج تک مرزا کی طرف سے کوئی جواب نہ نکلا۔ البتہ ان کے بعض حواریوں کی طرف سے

اشتہارات نکلے اور شائع ہوئے۔ کہ تقریری مباحثہ کی کوئی شرط نہیں تھی لیکن ان تحریرات کو اس لئے بے معنے خیال کیا گیا تھا کہ خود مرزا نے اپنے اشتہار مشتہرہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے ہر دو امور فیصلہ علی الترتیب مطلوب تھے۔ اور پہلے ایک اشتہار میں مولوی غازی صاحب نے صاف طور پر مرزائی جماعت کو مطلع کر دیا تھا کہ پیر صاحب صرف اس صورت میں قلم اٹھاوینگے یا کوئی مباحثہ کرینگے جب کہ بالمقابل مرزا خود میدان میں آوے یا کچھ تحریر کرے ورنہ نہیں پس حضرت پیر صاحب کی جوابی چٹھی مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء خاص مرزا کے نام پر تھی بصورت انکار مرزا کو بذات خود جواب دینا چاہیئے تھا لیکن اس نے باوجود الفضلے موعد مرید ایک ماہ کے کوئی انکار شائع نہیں کرایا۔ بلکہ اپنے طریق عمل سے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ اس امر پر راضی ہے کہ ہر دو طرح سے مباحثہ ہو جائے

اس کے بعد حافظ محمد الدین صاحب تاجر کتب مالک و مہتمم کارخانہ مصطفائی پریس لاہور نے ایک فوری چٹھی رجسٹری شدہ مرزا کے سکوت پر چھاپ کر خاص مرزا کے نام پر بھیجی اور عام مشتہر بھی کی۔ اس کے بھی کچھ جواب نہ آنے پر انہوں نے رجسٹری شدہ چٹھی نمبر ۲ اور چھاپ کر مرزا کو روانہ کی اور عام تقسیم کر دی مگر مرزا کو کہاں ہوش و تاب کہ کچھ جواب دیتا۔

تاہم اس رہا سہا عذر دفع کرنے کے لئے حکیم سلطان محمود صاحب ساکن حال پنڈی نے (جس کی طرف سے پہلے بھی متعلق مباحثہ کئی ایک اشتہارات شائع ہوئے تھے) ایک مطبوعہ اشتہار بذریعہ جوابی رجسٹری مرزا کے پاس ارسال کر دیا۔ جس کا آخری مضمون یہ تھا کہ اگر مرزا کی علمی و عملی کمزوریاں اسکو اپنی من گھڑت شرائط کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتیں۔ اور اسے ضد ہے کہ تم اُن ہماری ہی پیش کردہ شرائط کو تسلیم کر دو تو ہم بحث کرینگے ورنہ نہیں تو خیر۔ لو یہ بھی سہی۔

پیر صاحب تمہاری سب پیش کردہ شرطیں بعینہ جس طرح سے تم نے پیش کیں میں منظور کر کے تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم مقررہ تاریخ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور آ جاؤ۔ یہ اعلان عام طور پر مشتہر کر دیا گیا تھا علاوہ اس اعلان کے جناب پیر صاحب نے بنظر تاکید مزید حافظ محمد دین صاحب مالک مطبع مصطفائی پریس لاہور کو بھی ایما فرما دیا کہ ہماری طرف سے مرزا کی تمام شرائط کی منظوری کا اعلان کر دو۔ چنانچہ حافظ صاحب موصوف نے بذریعہ اشتہار مطبوعہ ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء مشتہر کر دیا کہ آج بروز جمعہ ۴ بجے شام کی ٹرین میں بوجہ ہمدردی اسلام پیر صاحب مرزا کی تمام شرائط منظور کر کے لاہور تشریف فرما ہوں گے۔ اور محمڈن ہال انجمن اسلامیہ واقعہ موچی دروازہ لاہور میں بغرض انتظار مرزا قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ وہ اسی شام کی گاڑی میں معہ دو تین سو علماء و مشائخ وغیرہ ہمراہیان کے تشریف فرما لاہور ہوئے۔

حضرت ممدوح کی زیارت و استقبال کے لئے اس شوق و ولولہ سے لوگ گئے کہ اسٹیشن لاہور اور بادامی باغ پرشانہ سے شانہ چھلتا تھا۔شوق دیدار سے لوگ دوڑتے اور ایکدوسرے پر گرتے چلے جاتے تھے۔حضرت ممدوح اسٹیشن سے باہر ایک باغ میں چند منٹ تک استراحت کرکے محمڈن ہال موچی دروازہ میں مقیم ہوئے۔لاہور کے علمائے کرام جو آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے سب آپکے ساتھ شامل ہو گئے۔نیز اور بھی علماء مشائخ و معززین اسلام اضلاع پشاور۔پنڈی۔جہلم سیالکوٹ ملتان۔ڈیرہ جات۔شاہ پور۔گجرات گوجرانوالہ امرتسر وغیرہ وغیرہ مقامات سے بغرض شمولیت مجلس مناظرہ مصارف کثیرہ کے متحمل ہوکر آپہنچے مرزا کے لاہوری پیرؤوں نے مرزا کے نام خطوط تاریں اور ضروری قاصد روانہ کئے مگر بعض گرمجوش چیلے نہایت مضطرب حالت میں قادیاں پہنچے۔اور ہر چند اپنے پیر و مرشد مرزا کو لاہور لانے کے لئے منت و سماجت کی۔پاؤں پکڑے۔مگر مرزا کی دلی کمزوری نے ان کو اپنے خدائی پیروؤں کی درخواست منظور کرنیکی طرف مائل نہ کیا۔اور وہ بیت الفکر ہی میں داخل دفتر رہا۔

حضرت پیر صاحب ۲۴ اگست سے آج تک لاہور میں رونق افروز ہیں اور مرزا کا ہر ایک ٹرین میں بڑے شوق سے انتظار ہو رہا ہے۔مگر ادہر سے صدائے برنخاست کا معاملہ ہوا۔یہ حقیقت میں خود مرزا کے اپنے قول کے مطابق ایک الٰہی عظمت و جلال کا کھلا کھلا نشان تھا جسنے مرزا کی جھوٹی و بیجا شیخی کو کچل ڈالا۔اور آپ کے حواس کی وہ گت ہوئی کہ مقابلہ و مباحثہ لاہور تو درکنار آپکو سوائے اپنے بیت المقدس کے تمام دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی اور وقذف فی قلوبھم الرعب بما کفروا کا مضمون دوبارہ دنیا کے صفحہ پر معرض ظہور پر آیا۔بر خلاف اسکے حضور پرنور حضرت پیر صاحب ممدوح کے دست مبارک پر خداوند کریم نے وہ نشان ظاہر کردیا جس کا آیۃ وکان حقاً علینا نصر المؤمنین میں وعدہ دیا گیا تھا۔خداوند عالم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس و بابرکت ذات پر نبوت اور رسالت کے تمام مدارج ختم کر دئے ہیں جس طرح پہلے سیکڑوں جھوٹے رسولوں کو الٰہی غیرت اور خود ان کے اپنے کفر و غرور نے انہیں ذلیل و خوار کر دیا ہے ایسا ہی اس نے مرزا کی جھوٹی مہدویت رسالت و مسیحیت کا بھی خاتمہ کر دیا۔اور آج دنیا پر بخوبی روشن ہو گیا کہ سیدنا و مولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوصہ مناصب اور مفروضہ مراتب کے اندر بیجا مداخلت کرنیوالا اس طرح سے علی رؤس الاشہاد روسیاہ ہوتا ہے۔اور اپنے ہاتھوں خود ذبح ہو جاتا ہے کیا غور و عبرت کا مقام نہیں ہے کہ مرزا نے بلا کسی تحریک کے خود بخود حضرت پیر صاحب اور نیز ہند و پنجاب کے تمام مسلّم الثبوت مشائخ و علماء کو تحریری اور تقریری مباحثہ کی دعوت کا وہ اعلان کیا جس کی ہزارہا کاپیاں ہند و پنجاب کے تمام اضلاع و اطراف میں مرزا نے خود تقسیم کیں اور اپنی عربی و قرآن دانی میں وہ لاف زنی کی جس کا وہ خواب میں بھی خیال کرنے کا مستحق نہیں تھا۔اس نے اپنے ہاتھوں سے لکھا کہ اگر میں پیر صاحب اور علماء کے مقابلہ پر لاہور نہ پہنچوں تو پھر میں مردود

جھوٹا اور ملعون ہوں اس شدّ و مد کے اشتہار کے بعد جب اسکو پیر صاحب نے اور دیگر علمائے کرام نے بمنظوری شرائط لاہور میں طلب کیا۔ تو مرزا کی طرف سے سوائے بہانہ گریز کے اور کوئی کارروائی ظہور میں نہ آئی سخت افسوس کا موقعہ ہے۔ کہ مرزا کے مرید انہی دنوں میں جبکہ پیر صاحب خاص لاہور میں سینکڑوں علماء و فقرا اور ہزاروں مریدوں کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اس قسم کے اشتہارات شائع کر رہے ہیں۔ کہ پیر صاحب مباحثہ سے بھاگ گئے۔ اور شرائط سے انکار کر گئے۔ سبحان اللہ ڈھٹائی اور بے شرمی ہو تو ایسی کہ دروغ گویم بر روے شما۔ اس موقعہ پر مرزا کی مسیحی تعلیم پر سخت افسوس آتا ہے۔ کیا امام زمان کی تعلیم کا یہی اثر ہونا چاہیئے۔ کہ ایسا سفید جھوٹ لکھ کر مشتہر کیا جائے۔ اور زیادہ افسوس اس پر ہے کہ ہندو اخبارات بھی مرزائیوں کی اس ناشائستہ حرکت پر نفرین کر رہے ہیں اور ہنسی اڑا رہے ہیں میں از جانب اہالیان جلسہ جن کی تعداد کئی ہزار ہے اور پنجاب کے مختلف اضلاع کے رہنے والے ہیں۔ اس امر کا صدق دل سے اعتراف کرتا ہوں۔ کہ پیر صاحب نے معہ ان علمائے کرام و مشائخ عظام کے جو آپ کے ساتھ شامل ہیں۔ اسلام کی ایک بے بہا خدمت کی ہے۔ اور مسلمانوں کو بے انتہا مشکور فرمایا ہے۔ اور ہزار ہزار شکر ہے کہ آئندہ کو بہت سے مسلمان بھائی مرزا کے اس سلسلہ حرکات سے ان کی دام تزویر میں گرفتار ہونے سے بچ گئے۔ الی آخرہ)

آخر میں مولانا صاحب نے ایک پر زور تقریر میں بالتفصیل یہ بھی بیان کیا جو بوجہ طوالت یہاں درج نہیں ہو سکا۔ جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ اس سے پہلے بھی دنیا میں مرزا جیسے بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سے جھوٹے نبی، مسیح۔ مہدی بننے کا دعوے کرنے والے پیدا ہو کر اور اپنے کیفر کردار کو پہنچکر حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹ چکے ہیں۔ مرزا کا بھی یہی حشر ہوگا

(۴) اسکے بعد مولوی تاج الدین احمد صاحب جوہر مختار چیف کورٹ پنجاب سیکرٹری انجمن نعمانیہ نے مولنا مولوی محمد حسن صاحب کی تائید کی۔ اور مرزا کے چند اشتہارات سے ان کی اس قسم کی کارروائیوں پر نہایت تہذیب اور شائستگی سے نکتہ چینی کی +

صاحبان! بس صرف یہی خطا تھی کہ فیضی مرحوم نے مرزا جی کو انکی غلطیوں پر متنبہ کیا اور ان کو مقابلہ سے عاجز کر دیا۔ مرزا صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ مرحوم کو ان کی زندگی میں جس متانت سے انہوں نے انکو چٹھیاں لکھیں جواب باصواب دیتے یا مقابلہ کے لئے بلاتے جب آپ کو معلوم ہوا کہ فیضی مرحوم فوت ہو چکے ہیں اور اب میدان خالی ہے آپ نے اپنی گندہ کلامی سے مرحوم کی روح کو ستانا شروع کیا۔ اور ان کے پسماندگان کی دل آزاری کیلئے اپنی تصانیف مرحوم کے عمزاد برادر ابو الفضل مولوی کرم الدین صاحب بھین (جو اس مقدمہ میں مستغیث تھے) کے پاس موضع بھین میں روانہ کیں۔

مولوی صاحب کو مرزا صاحب کی یہ بیہودہ سخت کلامی اُن سے نئے جدا ہوئے ہوئے پیارے بھائی کے حق میں سخت شاق گذری انہوں نے مرزاجی کو نوٹس بھیجا کہ آپ پر اس امر کی نالش فوجداری کیجاویگی ۔ کہ آپ نے اُن کے مرحوم بھائی کی توہین کرکے اُن کی دل آزاری کی ہے ۔

اسپر قادیان میں عجیب کھلبلی مچی اور قانونی مشیروں کے مشورہ سے پیش بندی کر کے مولوی صاحب کے برخلاف مقدمہ فوجداری حکیم فضلدین حواری کے ذریعہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر کرا دیا ۔ اور اسکے بعد کچھ عرصہ مولوی صاحب نے فیضی مرحوم کی توہین کا مقدمہ جہلم میں رائے سنسار چند صاحب کی عدالت میں دائر کر دیا ۔ اسمقدمہ میں مرزاجی بذریعہ وارنٹ بضمانت ایکہزار روپیہ طلب ہوئے ۔ اور نیز آپکے چند مرید بھی آپکے ساتھ بذریعہ وارنٹ بلائے گئے ۔ اسمقدمہ کی نسبت قانونی مشیروں نے یہ اعتراض سوچا کہ مقدمہ فیضی مرحوم کے پسران کیطرف سے ہونا چاہیئے تھا اُنکی موجودگی میں مستغیث کو حق نالش کا نہیں پہنچتا ۔ اسپر مرزا صاحب کا حوصلہ بندھ گیا اور جہلم میں روانہ ہونیسے پہلے اپنی ایک کتاب مواہب الرحمٰن میں جو اس وقت زیر تصنیف تھی اس مقدمہ کی نسبت کچھ تذکرہ چھاپکر ہمراہ لائے اور جہلم میں آکر کتاب تقسیم کر دی ۔ اس کتاب میں مولوی صاحب کی نسبت سخت ہتک کے الفاظ درج کیے گئے جو آپ پر اس استغاثہ کی دائری کا باعث ہوئے ، ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو اس مقدمہ کی پیشی ہوئی ۔ اور خدا کے جری متوکل علی اللہ امام الزمان بجائے اسکے کہ سینہ سپر ہوکر تنہا مقابلہ میں نکلتے ایک جتھا وکلاء کا اپنی نجات کا وسیلہ بنالائے جنمیں سے ایک صاحب انگریز بیرسٹر بھی تھے ۔ جو اس مذہب عیسائی کے تھے جنکی نسبت دجال وغیرہ کے القاب آپ استعمال فرمایا کرتے ہیں ۔ بالآخر وکلاء نے وہی اعتراض اٹھایا ۔ جسکا پہلے ذکر ہو چکا ہے ۔ اور حاکم نے وہ اعتراض سُنکر استغاثہ داخل دفتر کیا بس پھر کیا تھا مرزائیوں نے فتح فتح کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور لمبے چوڑے اشتہاروں میں مرزاجی کو خدا کا برگزیدہ رسول اور نبی اللہ کے خطاب دیکر مبارک بادیاں دیگئیں ۔ اسموقعہ پر اخبار چودھویں صدی میں ایک مختصر پر مغز مضمون جو مرزائیوں کے اس غیر معمولی جوش پر ایڈیٹر اخبار موصوف نے لکھا تھا درج کر دینا موجب دلچسپی ناظرین ہوگا ۔

نقل مضمون اخبار چودھویں صدی راولپنڈی مطبوعہ یکم فروری ۱۹۰۳ء صفحہ کالم اوّل

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک مقدمہ میں فتح کی خوشی میں ان کے مریدان باصفا نے مرزا صاحب کے مراتب کو اور بھی بلند فرما دیا ہے ۔ چنانچہ اخبار الحکم کے ضمیمہ میں جو اس عظیم الشان فتح پر ان کو مبارکباد دیگئی ہے اس میں سے ذیل کے الفاظ ہم نقل کرتے ہیں " اے خدا کے برگزیدہ رسول الحق خدا تیرے ساتھ کھڑا ہوا ہے اے نبی اللہ تجھے وہ بشارت ملی ہے جسکا وعدہ بشارۃ تلقاھا النبیون میں یوم العید کو دیا گیا ۔ لاریب خدا تعالیٰ کے وہ سارے وعدے جو اس نے اس مقدمہ کیمتعلق کئے تھے پورے ہوئے ان تمام پیشین گوئیوں کے پورا ہونے

پر تجھ کو اور تیری قوم کو مبارکباد دیتے ہیں۔

ہم نے تو ایک سابقہ پرچہ میں پیشگوئی کر دی تھی اور اسکے واسطے کسی الہام کی ضرورت نہیں تھی کہ مرزا صاحب کو آجکل جو الہامات ہو رہے ہیں انکی تعبیر عنقریب ان مقدمات کے نتائج سے کیجاوے گی۔ مقدمہ جو مرزا صاحب ان کے دوستوں کے برخلاف تھا وہ جہانتک ہم نے سنا ہے اس امر کا تھا کہ مولوی محمد حسن صاحب جو موضع بھیں ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ انکی نسبت کچھ نا ملائم اور ناشائستہ الفاظ انہوں نے یا انکے کسی دوست نے لکھے تھے ان الفاظ کی بنا پر مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے ایک رشتہ دار مولوی کرم الدین صاحب نے مرزا صاحب وغیرہ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کر دی تھی عدالت کے سامنے سوال یہ تھا کہ آیا مولوی کرم الدین مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کا اتنا قریبی رشتہ دار ہے کہ متوفی مولوی صاحب کو برا کہا جانے کی وجہ سے نالش کرنیکا مستحق ہے عدالت نے یہ قرار دیا ہے کہ کہ مولوی کرم الدین اتنا قریبی رشتہ دار مرحوم کا نہیں ہے۔ کہ وہ دعوے کر سکے۔

اس مقدمہ کے متعلق وضاحت سے جو الہام مرزا صاحب کو ہوئے ہیں وہ دوران مقدمہ میں ہوئے ہیں جبکہ انکو ان کے وکلاء قانونی مشورہ دے چکے تھے اور اسواسطے ہم جانتے ہیں کہ ان الہامات کے معنے کیا ہیں لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس تقریب پر مرزا صاحب کے مراتب اور مناقب میں کوئی ترقی ہونیوالی ہے اور غالبا خود مرزا صاحب کو بھی معلوم نہیں تھا۔ کہ وہ اس عظیم الشان فتح کی خوشی میں خدا کے برگزیدہ رسول اور نبی اللہ ہو جائینگے اور خاتم الانبیاء ختم الرسل کی تعریفات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی) یا رسول اللہ کے مبارک اور پیارے نام کیساتھ گذشتہ تیرہ سو برس میں استعمال ہوتی رہی ہیں ان کے مٹانیکی کوشش کی جائیگی لیکن اگر مرزا صاحب اس ترقی کے مستحق ثابت ہوئے ہیں تو ہماری رائے میں ان وکیلوں کی جنہوں نے مرزا صاحب کو اس مقدمہ میں چھڑایا ہے نہایت حق تلفی کیگئی ہے مقدمہ سے چھوٹنے والا تو امام سے برگزیدہ رسول اور نبی ہو جائے۔ اور مقدمہ سے چھڑانیوالے بیچارے کوئی خاص اور چھوٹنے والے سے بہتر رتبہ کے مستحق نہ قرار دیے جائیں حالانکہ حالات نے مرزا صاحب کے وکلاء کو انعام میں ایک خاص ترقی دینے کا موزون موقعہ پیدا کر دیا تھا۔ یعنی مرزا صاحب کے تین وکلاء تھے۔ ان تینوں میں سے جن سے وہ راضی ہوتے ایک کو خدا دوسرے کو خدا کا بیٹا تیسرے کو روح القدس بنا دیا جاتا ہے اور پھر تینوں ملکر خدا بنا دیئے جاتے اور مرزا صاحب کے دین کے لحاظ سے یہ کوئی نئی یا اچھوتی بات نہ ہوتی۔ مرزا صاحب نے اپنے مضمون کشتی نوح میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ مریم بنائے گئے تھے۔ اور پھر انکو حمل ہو گیا تھا۔ اور جب انکو درد زہ ہوا۔ تو وہ کھجور کے درخت کے نیچے چلے گئے۔ اور وہاں جاکر انہوں نے بچہ جنا اور وہ بچہ جننے کے بعد انکو آخرکار کسی وقت معلوم ہوا کہ وہ دونوں ماں اور بچہ وہ خود ہی ہیں تو جس دین میں یہ عجائبات ظہور پذیر ہو سکتے ہیں وہاں چند الہاموں کے الٹ پھیر سے ان بیچارے وکلاء کو بھی ترقی دی جاسکتی تھی جس کے وہ مستحق تھے۔ اور امید ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے دوست اس پہلو پر غور کر کے اس موقعہ کو ہاتھ

سے ہنس جاسنے دینگے مرزا صاحب کے برخلاف مولوی کرم الدین صاحب کا استغاثہ نہیں چل سکتا۔ تو اب سنا ہے کہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے لڑکے استغاثہ کرنیوالے ہیں ہماری اب بھی وہی رٹ ہے جو پہلے تھی۔ کہ مسلمانوں کے مذہبی جھگڑوں کو عدالتوں میں نہیں گھسیٹنا چاہیئے۔ دونوں فریق میں اگر کوئی عاقبت اندیش بزرگ ہیں۔ تو وہ ان کو یہی صلاح دینگے کہ مقدمہ بازی کو چھوڑ دیں

الحاصل اِدہر تو بیچارے وکلاء نے اس عذر پر کہ استغاثہ اس مستغیث کیطرف سے نہیں چل سکتا مرزاجی کو نجات دلائی اِدہر مرزاجی ایسے عاقبت اندیش مؤکل ہیں کہ اُسی مستغیث کو خود ایک دوسرے استغاثہ کا مصالحہ تیار کر کے خود ہی اس کے ہاتھ دینگے یعنی کتاب مواہب الرحمن میں مستغیث کا صریح نام لکھ کر اسکو گالیاں دیں۔ اور جہلم کے احاطہ کچہری میں اسکو تقسیم کیا چنانچہ مرزاجی مبارکبادیاں لینے خوشیاں مناتے قادیاں میں پہنچے ہی ہونگے کہ اِدہر کتاب مذکور کی بناء پر دوسرا استغاثہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو اسی حاکم لالہ سنسار چند صاحب کی عدالت میں دائر ہو گیا۔ اور مرزاجی اور اُن کے حواری حکیم فضل دین بذریعہ وارنٹ وغیرہ پھر طلب ہو گئے۔ اس خبر پر قادیان دارالامان میں پھر ماتم برپا ہو گیا۔ ہر چند قادیانی صاحب نے اس مقدمہ کو ایک معمولی سمجھ کر اسکے متعلق یہ الہام اخبار الحکم میں اسی وقت شائع کر دیا تھا۔ ساکرمک اکرامًا عجیبًا (الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء) اس الہام کا یہ منشا تھا کہ دیکھو ابھی تم کو عجیب اعزاز ملتا ہے یعنی استغاثہ خارج ہوتا ہے۔ ساکرمک کا سین قابل غور ہے۔ لیکن غیور خدائے ذوالجلال کو چونکہ مرزا کے الہاموں کی بیخکنی منظور تھی۔ اس معمولی مقدمہ نے مرزاجی کو ایسا جکڑا کہ دو سال تک پیچھا نہ چھوڑا۔ اور کوئی مصیبت کوئی ذلت نہ ہوگی جو کہ اکرام عجیب کے منتظر کو اثنائے مقدمہ میں نصیب نہ ہوئی ہو۔ آخر دو سال کے بعد ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزاجی کو عدالت لالہ آتمارام صاحب مجسٹریٹ گورداسپور سے اکرام عجیب کا یہ تمغہ ملا کہ آپ پانچسو روپیہ جرمانہ ادا کریں ورنہ ۶ ماہ **قید محض بھگتیں**۔ بیشک مرزاجی کیلئے یہ اکرام عجیب تھا جو عمر بھر میں آپکو اس سے پہلے نہیں ملا تھا۔

مقدمہ بازی میں مرزا کو شکست فاش

مقدمہ بازی فریقین کا خاتمہ جسقدر کہ ہو چکا ہے اسکے مجموعی حالات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی اور اسکی جماعت اس مقدمہ بازی میں ہرگز فتحیاب نہیں ہوئے۔ (جیسا کہ ان کے مرید ظاہر کر رہے ہیں بلکہ اس مقدمہ

نوٹ۔ یہ امر کہ مرزاجی کے الہام کا یہی منشا تھا۔ کہ ابتداء ہی میں آپ کو نجات مل جاوے گی انکی اس درخواست سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے جو کہ لالہ سنسار چند صاحب کی عدالت میں مرزا کی طرف سے استثناء حاضری کے لئے گذری تھی اس میں صاف درج تھا کہ امید نہیں کہ استغاثہ ابتدائی مراحل سے آگے چل سکے۔

بازی نے ان کی وقعت اور ان کی صداقت کی ساری قلعی کھولدی ہے۔ سوچنے والے مجموعی نتائج پر غور کر کے صاف قائل ہوں گے کہ مرزا اور اُس کے گروہ نے اس مقدمہ بازی میں سخت شکست کھائی اور اس مقدمہ بازی کے ذریعہ پبلک کو مرزا سے سخت بے اعتقادی حاصل ہوئی۔ اور روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ کہ مرزاجی کے دعاوی ملہمیت مسیحیت نبوت وغیرہ سب غلط ہیں۔

اسبارہ میں امور ذیل قابل توجہ ہیں۔

اوّل اس مقدمہ بازی کا سلسلہ اول مرزائیوں نے چھیڑا اور مرزاجی کی خاص ہدایت سے چھیڑا گیا اور اس سلسلہ کے چھیڑنے سے وہ اعتراضات ذیل کا نشانہ بنے ہیں۔

(۱) مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ وہ بہ حیثیت مسیح موعود خود حکم عدل ہیں پھر ان کو ہرگز شایان نہ تھا کہ وہ فیصلہ نزاع کے لئے اور کسی حکم کے محتاج ہوتے۔ کیا کسی حدیث سے ثبوت ملتا ہے کہ مسیح موعود اپنے ظہور کے وقت عدالتوں میں مقدمات بھی لڑیں گے۔

(۲) خداوند تعالیٰ کا مسلمانوں کو یہ ارشاد ہے۔ فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول۔ یعنی اگر تم مسلمانوں میں کسی امر میں تنازع ہو تو خدا اور اس کے رسول کے سپرد کردو۔ پھر مرزاجی نے کیوں اس آیت قرآنی کا خلاف کر کے حکیم فضلدین مخلص حواری کو ہدایت فرمائی۔ کہ بجائے اس کے کہ معاملہ کو خدا اور رسول کے سپرد کریں۔ رائے گنگارام صاحب مجسٹریٹ کی عدالت کی طرف رجوع کریں۔

(۳) یہ مقدمہ بازی ایک سخت فتنہ پردازی تھی جسمیں مسلمانوں کی جان و مال دو سال تک مبتلا رہی۔ اور خداوند عالم نے فرمایا ہے والفتنۃ اشد من القتل مرزاجی مسیح موعود ہوتے تو بجائے اسکے کہ مسلمانوں میں امن اور صلح قائم کریں یہ بدامنی ہرگز نہ پھیلاتے جو کہ سخت گناہ میں داخل ہے قرآن کریم میں ہے۔ ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق جو لوگ مسلمانوں میں فتنہ ڈالتے اور توبہ سے پہلے مرجاتے ہیں ان کے لئے سخت جلانے والا عذاب (جہنم) تیار ہے۔

(۴) گورنمنٹ کی امن پسند پالیسی بھی اس امر کے مانع ہے کہ اسکی علیا میں بذریعہ مقدمہ بازی بدامنی پھیلے اور اُنکا روپیہ مفت برباد ہو سو اس مقدمہ میں جسقدر مسلمانوں کا روپیہ برباد ہُوا یا مسلمانوں کو بدنی تکالیف پہنچیں ان سب کے ذمہ وار مرزاجی ہیں جنہوں نے سلسلہ مقدمہ بازی کو پہلے شروع کیا والبادی اظلم۔ (دوم) سب سے پہلا مقدمہ جو مسیح الزمان کے خاص حکم سے بذریعہ حکیم فضلدین عدالتیں بڑے زور شور سے دائر کیا گیا تھا۔ اور علاوہ دیگر گواہوں کے مرزائی جماعت کے اعلیٰ ممبر حکیم نوردین اور عبدالکریم بھی گواہ بنائے گئے تھے۔ اس مقدمہ کی فتحیابی کے متعلق مرزاجی کو الہاموں کی بھرمار ہو رہی تھی اور اس مقدمہ

کے بنانے پر بہت کچھ روپیہ خرچ کیا گیا۔ آخر نتیجہ یہ ہُوا کہ **مولوی کرم الدین صاحب بری اور مقدمہ خارج** مرزا جی کے الہامات کے پرخچے اڑ گئے اور دنیا میں فریق مقابل کی فتح اور ظفر کا نقارہ بج گیا۔ اسوقت قادیانی اخبارات ایسے عالم سکوت میں تھے گویا کہیں ان کا نشان ہی نہیں۔ اور تمام اخبارات میں مولوی صاحب کی فتح اور مرزا جی کی شکست کے مضمون شائع ہو گئے۔ کیئے مرزا جی کو یہ بھی کہیں الہام ہُوا تھا کہ اس مقدمہ کا یہ حشر ہوگا۔ تم روپیہ کیوں برباد کر رہے ہو۔ اس مقدمہ کی شکست کا دھبہ قیامت تک مرزا اور ان کی جماعت کے ذمہ رہیگا۔ اور یہ حسرت ان کو مرتے دم تک رہے گی کہ خدا کی برگزیدہ جماعت نے ناخنوں تک زور لگایا مگر فریق مقابل کا بال بیکا نہ ہُوا۔

سوم یہ دوسرا مقدمہ فوجداری جو کہ زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند (مال مسروقہ کو پاس رکھنا) مولوی صاحب کیخلاف قائم کیا گیا تھا۔ اور ایک درجن گواہوں کا اس کے ثبوت کے لئے عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ جن میں شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئی ہوس جیسے معزز اشخاص بھی داخل تھے۔ اور مسٹر اوگارمن صاحب بیرسٹر اس کی پیروی کے لئے بلائے گئے تھے اس مقدمہ کے لئے بھی طرح طرح کے الہامات تھے لیکن اسکا نتیجہ بھی یہی ہوا کہ استغاثہ بعدم ثبوت ڈسمس اور مولوی صاحب سہا اس شکست بعد شکست نے قادیانی جماعت تک کو مذبذب کر دیا تھا۔ اور مرزائی کسی سے بات تک کرنے سے بھی شرمندہ ہوتے تھے کیا یہ مقدمہ بھی خدا کے برگزیدہ رسول (معاذ اللہ) نے اسی امید پر دائر کرایا تھا کہ باوجود کثیر مصارف برداشت کرنے کے اور گواہان کو تکالیف شہادت پہنچنے کے بعد فریق مخالف صاف نکل جائے۔ اور مرزائی بیچارے آہ و فغان کرتے رہجائیں اگر مرزا جی ملہم ہوتے تو انکو اول ہی بذریعہ الہام خبر ملجانی چاہیئے تھی کہ مقدمہ جو ہے اسکو چھیڑ کر اپنی تخفیف نہ کراؤ۔ کیا اس کا کوئی جواب مرزائیوں کے پاس ہے؟

مقدمہ زیر بحث یعنی قادیانی کا مقدمہ جس کے متعلق کارروائی عدالت اپیل پر مرزائی اخبارات شور مچا رہے ہیں اور ان کی جماعت والے مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہیں سماتے سو اس مقدمہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزا جی کے سارے اسرار کو طشت از بام کر نیوالا اور سارے دعاوی کی قلعی کھولنے والا یہی مقدمہ ہے۔ جو کہ صفحہ دہر پر بہت دیر تک یادگار رہے گا اس کے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں۔

(۱) جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ مرزا نے اس مقدمہ کو بالکل معمولی تصور کیا۔ اور اپنے قیاس کے موجب الہام بھی جلدی فتحیاب ہونیکا کر دیا۔ لیکن ان کے قیاس اور الہام کو غلط کرنے کے لئے قضاء و قدر نے اسکو اسقدر طول دیکر مرزا کو طرح طرح کے مصائب کا نشانہ بنایا۔ جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملیگی۔

(۲) اس مقدمہ میں مرزا جی کے اوعائے ریاست و کرسی نشینی کی بھی ساری حقیقت کھل گئی۔ ہمیشہ کرسی کی رٹ

سُنا کرتے تھے اور اسی کو گویا معیار صداقت قائم کیا جاتا تھا کہ دیکھو فلاں موقعہ پر ہم کو کرسی ملی اور مخالف فریق کو کرسی نہ ملی اور الہام انی مھین من اراد اھانتک و معین من اراد اعانتک وغیرہ کا ظہور ہُوا لیکن خدا نے تعالےٰ نے اس شیخی باز کو مقدمہ میں وہ دن دکھائے کہ چھ چھ گھنٹہ عدالت میں کھڑا رہنا پڑا۔ اور کرسی کا نام لینے تک کی جرأت نہ ہوئی جبتک لالہ چندولال صاحب مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ رہا اس وقت تک ہر دو فریق یعنی مولوی صاحب مستغیث و مرزا کو بالمساوات کرسی ملتی رہی۔ لیکن جب سے کہ مرزاجی نے دعوات سحری کے ذریعہ (جیسے کہ اُن کے مرید کہتے ہیں) صاحب موصوف کو تبدیل کرایا اور بجائے اُن کے لالہ آتمارام صاحب ایک بارعب پابند ضابطہ مجسٹریٹ آگئے۔ تو کرسی کی رعایت موقوف ہوگئی ہر دو فریق کو بالمقابل عدالت میں کھڑا ہونے کا حکم ملا۔ مولوی صاحب تو آخر نوجوان تھے اسباب کی کم پروا رکھتے تھے لیکن مرزاجی کی حالت پر رحم آتا تھا۔ جبکہ بیچارے ملزموں کے کٹہرے پر تکیہ لگائے پشت دوتا کئے گھنٹوں پاؤں پر کھڑے نظر آتے تھے۔

مرزاجی کے مرید ہر چند اسبات پر پھولیں کہ آخر کار مرزاجی کا جرمانہ معاف ہُوا لیکن درحقیقت مرزاجی کے لئے جو سزا قدرت نے مقدر کی تھی وہ بھگت چکے مرزاجی کو مشکل سے وہ زمانہ بھولیگا۔ جو آپ نے اس مقدمہ کے دوران میں دیکھا کہاں وہ دارالامان قادیان کی عیش و عشرت اور کہاں گورداسپور کے ایام غربت زن و بچہ سمیت آپ دربدر بھٹکتے پھرے گورداسپور میں آپ کو بصد مشکل مکان بھی رہنے کے لئے ملا۔ جیسا کہ الحکم میں بھی اسبات کا اعتراف کیا گیا اور پھر عدالت میں روزانہ حاضری احاطہ عدالت کے سامنے درخت جامن کے نیچے بیٹھے دروازہ عدالت کیطرف ٹکٹکی باندھے دن بھر گذر جاتا تھا۔ کثرت کام عدالت کے باعث پچھلے پہر بلا کر حکم دیا جاتا تھا کہ کل حاضر ہو۔ ایک شاعر نے مرزاجی کے اس زمانہ کا نقشہ ایک دلکش نظم میں کھینچا تھا جو ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ نظم ہمیں اخبار میں درج کرنے کیلئے دی گئی تھی۔

نظم دلکش

ارے او میرزا ہے قادیانی	بتا تیری کہاں وہ لن ترانی
کہاں تیری وہ کرسی ہائے کرسی	ہمیشہ سنتے تھے تیری زبانی
کھڑا کیوں پاؤں پر ہے دست بستہ	جھکا کر پیٹھ با صد ناتوانی
کٹہرا ملزموں کا تیری جا ہے	کہاں وہ راحت دارالامانی

کہاں وہ کیوڑا صندل کے شربت | نہ ملتا آپ کو ہے آج پانی
زمین و آسمان تھے تیرے تابع | تجھے حاصل تھی نصرت آسمانی
زمانہ نے یہ کیا پلٹا ہے کھایا | پڑی تجھ پر بلائے ناگہانی
رُلایا دربدر تجھ کو خدا نے | نہیں حاصل تجھے اب شادمانی
وہ بیت الفکر بیت الذکر بھولے | ہے اب گورداسپور کی خاک چھانی
نہ مرزاجی ہی نکلے خود وطن سے | مسافر ہو گئی ہے میرزانی
عیال اطفال سارے دربدر ہیں | یہ بوڑھے باپ کی ہی مہربانی
یہ ساری ذلتیں جو دیکھتے ہو | ہے مرزاجی سزائے آسمانی
عدالت میں تیری پیشی تھی ہر روز | مصیبت تھی یہ گویا جاودانی
کپالی زور سے آکر پکارے | ہو حاجر جلد مرجا کادیانی
ہیں حاکم یاں کے لالہ آتما رام | عدالت جنگی ہے نوشیروانی
دکھلوینا ہے آخر دودھ کا دودھ | انھوں نے صاف اور پانی کا پانی

دوران مقدمہ میں مرزاجی اور ان کے ساتھی (فضل دین) طرح طرح کی آفات سماوی اور امراض جسمیہ میں مبتلا ہوتے رہے۔ لیکن فریق ثانی کو ان ایام میں سر دردی تک بھی لاحق نہ ہوئی جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ تائید آسمانی فریق ثانی کے شامل حال تھی۔ مولوی صاحب جس مردانگی اور حوصلہ سے دوران مقدمہ میں ثابت قدم رہے۔ اور باوجود بیوطن اور تنہا ہونیکے ہر ایک مرحلہ پر استقلال سے ڈٹے رہے۔ بجز تائید ایزدی کے یہ امر بالکل دشوار ہے۔ کیا مرزائیوں کو وہ وقت یاد ہے جبکہ حکیم فضل دین اثناء تحقیقات مقدمہ میں ایک ناگہانی سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے اور ان کے پیر بھائی اسی حالت میں چارپائی اٹھا کر ان کو کمرہ عدالت میں لاتے تھے۔ اور دن بھر بیچارے کمرہ میں لیٹے رہتے۔ اس روز بجائے انی مھین من اراد اھانتک کے انی مھین من اراد اھانتک کا مضمون برابر صادق آتا تھا لیکن فریق ثانی کو خدا نے ایسے ابتلاؤں سے بالکل محفوظ

رکھا اور نہ مرزا جی کی کرامت سنائی جاتی اور پھر وہ زمانہ بھی آپ کو یاد ہوگا جبکہ مرزا جی بیماری سنکاپی وغیرہ میں مبتلا
ہو کر غشی پر غشی کھاتے رہے۔ ان بیماریوں کی تصدیق مسل میں موجود ہے ۔

مسیحا سے شفا پاتے تھے بیمار ۔ مسیح اس مرض میں خود گرفتار ۔ نہ سمجھے ہم ہیں یہ راز بھائی
غشی کھا کر گرا کیوں قادیانی ۔ عجب ان کو ہے تائید الٰہی ۔ مقابل میں کھڑا ہے اک سپاہی
بچا ڈرا سامنے اس کے کئی بار ۔ خدا نے میرزا کو کر کے بیمار ۔ کرشمے تھے یہ قدرت کے نرالے
کہ سمجھیں راز اصلی ہوش والے ۔ کہ مرزا جی کے دعوے سچ نہیں ہیں ۔ غلط فہمی میں ان کے تابعین ہیں

(۴) مرزا جی باوجود دیگر متوکل علی اللہ ہونے کے مدعی اور الہام الیس اللہ بکاف عبدہ کے تسلی یافتہ ہیں۔ لیکن مقدمہ میں جو حوصلہ آپ نے دکھلایا اس سے معلوم ہوا کہ یہ ساری کہنے کی باتیں تھیں یوں تو آپ نے الحکم میں یہ الہام بھی چھپوا دیا تھا کہ خدا نے مجھے کہا ہے لا الٰہ الا انا فاتخذنی وکیلا لیکن جری اللہ فی حلل الانبیاء کو ایک دن بھی عدالت میں تنہا پیش ہونے کا حوصلہ نہ ہوا۔ جب تک کہ دائیں بائیں آگے پیچھے وکلاء کی جماعت نہ ہوتی تھی عدالت میں جانا محال تھا۔ اگر خدا کی طرف سے تسلی مل چکی تھی کہ آپ فتحیاب ہوں گے اور یہ بھی کہ خدا ہی تمہاری امداد کو کافی ہے۔ اور پھر صریح فرمان ہے۔ کہ میں ہی خدا ہوں مجھے وکیل بنا تو پھر مرزا جی کو کیا ضرورت تھی۔ کہ وکلاء کی امداد حاصل کرتے۔ یہ تو صریح خدا کی نافرمانی ٹھہری اور پھر یہ بھی نہیں تھا کہ آپ کے مقابل فریق کیساتھ کوئی جماعت وکلاء تھی بلکہ سچ پوچھو تو آیت مذکورہ پر مولوی صاحب مستغیث نے پورا عمل کیا کہ ہر ایک موقع پر اکیلے پیش ہوتے رہے۔ ادھر جماعت وکلاء کی ہوتی تھی اور ادھر وہ مرد خدا اکیلا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرتا تھا۔ پھر ناظرین خود انصاف کر سکتے ہیں کہ فریقین میں سے متوکل علی اللہ و مؤید من اللہ کون ٹھہرا۔ اور نیز اگر بجز وکلاء کے حوصلہ نہ پڑتا تھا تو پھر اپنے دونوں حواری خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ہی کافی تھے۔ ان پر بھی بھروسہ نہ کیا۔ مسٹر اوگارمن صاحب مسٹر اہیٹل صاحب اور بالآخر مسٹر بیچی صاحب کو بھی اپنا مددگار بنانا پڑا۔ بھائیو یہ سوچنے کا مقام ہے خوب غور کرو۔

مثنوی

هر که را باشد توکل بر اله
من خدائم بس مرا میدان وکیل
این عجب مرشد گرفتار بلاست
از نصاریٰ جوید امداد و اماں

غیر را هرگز نیارد در پناه
حاجت خواجہ کمال الدین چہ بود
حامی و شافع مرید با صفاست
اور ٹیل و اوگارمن کردن وکیل

میرزا را گفت چون رب جلیل
راست گو مرزا توکل این چہ بود
وین عجب تر چون مسیحائے زمان
روئے پیچیدن ز فرمان جلیل

حل این عقدہ نیاید در خیال
بن بیاں سازید اے مرزائیاں

ہست از مرزائیاں مارا سوال
مے شود عیسٰی گرفتار و ذلیل

ہست این رمزے شگرفای دوستان
بہر خود دجّال را سازد وکیل

(۵) اس مقدمہ میں مرزا صاحب کی علمی قابلیت کے بھی جوہر کھل گئے۔ اور بالکل واضح ہو گیا کہ آپ تقریر سے عاجز ہیں۔ باوجودیکہ مخالف فاضل مولوی نے اثنا مقدمہ دھواں دھار تقریروں سے مخالف و موافق کو اپنی قابلیت کا قائل کر دیا۔ لیکن مرزا جی سے ایک دن بھی نہ ہو سکا کہ اس کے جواب میں تقریر کر سکیں۔ سچ پوچھو تو اگر مرزا جی کے قابل وکیل خواجہ کمال الدین صاحب مقدمہ کے پیروکار نہ ہوتے تو مرزا جی مخالف کی پُرزور تقریروں کی دہشت سے حواس باختہ ہو جاتے۔ مولوی صاحب کو کچھ ایسی تائید ایزدی تھی کہ جرح گواہوں پر خود کی اور گواہوں کو حیرت زدہ بنا دیا۔ حالانکہ مرزا جی کے گواہ بڑے بڑے لائق وکیل ڈپٹی۔ جج عالم فاضل مولوی تھے اور تقریروں کے موقعہ پر اپنی لیاقت کے وہ جوہر دکھلائے کہ موافق و مخالف عش عش کر اُٹھے اور خود خواجہ کمال الدین صاحب ایسے تجربہ کار مخالف وکیل نے ہمارے روبرو کئی دفعہ سر اجلاس مولوی صاحب کی فاضلانہ تقریروں کی داد دی۔

ہمیں خوب یاد ہے۔ کہ جب ۳ر جنوری ۱۹۰۴ء کو رائے چندولال صاحب کے اجلاس میں تائید استغاثہ میں مولوی صاحب نے تقریر کی تھی۔ مرزا جی بھی خود سُن رہے تھے تو مولوی صاحب نے اپنی حیثیت کا مقابلہ مرزا جی کی حیثیت سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے استغاثہ کا کافی ثبوت پیش کر دیا ہے کہ میں بہت سی جائداد منقولہ و غیر منقولہ کا مالک ہوں اور مرزا جی اپنی تمام جائداد بیوی کے نام منتقل کر کے نرے مسیح ہی رہ گئے ہیں اور آپ اب اس حالت میں ہیں۔ کہ اگر خدانخواستہ مریدان خوش اعتقاد برگشتہ ہو جائیں۔ تو پھر مرزا جی روٹی کے لئے بھی سخت محتاج ہو جائیں۔ اور چونکہ تمام مخلوق کو آپ نے ستالیا ہُوا ہے امید نہیں کہ گداگری کرنے پر بھی آپ کو خیر ملے مستغیث نے تو ورثہ پدری کے علاوہ اور جائداد حاصل کی ہے لیکن مرزا جی کے اُن کا مکان رہائشی تو ایسا بے حیثیت ہے۔ کہ دو روپیہ کرایہ ماہوار پر بھی اس کو کوئی نہیں لے سکتا۔ (دیکھو بیان مرزا بمقدمہ انکم ٹیکس) نیز مستغیث کی عزت اپنے ضلع و تحصیل کے حکام کی ان اسناد سے جو شامل مسل کرائی گئی ہیں ظاہر ہے۔ لیکن مرزا جی کی وقعت جو حکام ضلع کے نزدیک ہے وہ یہ ہے کہ وہ فتنہ انگیز ہے۔ (دیکھو فیصلہ مسٹر ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور) ایسا ہی اپنی علمی فضیلت وغیرہ پر پُرزور دلائل دے کر اخیر میں مولوی صاحب نے جرم استغاثہ کردہ بذمہ ملزمان ایسی زبردست دلائل سے ثابت کیا۔ کہ مرزا جی کو بھی گویا یقین ہو گیا۔ کہ جرم سے بچنے کی کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔

اس زبردست تقریر نے مرزا صاحب کے دل پر ایسا رعب ڈالا ایسے دہشت زدہ ہوئے۔ کہ ڈیرہ پر جاتے

ہی آپکو سخت بخار ہو گیا۔ چنانچہ دوسرے روز سرٹیفکیٹ بیماری پیش کیا۔ اور مدتوں عدالت میں حاضری سے ٹال مٹال ہوتی رہی۔ اور بالخصوص اس روز تو مرزاجی کی علمی لیاقت کی قلعی ہی کھل گئی۔ جبکہ بوقت شہادت مولوی برکت علی صاحب منصف بٹالہ گواہ استغاثہ کے اس پرچہ کے جواب میں جو کہ لغات متعلقہ غریبہ جمع کر کے گواہ کے سامنے وکیل مرزا نے رکھا تھا۔ کہ اس کا ترجمہ کر دیں۔ اور عدالت نے فضول سمجھ کر رد کر دیا تھا مولوی صاحب نے چند اشعار عربیہ منظومہ خود سر اجلاس مرزا صاحب کے پیش کئے تھے۔ اور للکار کر کہا کہ آپ ان اشعار کا ترجمہ کریں۔ اور ترجمہ نہیں تو صرف ان کو پڑھ کر ہی سنا دیں۔ تو میں سارے مقدمے چھوڑ کر اس وقت آپ کی بیعت کرتا ہوں مرزا صاحب نے وہ پرچہ دیکھ کر اپنا سر نیچے کر لیا۔ اور بالکل سکتہ میں رہ گئے اگر آپ فصیح و بلیغ فاضل تھے اور پھر آپ کو امداد الٰہی بھی تھی تو پھر کیوں ایسے موقعہ پر مخالف کے للکارنے پر اُٹھ نہ کھڑے کہ لاؤ ہم پڑھتے ہیں۔ اور ترجمہ سناتے ہیں اس واقعہ کے وہ سب لوگ گواہ ہیں۔ جو اجلاس میں اسوقت موجود تھے۔ اس روز حاضرین کو یقین ہو گیا۔ کہ فاضل مولوی کے مقابلہ میں بڑے بڑے دعاوی کا مدعی مرزا علمی میدان میں نکلنے کے ہرگز قابل نہیں ہے۔

لیاقت وہ جو میداں میں عیاں ہو	ظہور علم وقت امتحاں ہو	دگرنہ گھر میں کہہ لینا ہے آساں
نہیں مجھ سا کوئی عالم میں انساں	اگر مرزا میں کچھ تھی قابلیت	مخالف کو دکھا دیتے فضیلت
پکارا مولوی نے جب کئی بار	کہ پڑھ کر تم سنا دو میرے اشعار	ابھی یہ ختم ہو جاتی ہے تکرار
ہوں مرزاجی کی بیعت کو بھی تیار	ہلا ہرگز نہ مرزا نے لب ہلائی	کہ لاؤ سلسنے اشعار بھائی
مسیحا نے تو ایسا سر جھکایا	کہ حیراں رہ گیا اپنا پرایا۔	کرشمہ تھا یہ قدرت ایزدی کا
	کہ توڑا اژدھا اُس مدعی کا	

(۶) اس مقدمہ میں رائے چندو لال صاحب کے سامنے فرد جرم کے موقعہ پر جو بزدلی مرزاجی نے دکھائی تھی وہ اسبات کی صریح دلیل ہے۔ کہ آپ کو اپنے خدا پر کچھ بھروسہ نہ تھا نہ ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی الہام ہوتا ہے آپ اس مرحلہ پر ایسے گھبرائے کہ رائے چندو لال صاحب کے سامنے ہونا آپنے موت کے برابر سمجھ لیا۔ اگر خدا سے مرزاجی کو اطلاع مل چکی تھی کہ خدا اُن کا مددگار ہے تو پھر ایک مجازی حاکم کے سامنے آنے سے گھبراہٹ کی کیا وجہ تھی آپ متواتر سرٹیفکیٹ بھیجتے رہے اور بیماری کے عذرات ہوتے رہے اور پھر اس عدالت سے انتقال مقدمہ کی درخواست صاحب ڈپٹی کمشنر کے ہاں گذاری کہ اس حاکم سے مجھے ڈر ہے کہ میری مخالفت کریگا اس درخواست کے لئے لاہور سے مسٹر اورٹیل صاحب بیرسٹرایٹ لاء بلائے گئے اور بہت کچھ روپیہ خرچ کیا گیا آخر بمقام علیوال صاحب بہادر نے فیصلہ کیا کہ عذرات فضول ہیں درخواست نامنظور مقدمہ اسی عدالت میں رہیگا پھر اسپر بھی صبر نہ کیا گیا۔ بلکہ چیف کورٹ میں مرافعہ کیا گیا وہاں سے بھی ناکامی حاصل ہوئی

تو وہ متواتر شکستیں اٹھا کر مرزاجی کے وکیل پھر اسی عدالت میں پیش ہوئے۔ اور مرزاجی کی غیر حاضری میں فردجرم سنائی گئی۔ مرزاجی کے مرید کہتے ہیں کہ رائے چندولال صاحب مرزاجی کی دعا سے یہاں سے تبدیل ہوئے۔ حالانکہ رائے صاحب کی اپنی درخواست تھی کہ ان کو یہاں سے تبدیل کیا جائے۔ اور پھر اگر دعا پر کوئی بھروسہ تھا تو حکام کے سامنے درخواستوں پر اتنا روپیہ برباد کر کے ناکامی کی شرمندگی اٹھانے کی کیا ضرورت تھی ؎

اگر مرزا کو تھی نصرت خدا سے
وہ سنکاپی میں کیوں پھر مبتلا تھے
تو چندولال صاحب سے ڈرے کیوں
سمجھ لیتا ہے دانا مرد ہشیار
کسی حالت میں وہ ڈرتے نہیں ہیں

تسلی تھی حضور کبریا سے
جو ان کے ساتھ وہ نعم المعین تھا
دم دہشت سے غش کھا کر گرے کیوں
کہ عالم میں جو مردانِ خدا ہیں
نہ وہ ایسے خدا سے بے یقیں ہیں
وہ دعوے سب گزاف و لاف نکلے

عدالت سے وہ بھاگے کیوں بھلا تھے
اور ان کو اپنی نصرت کا یقین تھا
انہیں باتوں سے کھل جاتے ہیں اسرار
وہ ہر حالت میں راضی بالرضا ہیں
یہ مرزاجی تو کورے صاف نکلے

(۷) پھر جن لوگوں نے فیصلہ مقدمہ ہذا کے روز مرزا کی حالت کو بچشم خود مشاہدہ کیا ان پر تو بالکل روشن ہو گیا کہ مرزاجی ایک معمولی انسان جیسا بھی دل و گردہ نہیں رکھتے ان کی سخت مضطربانہ حالت اور بدحواسی اسبات کا یقین دلاتی تھی کہ بزدلی میں مسیح الزمان کا کوئی ثانی نہیں ہے ہونٹ خشک ہوتے جاتے تھے چہرہ زرد تھا بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی تھی چونکہ صاحب مجسٹریٹ نے اسروز انتظام یہ کیا تھا۔ کہ ایک سالم گارد پولیس معہ ایک سارجنٹ و ڈپٹی انسپکٹر کے بلوا لئے تھے۔ جو کالی مہیب وردی پہنے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لئے کمرہ عدالت میں ۹ بجے صبح سے ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ مرزاجی کیا ان کی ساری جماعت کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ حالت نازک ہے۔ بلکہ جہاں تک ہم نے سنا ہے۔ داروغہ جیل کو بھی بعض مرزائی مل آئے تھے کہ مسیح الزمان کی رونق افروزی پر ان کی رعایت کرنا کیا اس روز تک یہ خبر جی نے بند رکھی تھی۔ کہ گھبراؤ نہیں جرمانہ ہو گا۔ اور روپے تمہارے پاس کافی ہیں۔ اور پھر اس وقت کی حالت بالخصوص مشاہدہ کے قابل تھی۔ جب اردلی نے مرزاجی کو زور سے پکارا کہ مرجا گلام احمد حاجر۔ مرزاجی عدالت کی طرف جو چلے تو سچ مچ آپ ان اشعار کے مصداق نظر آتے تھے

عجائب چال سے ظالم تیرا دیوانہ آتا ہے
لبیں ہیں خشک اور چہرے پہ زردی چھا رہی دیکھو
قدم اٹھتا نہیں جلدی گھٹا جاتا ہے دم کیسا
تماشا دیکھنے آئی ہے خلقت آج مہدی کا
چو پہنچے پاس کمرہ کے کہا پولیس والوں نے

اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے
بری اللہ کیوں اب بزدلی ایسی دکھاتا ہے
نہیں سولی دھری پھر کیوں مسیحا خوف کھاتا ہے
کہ دیکھیں فیصلہ مرزا کو کیا حاکم سناتا ہے
رہیں سارے حواری یاں اکیلا مرزا جاتا ہے

نو نہ حشر کا برپا تھا مرزا کے لئے گویا ؎ نہ حامی رہ سکے کوئی جو نازک وقت آتا ہے
نکالو پانسو ورنہ تو بھگتو قید ششماہی ؎ یہ مرزا جی کو حاکم حکم اپنا پڑھ سناتا ہے
ادا کر اپنا جرمانہ نکل بھاگے مسیحا تب ؎ بنے مجرم ہیں مرزا ہر کوئی یہ غل مچاتا ہے
مبارک آپ کو حضرت یہ تحفہ مجرمیت کا ؎ ہے لائق اس سزا کے جو کسی کا دل دکھاتا ہے
یہ رکھنا یاد دن حضرت نہ ہرگز بھولنا ان کو ؎ تمہارا حافظہ کمزور جلدی بھول جاتا ہے

(۸) مہجی یہ بات کہ مرزا جی کا جرمانہ معاف ہو گیا۔ اور اسبات پر آپ کے حواری پھولے ہوئے جاموں میں نہیں سماتے اور نعرہائے شادمانی بلند کئے ہوئے گویا آسمان پھاڑ رہے ہیں اور مرزائی اخبارات اس دھن میں طرح طرح کے راگ گاتے اور لوگوں کو برا بھلا سناتے ہیں۔ اُدھر میاں عبدالکریم تمام معزز اخبارات کو کوستے اور سارے صوفیائے کرام اور علمائے عظام کو صلواتیں سناتے ہیں (دیکھو الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۵ء) سو ہم کو مرزائیول کی اس بیجا تعلّی پر نہایت سخت تعجب آتا ہے کہ کیوں اتنی جلدی وہ ساری ذلتیں اور شکستیں بھول گئے جو مرشد جی کی نسبت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے۔ اور اُن کے سارے الہامات کی تکذیب کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا۔ کیا صرف اتنی بات سے کہ مرزا جی کا جرمانہ اپیل میں معاف ہو گیا وہ ساری شدائد اور مصائب جو بھگت چکے تھے جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے نسیاً منسیاً ہو گئے ؟ صاحبان مرزا کیلئے قدرت کی طرف سے جو سزائیں مقدر تھیں وہ بھگت چکے دنیا میں ان کے الہامات کی غلطی کھل گئی پھر اپیل سے جرمانہ معاف ہو گیا۔ تو کونسی انوکھی بات ہو گئی بڑے بڑے ڈاکو۔ چور۔ خونی اپیل میں چھوٹ جایا کرتے ہیں۔ تو پھر کیا ان کی عزت ہو جاتی ہے اور مرزا صاحب نے تو بڑے زور سے آج سے پہلے کئی برسوں اس امر کا فیصلہ کر دیا ہوا ہے کہ بریت وہ ہے جو فرد جرم سے پہلے ہو۔ **فرد جرم لگنے کے بعد کی بریت کسی کام کی نہیں**۔ وہ تو عدالت کا رحم ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں ہم تریاق القلوب مؤلفہ مرزا صاحب کی اصل عبارت درج ذیل کرتے ہیں

نقل عبارت تریاق القلوب مؤلفہ مرزا صاحب ص۸۹

بری[۱] وہ ہے جسپر جرم ثابت نہیں اور اس کے مجرم ٹھہرانے کے لئے کوئی وجہ پیدا نہیں ہوئی اور مبرّا وہ ہے جو اس کے مجرم ٹھہرانے کے لئے وجوہ پیدا تو ہوئیں۔ مگر صفائی کی وجوہ نے ان کو توڑ دیا۔ اور ان پر غالب آگئیں لہٰذا یہ امر محقق اور فیصلہ شدہ اور قطعی اور یقینی ہے۔ کہ ڈسچارج کا ترجمہ بری ہے۔ اور اکیٹ کا ترجمہ مبرّا۔ دوسرے قسم کے بری پر جو انگریزی اکیٹ کہلاتا ہے۔ یہ زمانہ آگیا کہ وہ مجرم بھی قرار دیا گیا۔ اور اس پر

[۱] اس عبارت میں سوائے ان چند نوٹوں کے جو خطوط وحدانیہ کے اندر ہماری طرف سے ہیں باقی سب عبارت مرزا جی کی مصنفہ کتاب تریاق القلوب کی اصل عبارت ہے

فرد قرار داد لگایا گیا۔ (جیسا کہ مرزا صاحب پر یہ زمانہ آچکا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ سزائے قید یا جرمانہ کا حکم بھی سنایا گیا)
اور شاید وہ ایک مدت تک حوالات میں رہا اور شاید ہتھکڑی بھی پڑی (یا بلا لکھو کہ وہ مدت تک گھر سے جلاوطن رہا
اور عدالت کے سامنے روزانہ کئی گھنٹوں تک کھڑا رہنے سے ٹانگیں کمزور ہو گئیں۔ اور اس پر یہ وقت بھی آیا کہ ہانی
طلب کرنے پر نہ مل سکا اور کہ قید یا جرمانہ کا حکم ہو جانے سے وہ حوالات میں گویا ہو چکا اور ہتھکڑی بھی گویا پڑ گئی۔
مگر یہ شخص جو ڈسچارج کیا گیا اسکی نیک چلنی کی چمک نے ان تمام ذلتوں سے محفوظ رکھا (افسوس تو مرزا جی ڈسچارج
کئے گئے۔ اور نہ ان کی نیک چلنی کی چمک نے ان کو ان تمام ذلتوں سے محفوظ رکھا) انتہی ملخصاً

تو پھر جب مرزا جی خود لکھ چکے ہیں کہ بریّت وہی ہوتی ہے جو فرد جرم سے پہلے ہو تو پھر حسب مقولہ مذکور مدعی سست
گواہ چست مرزائی اب کیوں مرزا جی کے اس مقررہ اصول کی مخالفت کر کے اپیل میں جرمانہ معاف ہونے پر
ان کو اس ناقص بریّت پر مبارکبادیاں دیتے اور ان کی فتح سناتے ہیں جبکہ مرزا جی پر فرد جرم بھی لگ چکی اور اس
کے بعد سزا بھی ہو چکی تو پھر عند الاپیل معافی جرمانہ کو داخل بریّت سمجھنا مرزا جی کی سخت تکذیب کرنا ہے کیا مرزا
جی کا قرار داده اصول محولہ تریاق القلوب غلط اور جھوٹ ہے۔ اور مرزائی سچے ہیں ؎ ایں خیال است و محال است
وجنوں غالباً مرزائیوں کو مرزا جی کی کتاب تریاق القلوب کی عبارت بھول چکی تھی۔ اور مرزا جی کا حافظہ کمزور
ہے ہی اب ہم نے آپکو یاد دلا دیا ہے۔ امید ہے کہ اس کے بعد ہرگز مرزائی صاحبان اپنے مرشد جی سے ہرگز یہ گستاخی روا
نہ رکھیں گے وہ تو فرمائیں کہ فرد جرم لگنے کے بعد اگر کوئی چھوٹ جائے۔ تو وہ بری سمجھے جانیکے لائق نہیں ہاں اسکو
بہترا کہو تو کہو اور مرزائی یہ کہیں کہ نہیں فرد جرم تو کیا سزا پانے کے بعد بھی مرزا جی بری سمجھے جائیں گے مرشد جی کے قول
کے مقابل مریدوں کے قول کی کچھ وقعت نہیں ہو سکتی ؎

جو خود تریاق میں ہیں لکھ چکے مرزا صراحت سے — کہ بعد از فرد کچھ عزت نہیں ہرگز بریّت سے
تو کیا حاصل اپیلوں سے جو جرمانہ ہوا واپس — کہ مرزا جی سزا بھی پا چکے پہلے عدالت سے
یہ کیوں تکذیب مرشد کی ہیں کرتے احمدی ہو کر — عقیدت سے نہ یہ کہنا ہے بلکہ ہے عداوت سے
تعجب ہے کہ مرزا جی ہیں جھوٹے اور تم سچے — یہ گستاخی بڑی ہے باز آؤ ایسی جرأت سے
ملی جو ذلتیں مرزا کو کیا کم تھی سزا اس کو — سزا تو ہو چکی تھی جو مقدر ہوئی قدرت سے
نہ مرزا جی کو بھولے گا زمانہ وہ کبھی ہرگز — بچائی جان بیچارے نے مر مر کر مصیبت سے

الحاصل مرزا جی کا اپیل میں کامیاب ہونا ان کی کسی کرامت یا فتح کی دلیل نہیں اور نہ ہی اپیل میں کامیاب
ہونے کی بابت مرزا جی نے کوئی الہام کیا ہوا تھا اگر اپیل کے متعلق صراحت سے بعد از فیصلہ مقدمہ مرزا جی
کا کوئی الہام کسی اخبار میں شائع ہوا ہے۔ تو براہ مہربانی پیش کریں اور یہ بھی فرمائیں کہ اگر مقدمہ سے بریّت کرامت

نشانی ہے تو مولوی صاحب دو مقدمات میں بری ہو چکے تھے اُن کی کرامت کیوں نہیں مانی جاتی۔

(۹) بہت بڑی بات جو ان مقدمات میں ظاہر ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ مرزاجی اور ان کی وہ جماعت جنکو خدا کی برگزیدہ جماعت کا خطاب دیا جاتا ہے۔ اور جن کے منہ پر صداقت صداقت کا کلمہ ہر وقت جاری رہتا ہے کہاں تک اپنے دعوائے صداقت میں سچے ہیں۔ مرزاجی اپنی متعدد تصانیف کے ذریعہ دنیا کے سامنے یہ دعویٰ زور سے کر چکے ہیں کہ عمر بھر میں کسی معاملہ دنیوی میں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور اسلئے مان لینا چاہیئے کہ وہ اپنے روحانی دعاوی میں بھی سچے ہیں۔ لیکن ان مقدمات نے بہت بڑا راز جو کھولا وہ مرزاجی کی صداقت کی قلعی کھولنا ہے مرزاجی نے اپنے حلفی بیانات میں جو عدالت میں انہوں نے لکھائے ہیں بہت سے جھوٹ بولے ہیں۔ جن کی ہم مکمل فہرست اس روئداد کے آخیر پر ہدیہ ناظرین کرینگے۔ اور ساتھ ہی ان کے بعض ارکان نے جو کچھ اپنے بیانات میں غلط بیانیاں کی ہیں ان کی بھی فہرست دینگے تاکہ پبلک اس امر سے پورا فائدہ اٹھائے کہ جو شخص عدالت میں حلفی بیانات میں جھوٹ بولے وہ کبھی بھی خدا کا راستباز بندہ یا ولی ملہم۔ نبی وغیرہ نہیں ہو سکتا ہے ہم ان بیانات کا جھوٹا ہونا مرزاجی کے اپنے ہی دوسرے بیانات یا تصنیفات سے اور ان کے اپنے حواریوں کے بیانات سے ثابت کرینگے تاکہ سوچنے والوں کو مرزاجی کے ادعائے مسیحیت مہدویت نبوت وغیرہ کے صدق و کذب کا معیار ملجاوے ایسے مقدمات میں جرمانہ کا ہونا یا بری ہونا یا معاف ہوجانا کوئی بڑی باتیں نہیں ہیں ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں سب سے اہم بات ایسے مواقع پر کذب و صدق کا پرکھنا ہوتا ہے جو کہ ان مقدمات میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب وہ فہرست ہدیہ ناظرین ہوگی۔ اور اس سے ہمارا مطلب بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ پبلک کو فائدہ پہنچے۔ اور وہ مرزا کے معاملہ میں غور کرنیکے وقت اس فہرست سے استفادہ حاصل کریں۔

اب ہم روئداد مقدمہ کو لکھنا شروع کرتے ہیں۔ چونکہ اس مقدمہ میں بیانات مستغیث و گواہان فریقین مکرر سہ کرر جرح ہونے کے باعث اسقدر طویل ہوئے ہیں کہ ایک ایک بیان قریباً بیس تیس ورق پر نقل ہوا ہے۔ اس لئے ان بیانات کی نقل کی یہاں بالکل گنجائش نہیں اور نہ ہی ان کا اندراج چنداں باعث دلچسپی ناظرین ہوگا۔ اصل مقصود اندراج کیفیت مقدمہ سے مرزا صاحب قادیانی (مدعی نبوت) اور ان کے حواریوں کے کارناموں کا دکھلانا ہے۔ جو مقدمہ ہذا سے ظہور میں آئے اور پبلک کو بھی اسی بات کے دیکھنے کا اشتیاق ہے کہ اتنے بڑے دعوے (نبوت) کے مدعی اور اس کے خاص الخاص حواریوں نے اس نازک موقع پر کیا کچھ نمونہ دکھلایا اسلئے ہم واقعات مقدمہ کے دکھلانے کے لئے نقل استغاثہ کے علاوہ لالہ آتما رام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کے فیصلہ لکھدینے پر اکتفا کریں گے جنہوں نے

تمام واقعات کو اپنے فیصلہ میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور عدالت اپیل نے بھی اس تفصیل کا حوالہ اپنے فیصلہ میں دیا ہے۔ اور سوائے تنسیخ حکم سزا اور چند ایک امور کے باقی امور مندرجہ فیصلہ عدالت ماتحت سے اتفاق کیا ہے۔ اور ان کاغذات کی نقول درج ہونگی جو مرزا صاحب کی ذات کے متعلق ہیں مثلاً اُن کے عذرات بیماری اور سارٹیفکیٹ پیشکردہ کی نقول اور ان درخواستوں کی نقلیں جو انتقال مقدمہ کے متعلق گذریں۔ اور نقل حکم عدالت جس کے ذریعہ سے درخواستیں نامنظور ہوئیں۔ وغیرہ وغیرہ نیز مرزا صاحب کے ان بیانات کی نقل جو بمقدمہ ایڈیٹر الحکم (مقدمہ ۲ الم تعزیرات ہند بشہادت ڈیفنس ہوا بھی یہاں ہی درج کی جائیگی۔ کیونکہ فہرست صداقت قادیانی میں جو اس مقدمہ کے اخیر میں لکھی جائے گی۔ ان بیانات سے بھی حوالے دئے جاویں گے اور یا اُن بیانات کی نقول درج کرینگے جو مرزا صاحب کے خاص الخاص حواریوں مثلاً مولوی نورالدین بھیروی وغیرہ کے ہوئے۔ ان کے بعد نقل موجبات اپیل اور فیصلہ عدالت اپیل درج کیا جائیگا۔

قبل اس کے کہ اس مقدمہ کے متعلق بیانات لکھے جاویں۔ مرزا صاحب قادیانی اور ان کے رکن اعظم حکیم الامت مولوی نورالدین صاحب بھیروی کے بیانات جو ایک دوسرے مقدمہ عذرداری انکم ٹیکس کے متعلق ہیں درج کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ ظاہراً ان بیانات کا تعلق ان مقدمات سے نہیں ہے۔ لیکن چونکہ ان بیانات کا آخیر میں ریویو کیوقت انکے بیانات سے مقابلہ کرنا ہے جو ۲ الم والے مقدمات میں ہوئے ہیں اسواسطے ان کو پہلے درج کر دینا مناسب سمجھا گیا ہے۔ اسوقت ان بیانات پر مقدمہ متذائرہ کی متعلق رائے زنی نہیں کی جاسکتی انشاء اللہ تعالیٰ بعد انفصال مقدمہ اس پر مفصل ریمارک ہوگا۔ ہاں ان بیانات کے متعلق وہ نوٹس جو مقدمہ معہود سے تعلق نہیں رکھتے ناظرین کی دلچسپی کے لئے مختصر اساتھ ساتھ عرض کر دیئے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کا بیان[1] متعلقہ عذرداری انکم ٹیکس

نقل بیان مرزا غلام احمد بمقدمہ عذرداری ٹیکس اجلاسی ایف ٹی ڈکسن صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور روبروئے منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار بٹالہ

مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء فیصلہ ۱۷ ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر بستہ قادیان نمبر مقدمہ ۵۵

مثل عذرداری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ ذات مغل سکنہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

بیان مرزا غلام احمد صاحب۔ مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ ذات مغل ساکن قادیان عمر ۶۰ سال تخمیناً پیشیہ

[1] مرزا صاحب کے اس بیان پڑھنے سے ان کی ریاست اور زمینداری کی آمدنی کی قلعی کھل گئی۔ مدت سے جس بغیس سنا کرتے تھے لیکن بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا۔ جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا۔ آخر ریاست کا نرا دعویٰ ہی نکلا۔

زمینداری باقرار صالح میرے تین گاؤں[1] تعلقہ داری کے ہیں فیضی نگل ۔ دکھارا ۔ انکی آمدنی سالانہ تخمیناً ایک سو بیاسی روپیہ ار آتے ہوتی ہے ۔ اس کے علاوہ میری اراضی قریباً اسی گھماؤں غیر موروثی ہے ۔ اور کچھ موروثی ہے جس کی آمدنی مل ملا کر تخمیناً تین سو روپیہ سالانہ ہوتی ہے ۔ میرا باغ بھی[2] ہے ۔ اسکی آمدنی مختلف ہوتی ہے چنانچہ کسی سال میں دو سو کسی سال میں تین سو کسی میں چار سو حد درجہ پانچسو روپیہ سالانہ ہے ان آمدنیوں کے علاوہ میری کوئی آمدنی نہیں ۔ میرا کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس کا مجھے کرایہ آتا ہو ۔ اس گاؤں میں یا کسی اور جگہ اگر میرا سکونتی[3] مکان کرایہ پر دیا جاوے تو تخمیناً دو روپیہ ماہوار کرایہ کی آمدنی ہو ۔ میرا نقد روپیہ اس قسم کا کوئی نہیں ہے جس کی مجھے آمدنی ہو بنک وغیرہ میں کوئی روپیہ نہیں ہے ۔ میری[4] زوجہ کے زیورات قریباً چار ہزار روپیہ کے ہوں گے ۔ لیکن وہ میری ملکیت نہیں ہیں میں[5] نے اپنا باغ اپنی زوجہ کے پاس رہن کر دیا ہے ۔ ابھی تک رجسٹری ہوئی ہے داخل خارج نہیں ہوا لیکن قبضہ باغ کا دیدیا ہوا ہے ۔ اس کے عوض چار[6] ہزار کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقد مبلغ وصول پایا ہے یہ زر رہن ابھی تک میں نے کہیں لگایا نہیں ہے میرے پاس پڑا ہے تخمیناً دو ہزار کا زیور میری زوجہ کا انکی والدہ نے دیا تھا اور باقی[7] کا دو ہزار روپیہ کا زیور چودہ سال میں میں نے اپنی زمینداری کی آمدنی سے ڈالا ہوا تھا ۔ یہ دو ہزار کا

---

[1] یہاں سے تو خیال گذرتا ہے کہ واقعی آپ ایک اچھے زمیندار ہونگے کہ تین گاؤں کی تعلقہ داری رکھتے ہیں لیکن پھر اسکے ساتھ یہ پڑھکر کہ ان کی آمدنی سالانہ تخمیناً ایک سو بیاسی روپیہ ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ ایک ادنیٰ زمیندار کی سی آمدنی بھی نہیں ہے شک تھا کہ اس تعلقہ داری کے علاوہ کوئی اور معقول حصہ جائداد زرعی کا ہوگا ۔ لیکن وہ شک بھی رفع ہو گیا جب یہ پڑھا اسکے علاوہ میری اراضی قریباً اسی گھماؤں غیر موروثی ہے اور کچھ موروثی جسکی آمدنی مل ملا کر تخمیناً تین سو روپیہ سالانہ ہوتی ہے بس ریاست کی پونجی ختم ہو گئی [2] یہاں سے پھر وہم گذرا کہ آپ باغوں کے مالک بھی ہیں گو آمدنی دو تین سو روپیہ سالانہ کچھ بڑی بات نہیں لیکن آگے چلکر معلوم ہوتا ہے کہ ان باغات کی ملکیت تو آپکی زوجہ محترمہ کے نام منتقل ہو چکی ہے ۔ اور آپ نرے تھدی ہی رہگئے ہیں ۔

[3] او ہو پھر تو آپ کی حالت قابل رحم ہے رئیس ابن رئیس اور مکان ایسا بے حیثیت ۱۲

[4] کیوں مرزاجی بی بی بیوی صاحبہ ہیں جنکو کبھی تو شہر بانو سے تشبیہ دی جاتی ہے اور کبھی بھرے مونہہ سے ان کو ام المومنین کا خطاب اور علیہا الصلوٰۃ والسلام کا تحفہ دیا جاتا ہے ۔ کیا امہات المومنین بھی زینت دنیا کی دلدادہ اور زیورات غالیہ کی شیدا تھیں؟ کلا و حاشا ۔ اور کیا عورت کو چار ہزار روپے کا زیور پہننا اسراف نہیں ہے ۔ اور آیۃ ان المبذرین الخ کا مضمون یہاں صادق نہیں آئیگا؟ اگر آپ سچے رسول ہوتے تو عورت کی اس زیور طلبی پر فوراً وہ ڈانٹ بتلاتے جو ہمارے سید و مولیٰ سچے نبی (فداہ امی وابی) نے فرمائی تھی ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتها فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا ۱۲ الآیۃ

[5] واہ صاحب واہ بیوی صاحبہ بھی آپ کی اچھی ہمدرد اور غمگسار ہیں ۔ خاوند ایسا جو امامت نبوت بلکہ خدائی کا دعویدار اور گھر والوں کے نزدیک ایسا بے اعتبار کہ بیوی صاحبہ قرضہ تب دیتی ہیں کہ جائداد پہلے رجسٹری کرالی جاتی ہے ۔ [6] مگر یہ عقدہ حل نہیں ہوا کہ پانچہزار روپیہ کی مرزاجی کو کونسی ضرورت پڑی تھی جسکے عوض اپنی جدی میراث اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھے اور وہ روپیہ کن ضروریات دینی یا دنیویہ میں خرچ ہوا؟

[7] بے شک آپکی جان نثاری تو قابل داد ہے کہ اپنی عمر بھر کی کمائی بیوی صاحبہ کی زیورات کی نذر کر دی البتہ ان کی اس دو ہمری کار پر افسوس ہے کہ آپ کو قرضہ دیتے وقت ساری جائداد ہی سنبھال لی ۱۲

کا زیور بھی میں اپنی زوجہ کی ملکیت میں کر چکا تھا میرے مریدوں سے مجھے تخمیناً پانچہزار دو سو روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے
یہ آمدنی مجھے اس سال میں ہوئی جسکی بابت انکم ٹیکس لگائی ہوئی ہے اور اوسط سالانہ آمدنی قریباً چار ہزار روپیہ کی ہوتی ہے
یہ تخمینہ مینے یادداشت سے لکھوایا ہے تحریری یادداشت میرے پاس کوئی نہیں ہے اسمیں سے میں اپنے ذاتی خرچ میں
کچھ بھی نہیں لاتا اور نہ مجھے ضرورت ہے میرا[1] اپنا ذاتی خرچ تو سات آٹھ روپیہ ماہوار میں ہو سکتا ہے یہ روپیہ مختلف
مدوں میں خرچ ہوتا ہے جسمیں سے بڑی مد لنگر خانہ ہے۔ لنگر خانہ میں جو آٹا خرچ ہوتا ہے اسکا حساب موضع رتیہ اور موضع
پاروال اور بٹالہ ساہوکاران اور مالکان گھوراٹ سے دریافت ہو سکتا ہے۔ موضع رتیہ میں مہر سنگھ اور متاب سنگھ
اور ٹہل سنگھ سے اور اسکے حصہ دار اور ٹھیکہ داران سے اور موضع پاروال میں ٹھیکہ دار کا نام یاد نہیں ہے جہاں سے
اور قصبہ بٹالہ میں ویر بھان بانیہ ولد گنڈا مل سے لیتے رہے ہیں جس سال کی بابت انکم ٹیکس تشخیص ہوا ہے اس سال
میں آٹا بٹالہ میں ویر بھان ولد گنڈا مل بانیہ سے اور دہاریوال میں متاب سنگھ و ٹہل سنگھ ٹھیکہ داران گھوراٹ سکنائے امرتسر
سے لیا گیا ہے حساب آمد آٹا کا اُن کے پاس ہے۔ ہمارے پاس مفصل نہیں ہے۔ البتہ ویر بھان کی زبانی اتنا درج ہے کہ
اس سال ویر بھان سے تخمیناً چار سو کا آٹا آیا ہے۔ دہاریوال کے آٹا کا کوئی حساب معلوم نہیں ہے یہ وہاں سے دریافت
ہو سکتا ہے۔ اس سال آٹا کے علاوہ مندرجہ بالا کے گندم دکان باغ کھتری آڑھتی ساکن قادیان سے ۱۱۰ من بحساب
ساڑھے سولہ سیر فی روپیہ کی تخمیناً مبلغ ایکسو ساٹھ روپیہ کی خریدی۔ اسی سال میں بھیبت آڑھتی سکنہ قادیان
سے گندم تخمیناً تین سو روپیہ کی خریدی۔ میں نے خرچ آٹا وغیرہ یعنی گوشت مصالحہ روغن زرد چاول۔ چاء دودھ دہی تیل
مٹی و چارپائی مصری کھنڈ کا آٹے میں نقل کر کے داخل کیا ہوا ہے وہ تخمیناً لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو سکتا ہے مہمان
خانہ میں جو عمارتیں مہمانوں کے اُترنے کے لئے پختہ اور خام بنی ہیں۔ اُن پر تخمیناً ۱۷۰۳ روپیہ خرچ اس سال میں ہوا ہے
جو آمدنی مدرسہ کی مد پر آتی ہے۔ وہ اس آمدنی کے علاوہ ہے اور اسکا خرچ بھی اس خرچ کے علاوہ ہے مینے انتظاماً وہ
کام مولوی نورالدین صاحب کے سپرد کر رکھا ہے وہی حساب و کتاب رکھتے ہیں۔ اور بذریعہ اشتہار چندہ دہندگان کو اطلاع
دی گئی ہے کہ اسکا روپیہ براہ راست مولوی نورالدین کے نام ارسال کریں مینے اپنی آمدنی پانچہزار دو سو روپیہ سالانہ
مریدوں کے ذریعہ ٹھہرائی ہے۔ اس میں مدرسہ کی آمدنی درج نہیں ہے اور وہ اس لحاظ سے کہ وہ آمدنی براہ راست مولوی
نورالدین صاحب کے سپرد ہو کر اُنکو پہنچتی ہے۔ اس آمدنی اور خرچ مدرسہ کا حساب و کتاب ان کے پاس ہے وہ حساب و
کتاب باضابطہ ہے۔ اس سال میں اکیس اشتہار مشتہر کئے گئے۔ جن میں سے بعض کی تعداد سات سو اور بعض کی
چودہ سو اور بعض کی دو ہزار ہے اُن پر صرف ٹکٹ کا خرچ اس سال میں دو سو روپیہ تخمیناً ہوا ہے۔ جواب خطوط و رجسٹری
وغیرہ پر اس سال میں تخمیناً دو سو چالیس روپیہ خرچ ہوا ہے۔ خرچ مطبع اس سال میں تخمیناً ایک ہزار روپیہ ہوا ہے جسکا حساب کوئی

[1] شاید وہ افواہ غلط ہوگی کہ سال بھر میں ہزاروں روپیہ کا عنبر ہی اڑ جاتا ہے اگر اس افواہ کی بھی کچھ اصلیت ہے تو وہ کس مد میں خرچ شمار ہوگا۔

نہیں ہے۔ اس میں مدات ذیل ہیں۔

رولیا ماہوار للعہ اسفنجیا ماہوار ہے کل کش ماہوار ہے پریسمین ماہوار عمہ سنگساز ماہوار عہ کاپی نویس للعہ

کاغذ ماہوار للعہ سائر خرچ ماہوار للعہ

آمدنی مطبع کی حسب ذیل اس سال میں ہوئی ہے۔ آمدنی فروخت کتب چار سو اٹھاسی روپیہ دس آنہ چنانچہ اس حساب سے خرچ مطبع آمدنی سے تخمیناً پانسو روپیہ کے قریب سے زیادہ آتا ہے یہ خرچ دوسری مدات میں سے دیا جاتا ہے کیونکہ مریدوں کی طرف سے مجھے اجازت ہے کہ حسب ضرورت ایک مد سے دوسری مد میں روپیہ خرچ کر لیا جاوے جو بچت سال گذشتہ کی کبھی ہوتی ہے تو میں حسب ضرورت آئندہ سال اُسکو خرچ کر دیتا ہوں دینی ضرورت میں خرچ کیا جاتا ہے میرے ذاتی خرچ سے اس خرچ کو تعلق نہیں ہے مجھے کوئی حاجت نہیں کہ میں مریدوں کا روپیہ اپنے خرچ میں لاؤں میرا خرچ میری آمدنی ذاتی سے جو صرف زمینداری سے ہوتی ہے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں ہے کم ہے میں اپنی ذاتی آمدنی سے بھی مدات مذکورہ بالا میں خرچ کر دیتا ہوں۔ میری ذاتی آمدنی جسقدر مجھے باقی بعد از منہائی خرچ بچتی ہے وہ میں کسی دینی خدمت میں خرچ کر دیتا ہوں تجارت وغیرہ کسی کام میں جہاں سے آمدنی ہو خرچ نہیں کرتا۔ اور کچھ بیان نہیں کیا۔ ۱۵ اگست ۱۸۹۸ء (دستخط حاکم)

دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود

مولوی نورالدین صاحب کا بیان

نقل بیان حکیم نورالدین روبروئے تاج الدین صاحب تحصیلدار باختیار اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم پرگنہ بٹالہ
مشمولہ مسل عدالت مال باجلاس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کلکٹر بہادر ضلع گورداسپور

مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء فیصلہ ۱۲ ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر بستہ × نمبر مقدمہ ۵۵

تعداد ٹکس مشخصہ	تعداد ٹکس بوجہ فیصلہ عذرداری	تعداد ٹکس بعد فیصلہ اپیل (اگر ہوا)
مار ہے	معاف شد	×

مثل عذرداری انکم ٹکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ ذات مغل ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

بیان حکیم نورالدین ولد غلام رسول ذات قریشی فاروقی ساکن بھیرہ ضلع شاہپور باقرار صالح

۵ سال سے میں مرزا صاحب کی خدمت میں ہوں مرزا صاحب کا اپنا گذارہ باغ اور زمین[1] سے ہے لوگ جو باہر سے بھیجتے ہیں وہ روپیہ مرزا صاحب اپنے ذاتی خرچ میں نہیں لاتے جو روپیہ مرزا صاحب کو علاوہ اپنی آمدنی کے باہر سے آتا ہے اسکو وہ پانچ مدوں میں خرچ کرتے ہیں اول جو مہمان باہر سے آتے ہیں انکی مہمان نوازی پر خرچ ہوتا ہے یہ مہمان خاص

[1] وہی باغ جو رہن ہو چکا ہے پھر اس کی آمدنی میں مرزا صاحب کو کیا دخل ۱۲

مرزا صاحب کے پاس آتے ہیں جہاں تک مجھ کو علم ہے کل مہمان مرزا صاحب کے پاس علم دین سیکھنے کے لئے آتے ہیں کبھی ایسے مہمان بھی آ جاتے ہیں جنکا اُن سے محض دوستانہ تعلق ہے۔ اور دین کی وجہ سے نہیں آتے بعض صورتوں میں مرزا صاحب کو لوگوں سے ہدایت ہوتی ہے کہ انکا روپیہ مہمان نوازی میں خرچ ہو۔ اور بعض صورتوں میں ایسی ہدایت نہیں ہوتی اور مرزا صاحب خود بخود مہمان نوازی میں روپیہ صرف کرتے ہیں جس روپیہ کی بابت لوگ تخصیص نہیں کرتے اسکی نسبت مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ پانچ مدّوں میں سے جس مدّ میں چاہیں خرچ کریں مرزا صاحب نے اول کتاب فتح اسلام اور توضیح مرام میں ان پانچوں مدّوں کا ذکر کیا ہے۔ میں مرزا صاحب کو اپنی گرہ سے روپیہ دیا کرتا ہوں لیکن تخصیص نہیں ہوتی کہ وہ ان پانچ مدّوں میں سے فلاں مد میں خرچ کریں۔ جو روپیہ میں دیتا ہوں وہ ان مدّوں میں ضرور خرچ ہوتا ہے۔ دوسری مد خط وکتابت کی ہے تیسری کتابوں کی چوتھی قیام مدرسہ پانچواں بیمار اور مساکین کی امداد کے لئے۔ ان باقیماندہ مدّوں میں جو روپیہ خرچ ہوتا ہے کبھی بھیجنے والے تخصیص کر دیتے ہیں کبھی تخصیص نہیں کرتے مرزا صاحب کی رائے پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ان پانچوں مدّوں کے متعلق جسقدر روپیہ مرزا صاحب کے پاس آتا ہے وہ خیرات کا ہے لنگر خانہ میں سے مرزا صاحب خود کھانا اکثر کھا لیا کرتے ہیں۔ کیونکہ انکا اپنا روپیہ بھی ان مدّوں میں خرچ ہوتا ہے۔ ان مدّوں کے روپیہ میں سے مرزا صاحب اپنا کپڑا نہیں بناتے۔ لوگ مرزا صاحب کو ان کے اپنے خرچ کیلئے بطور ہدیہ کے پیری مریدی کے طور پر دیا کرتے ہیں[1] لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی آمدنی تخمیناً سالانہ کتنی ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ ایسی آمدنی سالانہ پانسو روپیہ سے کم ہے یا زیادہ ہے۔ مرزا صاحب کے بال بچے ہیں۔ تین لڑکے اور ایک لڑکی ایک لڑکا پڑھتا اور دو چھوٹے ہیں ان کے لئے مرزا صاحب کی اپنی آمدنی کافی ہے مرزا صاحب کے دو لڑکے اور بھی ہیں لیکن اُن سے مرزا صاحب کا کوئی تعلق نہیں ابھی چھوٹے لڑکے کی تعلیم پر جو پڑھ رہا ہے کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ لڑکی بھی دودھ پینے والی بچی ہے۔ مرزا صاحب کے خسر نشیناب ہیں اور آسودہ حال ہیں نواب لوہارو کے رشتہ دار ہیں۔ معلوم نہیں کہ قریبی یا بعیدی۔ اسوقت مرزا صاحب کی ایک عورت ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کے خسر نے کیا زیور دیا۔ میں ساتھ نہیں گیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اُن کی عورت کا اسوقت کس قدر زیور ہے مجھے علم نہیں کہ اس سال میں یا کبھی پہلے کوئی زیور ان کی عورت کا بنا ہو۔ مرزا صاحب بیوپار وغیرہ نہیں کرتے۔

۵ ر اگست ۱۸۹۷ء دستخط حاکم۔

---

[1] حکیم الامۃ صاحب کا یہ بیان ان کے مرشد صاحب کے بیان کے متناقض ہے۔ وہ تو صاف لکھاتے ہیں۔ مجھے کوئی حاجت نہیں ہے کہ میں مرید و نکا روپیہ اپنے خرچ میں لاؤں میرا خرچ میری آمدنی ذاتی سے جو صرف زمینداری سے ہوتی ہے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں ہے کم ہے اور حکیم الامۃ فرماتے ہیں کہ لوگ مرزا صاحب کو ان کے اپنے خرچ کیلئے بطور ہدیہ کے پیری مریدی کے طور پر دیا کرتے ہیں ان دونوں اقوال سے کس کا قول سچا اور کس

ناظرین کو تمہید سے اس امر کا علم ہو چکا ہے کہ بنا ر استغاثہ مرزا صاحب کی کتاب مواہب الرحمٰن ہے جو ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں تقسیم کی گئی تھی سو اسکی بنا پر استغاثہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء جہلم میں بعدالت لالہ سنسار چند صاحب ایم اے مجسٹریٹ درجہ اول جہلم دائر ہوا جس کی نقل ذیل میں ہے۔

نقل استغاثہ

ابو الفضل مولوی محمد کرم الدین ساکن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم مستغیث **بنام** مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان سکنائے قادیاں ملزمان

جرم دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند

جناب عالی تمہید استغاثہ یوں ہے۔

(۱) مستغیث فرقہ اہل سنت والجماعۃ کا ایک مولوی ہے اور مسلمانوں میں خاص عزت اور اعتبار رکھتا ہے

(۲) مستغیث نے ایک استغاثہ فوجداری بعلت ازالہ حیثیت عرفی برخلاف ملزماں ۱ و ۲ نسبت اس ہتک و توہین کے جو انہوں نے بذریعہ تحریرات مطبوعہ میرے بھائی و بہنوئی مولوی محمد حسن فیضی مرحوم کی کی تھی عدالت لالہ سنسار چند صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع جہلم میں دائر کیا ہوا تھا جسکی تاریخ پیشی ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء مقرر تھی۔

(۳) ملزمان کو اس بات کا مجھ سے رنج تھا۔ اس واسطے ملزم نمبر ۱ نے اپنی مصنفہ مولفہ کتاب مواہب الرحمٰن کے صہ ۱۲۹ پر مقدمہ مذکور کی نسبت پیشگوئی کے پیرایہ میں ایک تحریر شائع کی جس میں میرا صریح نام لکھ کر میری سخت تحقیر و توہین کی گئی اور میری حیثیت عرفی کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اس نیت سے کہ اس مضمون کی اشاعت پر مستغیث کی نیکنامی اور عزت کو جو مسلمانوں کے دلوں میں ہے۔ صدمہ پہنچے اور میری دقر و آبرو کو نقصان پہنچے چنانچہ تحریر مذکور کے فقرات ذیل قابل غور ہیں۔

(الف) ومن ایاتی ما انبانی العلیم الحکیم فی امر رجل لئیم وبھتانہ العظیم ترجمہ و از جملہ نشانہائے من اینست کہ خدا مرا در بارہ معاملہ شخص لئیم و بہتان بزرگ او خبر داد و در صہ ۱۲۹ سطر ۳۔

اس فقرہ میں رجل لئیم جسکے معنے کمینہ شخص ہے اس سے ملزم نے مراد مستغیث کو رکھا ہے۔ اور یہ لفظ مستغیث کی نسبت سخت توہین و تحقیر کا کلمہ ہے۔ اور بہتانہ العظیم کے لفظ سے ملزم نے میرے ذمے یہ خلاف واقع اتہام لگایا کہ میں جھوٹے بہتان باندھنے والا ہوں اور ایسا اتہام میرے ذمے میری سخت بےعزتی کا باعث ہے کیونکہ جھوٹا بہتان باندھنا ایک اخلاقی اور شرعی جرم ہے۔

(ب) ان البلاء یرد علٰی عدوی الکذاب المھین ترجمہ یہ بلا میرے دشمن پر پڑیگی جو کذّاب (بہت ہی جھوٹا) اور اہانت کنندہ ہے۔ اس فقرہ میں مستغیث کی نسبت کذّاب کا لفظ لکھا گیا ہے۔ جسکا معنی بہت ہی جھوٹا ہے۔ اور یہ ایک سخت تحقیر کا کلمہ ہے جس سے کوئی زیادہ مزیل حیثیت عرفی اور دل آزار کلمہ نہیں ہو سکتا خصوصاً ایک مسلمان اور مولوی کی نسبت ایسا اتہام کہ وہ بہت جھوٹ بولنے والا ہے اسکی نیکنامی اور عزت کو بالکل غارت کر دینے والا ہے۔

(ج) فاذا ظہر قدر اللہ علٰی ید عدو مبین اسمہ کرم الدین ترجمہ پس ناگاہ ظاہر شد تقدیر خدا تعالٰی بردست دشمن صریح کہ نام او کرم الدین است۔ اس فقرہ میں تصریح ہے کہ الفاظ مذکورہ فقرہ جات بالا کا مصداق مستغیث ہی ہے۔ (۴) کتاب مواہب الرحمن جسمیں مستغیث کی ہتک صریح کی گئی ہے۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو خاص شہر جہلم میں جو حد سماعت عدالت ہذا میں ہے۔ کثرت سے شائع کی گئی اور خاص احاطہ کچہری میں یہ کتاب بہت لوگوں میں ملزمان نے مفت تقسیم کی بلکہ ایک مجمع عظیم میں جسمیں مستغیث موجود تھا مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کو جو ہمارے فرقہ کا ایک عالم شخص ہے ملزم ۱ نے بدست محمد دین کمپوڈر شفاخانہ جہلم جو اس کا مرید ہے بھیجی۔ جس سے ملزم مذکور کی یہ نیت تھی کہ اس مجمع میں یہ کتاب پڑھی جانیسے مستغیث کی نیکنامی اور عزت کو نقصان پہنچیگا اور عام مسلمانوں میں اس کی خفت ہوگی۔

(۵) اس کتاب کی تحریر مذکور کی اشاعت سے میری سخت خفت اور توہین ہوئی اور میری حیثیت عرفی کا ازالہ ہوا

(۶) ملزم ۲ نے کتاب مذکور باوجود اس امر کے علم ہونیکے کہ اسمیں صریح لائبل ہے اپنے مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں جسکا وہ مالک و مینیجر ہے چھاپا اور اسکو شہر جہلم میں جو حد سماعت عدالت ہذا میں ہے بھیجکر شائع کیا۔

(۷) چونکہ ملزمان نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے جسکی تشریح دفعات ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند میں ہے اسلئے استغاثہ ہے کہ بعد تحقیقات ان کو سزا دیجائے اور اگر واقعات سے ملزمان کسی اور جرم کے بھی مرتکب ثابت ہوں تو اس میں بھی ان کو سزا دیجائے۔

عرضی

ندوی مولوی کرم الدین ولد مولوی صدر الدین ذات آوان ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم ۲۷ جنوری ۱۹۰۳ء بعد قلمبند ہونے بیان سرسری مستغیث کے لالہ سنسار چند صاحب مجسٹریٹ نے حکیم فضلدین ملزم کے نام وارنٹ ضمانتی صما اور مرزا غلام احمد ملزم کے نام سمن (جس میں اصالتاً حاضری کا حکم لکھا گیا) جاری کیا اور تاریخ حاضری ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔ قادیان میں اسکی اطلاع پہنچنے پر مرزا جی کے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب نے ۲ مارچ ۱۹۰۳ء کو ایک تحریری درخواست منجانب مرزا غلام احمد ملزم گذرانی جسمیں استدعا کی گئی کہ

ملزم مذکور کو زیر دفعہ ۲۰۵ ضابطہ فوجداری اصالتاً حاضری سے معاف فرمایا جاوے مجسٹریٹ نے بعد غور کے
درخواست کو منظور کیا۔ اور حکم دیا کہ تا حکم ثانی ملزم کو ذاتی حاضری سے معاف کیا جاتا ہے۔ اس کی جانب سے
اسکا وکیل پیروی کرے۔

۱۶ مارچ تاریخ سماعت مقدمہ پر فضلدین ملزم اصالتاً حاضر ہوا۔ اور مرزا کیطرف سے اسکا وکیل پیش ہوا
ملزمان کی طرف سے زیر دفعہ ۵۲۶ ضابطہ فوجداری درخواست بغرض التوائے مقدمہ دیگئی کہ وہ چیف کورٹ
میں درخواست انتقال مقدمہ ہذا کرنا چاہتے ہیں۔ عدالت نے ۲۰ اپریل ۱۹۰۳ء تک مہلت دی۔

۱۴ اپریل ۱۹۰۳ء کو عدالت عالیہ چیفکورٹ میں درخواست انتقال گذری جو آخرکار منظور ہو کر مقدمہ بدستور
سپرد عدالت لالہ چندو لال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور ہوا۔

مرزاجی کی طرف سے یہ پہلی حیلہ جوئی تھی ان کے نقطہ خیال میں یہ تھا کہ مستغیث ایک دور دراز سفر کی تکلیف
اٹھا کر غیر ملک غیر ضلع میں کہاں تک مقابلہ کر سکیگا آخر تھک کر رہ جائیگا۔ اور مرزاجی کے الہامات کا نقارہ بجیگا
لیکن وہ کام جو مشیت ایزدی سے ہوں ایسے انسانی منصوبوں سے کبھی رُک نہیں سکتے مستغیث کے دل
میں حقتعالیٰ نے ایک فوق العادت ہمت پیدا کر دی اور وہ طرح طرح کی تکالیف سفر دیکھ کر بھی اپنی ہمت کو نہ ہارا
رائے چندو لال صاحب کی عدالت سے طلبی ملزمان جہت حاضری ۱۰ اگست ۱۹۰۳ء کا حکم صادر ہوا اور
تاریخ مذکور پر مرزاجی اور فضل دین ملزمان اصالتاً حاضر عدالت ہوئے حاضر ہوتے ہی ایک تحریری درخواست مرزا
صاحب کیطرف سے ان کے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب نے پیش کی کہ ملزم کو زیر دفعہ ۲۰۵ ضابطہ فوجداری
اصالتاً حاضری سے معاف فرمایا جاوے اسپر وکلاء طرفین کی بحث ہوئی وکیل ملزم اسبات پر زور دیتا تھا کہ لالہ
سنسار چند صاحب مجسٹریٹ جہلم نے بھی ملزم کو اصالتاً حاضری سے معاف کیا تھا۔ اور عدالت مذکور کو بھی ایسا ہی
کرنا چاہیئے۔ ادھر سے شیخ نبی بخش صاحب اور بابو مولامل صاحب وکلاء منجانب استغاثہ پیروکار تھے انہوں
نے بالتفصیل بیان کیا کہ ملزم کو اصالتاً حاضری سے معاف کرنیکی کوئی وجہ نہیں جبکہ مستغیث اور اس کے
گواہان ایک دور دراز ضلع جہلم سے آتے ہیں تو ملزم کو یہاں سے ۱۲ کوس (قادیان) سے آنے میں کونسی
مصیبت ہے۔ اگر لالہ سنسار چند صاحب نے اُسکو اس بنا پر حاضری سے مستثنیٰ کیا تھا کہ اسکو جہلم میں ایک
دُور جگہ ضلع گورداسپور سے آنا پڑتا ہے۔ تو اب وہ علت موجود نہیں بلکہ اب تو ملزم کی نسبت مستغیث
کو دقت ہے کہ وہ بعید مسافت طے کر کے یہاں آتا ہے۔ الغرض اس تاریخ کو بڑے معرکہ کی بحث وکلاء طرفین میں
ہوئی۔ اور مرزاجی اور ان کی جماعت کو یقین تھا کہ حاضری عدالت کی مصیبت سے ضرور مخلصی ملیگی۔ لیکن جو
بات قدرت نے حاکم عدالت لالہ چندو لال صاحب کے دل پر ڈالی وہ یہ تھی کہ اس شخص سے یہ رعایت ہونا

منشاء الٰہی کیخلاف ہے۔ قدرت کیطرف سے یہ سلسلہ اس لئے شروع ہؤا۔ کہ زمین و آسمان بنانیکے مدعی کو ایک مجازی حاکم کی جوتیوں میں کھڑا کر کے اسکو قائل کیا جائے کہ تو ایسا نہیں جیسا ادعا کرتا ہے بلکہ تو ایک حقیر عاجز انسان ہے۔ اور یہ تیرا افترا ہے۔ جو تو کہتا ہے کہ الارض والسماء معک کما ھو معی کیا جس کیساتھ زمین و آسمان ایسے ہوں جیسے خدائے ذی الجبروت کے تو وہ بھیریوں بیچارگی سے ایک مجازی حاکم کے سامنے پکڑا ہؤا سکتا ہے۔ اور اس کے آگے چیخ چیخ کر روتا ہے۔ کہ اب مجھے حاضر رہنے کی تکلیف سے بچائیے۔

الغرض بموجب اس فیصلہ کے جو آسمانی عدالت (بارگاہ رب العلمین) سے صادر ہؤا۔ حاکم مجازی (مجسٹریٹ) نے یہی فیصلہ کیا کہ ملزم کو حاضر رہنا پڑیگا۔ اور اس کی درخواست نامنظور ہے حاضری کے لئے مچلکہ فوراً اس سے لیا جاوے یہ حکم سنتے ہی مرزاجی کے اور انکی جماعت کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور اس ابتدائی شکست نے ان کے دلوں کو شکستہ کر دیا۔ آخر حسب حکم عدالت مچلکہ داخل کیا گیا۔ اور آیندہ پیشی کی تاریخ ۲۱ ستمبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی اور مستغیث کو حکم ہؤا کہ گواہان استغاثہ کو طلب کرائے۔ چنانچہ گواہان استغاثہ باداخل خرچہ طلبانہ طلب کرائے گئے۔

تاریخ مقررہ پر پھر مقدمہ پیش ہؤا۔ مرزاجی و فضلدین ملزمان معہ وکلاء خود حاضر آئے۔ اس تاریخ کو جری اللہ (مرزاجی بہادر) نے ایک اور منصوبہ سوچا (شاید اپنے ملہم نے بھی کچھ ہدایت کی ہو) کہ آج درخواست اس مضمون کی ہونی چاہیئے کہ یہ مقدمہ تاانفصال دیگر مرزائی مقدمات کے ملتوی رہے چنانچہ درخواست پیش کی گئی اور اسپر بھی مرزا صاحب کے مخلص مرید خواجہ کمال الدین صاحب وکیل نے بڑی لمبی بحث کی اور قانون چھانٹے اور زور لگایا کہ اس مقدمہ کو ان مقدمات سے بڑا تعلق ہے۔ جو حکیم فضلدین اور یعقوب علی (مرزائیوں) کی طرف سے مستغیث مقدمہ (مولوی کرم الدین) پر دائر ہیں جبتک ان کا فیصلہ نہ ہولے یہ مقدمہ بھی ملتوی رہے۔ حاضرین اس درخواست اور بحث پر تعجب کرتے تھے کہ ایسے فضول حیلوں سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ کیوں نہیں مرزاجی سینہ سپر ہو کر سیدھے میدان میں نکلتے اور فضول ٹال مٹول کر کے اپنی بزدلی ظاہر کرتے ہیں۔ الغرض بعد اختتام تقریر وکیل ملزمان کے وکلاء استغاثہ نے اپنی مفصل بحث میں اس درخواست کے فضول اور بے بنیاد ہونے پر دلائل دئے۔ اور ثابت کیا کہ اس مقدمہ کو ان مقدمات سے کیا واسطہ یہ عجیب بات ہے کہ مرزائیوں کے مقدمے تو چلتے رہیں اور غریب الوطن مولوی کرم الدین ان مقدمات میں خراب ہوتے رہیں لیکن ان کا مقدمہ داخل دفتر رہے اور ان مقدمات کے انفصال پھر اس مقدمہ کی تحقیقات پر ایک ممتد زمانہ اور خرچ کیا جاوے فی الجملہ بعد بحث وکلاء فریقین اس درخواست کا وہی حشر ہؤا۔ جو مرزاجی کی سابق درخواست کا ہؤا تھا۔ عدالت نے کہا مقدمہ چلیگا۔ ملزم کی درخواست

نامعقول ہے نامنظور کی جاتی ہے۔

اس دوسری شکست نے تو جری اللہ کے حوصلہ کو اور بھی پست کر دیا مرزاجی وکلاء کی طرف اور وکلاء مرزاجی کے منہ کو دیکھنے لگے اور دل میں کہنے لگے ؎

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

اب سوال یہ ہے کہ اگر مرزاجی کے کان میں ہر وقت آسمان سے ندا (وحی) پہنچا کرتی ہے تو کیوں فضول درخواستیں کر کے خواہ مخواہ اپنی خفت کرائی۔ کیا اس بارہ میں پہلے کوئی الہام نہ ہُوا کہ تمہاری یہ محنت رائیگان جائیگی ایسی عبث درخواستیں کر کے اپنی مٹی پلید کراؤ۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ مرزاجی ملہمیت نبوت تو بجائے خود ایک مومن کی سی بھی فراست نہیں رکھتے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اتقوا فراسۃ المؤمن فان المؤمن ینظر بنور ربہ (مومن کی فراست سے ڈرنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے خدا کے نور سے دیکھتا ہے) اگر مرزاجی کو نور فراست سے بھی کچھ ذرہ ملا ہوا ہوتا تو وہ اپنی خداداد فراست سے بھی سمجھ لیتے کہ یہ فضول عذرات ہیں خلاصہ یہ کہ درخواست نامنظور ہو کر حکم ہُوا کہ مقدمہ ۱۷ اکتوبر کو پیش ہو۔ اور اس تاریخ کو گواہان استغاثہ بھی حاضر آئیں ۱۷ اکتوبر کو پھر مقدمہ پیش ہُوا ملزمان بھی اصالتًا حاضر آئے اس تاریخ کو مستغیث کا بیان قلمبند ہُوا اور مولوی برکتعلی صاحب بی اے گواہ استغاثہ کی شہادت ہوئی۔ وکلاء ملزمان نے جرح محفوظ رکھی چونکہ دوسرے گواہوں کی اطلاعیابی نہ ہوئی تھی مگر طلب ہوئے۔ اور تاریخ پیشی ۱۲-۱۳-۱۴ نومبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔ ۱۲ نومبر کی تاریخ پر ایک عجیب نظارہ پیش آیا جبوقت فریقین کو پکار ہوئی تو مستغیث حاضر ہُوا۔ اور ملزمان میں سے صرف مرزاجی حاضر آئے فضلدین نہ آیا۔ وکیل نے کہا کہ فضلدین سخت بیمار ہے۔ حاضری سے اُسکو آجکی تاریخ کیلئے معاف کیا جائے۔ وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ ملزم زیر ضمانت ہے۔ اسکو ضرور حاضر ہونا پڑے گا۔ آخر عدالت نے حکم دیا کہ ملزم کو آنا پڑے گا اگر یوں نہیں آسکتا تو چارپائی پر اٹھا کر لے آؤ۔ آخر مجبورًا مرزاجی کے مخلص حواری حکیم فضلدین ملزم کو ان کے پیر بھائی چارپائی پر اٹھا کر لے آئے۔ اسوقت ایک عجیب اداسی کا عالم مرزائیوں میں چھایا ہُوا تھا۔ کیونکہ مرزاجی ان کو ہمیشہ سنایا کرتے تھے انی معین من اراد اعانتک لیکن یہاں کچھ اور ہی نقشہ باندھا ہُوا ہے۔ حکیم جی زبان حال سے کہہ رہے ہیں ؎

میں حاضر ہوں گو سخت بیمار ہوں	جو چاہو سزا دو سزاوار ہوں
اجی میرزاجی بتاؤ ذرا	میں کیوں اس بلا میں گرفتار ہوں
ہوں مخلص حواری تیرا جان نثار	تو پھر اسقدر کیوں ہُوا خوار ہوں
کہاں وہ اعانت کے دعوے ہوئے	میں الہاموں سے تیرے بیزار ہوں

الغرض مصدقین ملزم بحکم عدالت کمرۂ عدالت کے باہر لائے گئے اور شہادت گواہان قلمبند ہونی شروع ہوئی بیان گواہان ذیل قلمبند ہوئے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے وکیل۔ ملک تاج دین صاحب واصلباقی نویس جہلم۔ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسر۔ مولوی عبد السبحان صاحب ساکن مسانیاں۔ مولوی الٰہ دتا ساکن سوہل۔ وکیل ملزمان نے کہا کہ وہ گواہاں پر جرح محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ حاکم نے کہا کہ پھر آپ کو جارج لگنے سے پہلے جرح کرنیکا حق نہیں ہوگا۔ وکیل نے کہا کہ نہیں مجھے حق ہونا چاہیئے۔ لیکن حاکم نے کہا کہ اگر جرح کرنی ہے تو کرو ورنہ بعد فرد جرم لگنے کے جرح کا موقعہ ملیگا۔ اسپر وکیل صاحب نے کہا کہ آج تیار نہیں ہوں کل جرح کرونگا عدالت نے حکمدیا کہ کل کا خرچہ گواہاں آپکو دینا پڑیگا پہلے تو کچھ لیت ولعل کیگئی۔ آخر وکیل ملزمان نے خرچہ گواہاں دوسرے روز کا دینا تسلیم کیا اور دوسرے روز پر مقدمہ ملتوی ہوا۔

۱۳ کو مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث پر جرح شروع کیگئی جو ۱۴-۱۵ تک جاری رہی اور ۱۶ کو ختم ہوئی سوالات کی ترتیب دینے پر گویا مرزائیوں کی ساری کمیٹی متعین تھی مرزاجی سے لیکر اُن کے سارے مولویوں کے مشورے سے سوال مرتب ہوکر وکیل صاحب کو پرزہ کاغذ دیا جاتا تھا اور وکیل صاحب سوال کرتے تھے سوال اگرچہ بڑی سوچ سے مرتب کیا جاتا تھا۔ اور بڑا پیچیدہ اور لانچل خیال کیا جاتا تھا لیکن مولوی صاحب کا جواب سنکر ساری جماعت ششدر پڑ جاتی تھی۔ اور حیران رہجاتی تھی کہ اس شخص کی طبیعت بھی بلا کی ہے کہ ہماری ساری محنت رائیگان جاتی ہے۔ چونکہ بیان بہت بڑا طویل ہے اسکی نقل کرنیسے سوائے طوالت کے کوئی فائدہ نہیں اس لئے ہم اس بیان میں صرف اس فہرست کی نقل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو کہ مرزا صاحب نے اپنے عقاید کی فہرست تحریری دیکر مولوی صاحب سے ان کے بالمقابل استفسار کیا تھا۔ اس فہرست سے مرزا صاحب کے عقاید کا بھی پتہ چلیگا۔ اور یہ بھی کہ استفسار عقاید میں باوجودیکہ مخالف کو زک دینے کے لئے سعی بلیغ کی گئی تھی لیکن ماقل ودل جوابات ملنے پر وہ کوشش بھی سب خاک میں مل گئی۔ وھوھذا

فہرست عقائد مرزا قادیانی

مشمولہ مسل فوجداری بعدالت لالہ چندولال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور
مولوی محمد کرم الدین ساکن بھین مستغیث بنام مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین ساکن قادیان
(د ۵۰۰ ۵۰۱ تعزیرات ہند)

عقاید مرزا غلام احمد قادیانی	مستغیث کا جواب
(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔	عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں

(۲) حضرت عیسیٰؑ صلیب پر چڑھائے گئے تھے اور غشی کی حالت میں زندہ ہی اُتارے گئے تھے	نہیں
(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر معہ جسم عنصری نہیں گئے۔	گئے
(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نہیں اُتریںگے اور نہ کسی قوم سے وہ لڑائی کرینگے۔	آسمان سے اتریںگے اگر لڑائی کیضرورت ہوگی تو لڑائی کرینگے اگر امن کا زمانہ ہُوا تو نہیں کرینگے
(۵) ایسا مہدی کوئی نہیں ہوگا جو دنیا میں آکر عیسائیوں اور دوسرے مذاہب والوں سے جنگ کرے گا۔ اور غیر اسلامی اقوام کو قتل کرکے اسلام کو غلبہ دیگا؟	مہدی علیہ السلام آئینگے اور ایسے زمانہ میں آئینگے جب بے امنی اور فساد دنیا میں پھیلا ہوا ہوگا فسادیوں کو مٹا کر امن قائم کرینگے۔
(۶) اس زمانہ میں جہاد کرنا یعنی اسلام پھیلانے کے لئے لڑائی کرنا بالکل حرام ہے۔	اس زمانہ میں برٹش انڈیا میں جہاد کرنا حرام ہے کیونکہ زمانہ امن کا ہے۔
(۷) یہ بالکل غلط ہے کہ مسیح موعود آکر صلیبوں کو توڑتا اور سور دل کو مارتا پھرے گا۔	یہ مسئلہ بحث طلب ہے
(۸) میں مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی موعود اور امام زمان اور مجدد وقت اور ظلی طور پر رسول اور نبی اللہ ہوں اور مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔	میں نہیں مانتا۔
(۹) مسیح موعود اس امت کے تمام گذشتہ اولیاء سے افضل ہے۔	مرزا صاحب مسیح موعود نہیں اور نہ وہ کسی سے افضل ہے۔
(۱۰) مسیح موعود میں خدا نے تمام انبیاء کے صفات اور فضائل جمع کردئے ہیں۔	مرزا صاحب نہ مسیح موعود ہیں اور نہ ان میں اوصاف نبوت میں سے کوئی ہیں بحث طلب ہے۔
(۱۱) کافر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔	
۱۲ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیئے	مہدی موعود قریش کے خاندان سے ہوگا
۱۳ امت محمدیہ کا مسیح اور اسرائیلی مسیح دو الگ الگ شخص ہیں اور مسیح محمدی اسرائیلی مسیح سے افضل ہے۔	مسیح ایک ہے اور وہ اسرائیلی ہے
(۱۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی حقیقی مردہ زندہ نہیں کیا۔	حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ زندہ کئے ہیں
(۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسم عنصری کیساتھ نہیں ہُوا	آنحضرت کا معراج جسم عنصری کیساتھ ہُوا

(۱۶) خدا کی وحی آنحضرت صلعم کیساتھ منقطع نہیں ہوئی	منقطع ہوئی۔

مرزا غلام احمد	دستخط حاکم بحروف انگریزی	محمد کرم الدین

منجملہ ان فوائد کے جو اس مقدمہ سے ہوئے یہ بھی ہے کہ اب عقائد قادیانی کا پورا پتہ فہرست مذکورہ صدر سے ملگیا۔ یوں تو مرزا جی کے عقائد کا پورا پتہ نہ چلتا تھا مرزا جی اور انکے مرید ہمیشہ موقعہ بموقعہ اپنے عقائد بدل لیا کرتے تھے کہیں ایک عقیدہ ظاہر کرتے اور پھر دوسرے موقعہ پر اس سے انکار کر دیتے تھے۔ لیکن یہ فہرست عقائد جو عدالت میں انہوں نے خود مرتب کر کے داخل کر دی ہے۔ اور جس کی نقل مصدقہ عدالت ہو بہو درج کر دی گئی ہے۔ اب اس سے انکار کرنا انکو مشکل ہے۔ اور اگر اب انکار کرینگے تو یہ آئینہ ان کے منہ کے سامنے کر دینا کافی ہوگا

اب دیکھنا یہ ہے کہ ایسے عقاید مرزا جی کے سوا پہلے بھی کسی مسلمان کے ہوئے ہیں یا نہیں اور یہ عقاید کہاں تک شریعت غراکی بنیاد کو اکھیڑنے والے اسلام کی مضبوط اور محکم دیوار میں رخنہ کرنیوالے۔ انبیاء عظام اور اولیائے کرام کی توہین کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنیوالے۔ قرآن کریم کی صریح تکذیب کرنیوالے ہیں۔

اگرچہ اس موقعہ پر اس فہرست پر بسط سے کلام کرنیکی گنجائش نہیں۔ لیکن پھر بھی مسلمان بھائیوں کو توجہ دلانے کیلئے ذیل میں کسی قدر فہرست مندرجہ بالا کے بعض نمبرات پر مختصر بحث کیجاتی ہے امید ہے کہ ناظرین غور فرمائینگے۔

(۱) عقیدہ نمبر ۲۔ مرزا جی نے یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے۔ اور غشی کیحالت میں زندہ ہی اتارے گئے۔ سو واضح ہو کہ یہ عقیدہ علاوہ اسکے کہ احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اقوال مفسرین اجماع جمیع مسلمین کیخلاف ہے۔ اس سے قرآن کریم کی آیات کی بھی سخت تکذیب ہوتی ہے خدائے پاک نے تو صلیب پر چڑھانے کی صریح الفاظ میں نفی فرمائی ہے وَمَا صَلَبُوْہُ (انہوں نے اسکو صلیب پر نہیں چڑھایا دیکھو ترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب اور آپ اسکے خلاف کہتے ہیں کہ صلیب پر چڑھائے گئے حتی کہ غشی کی بھی نوبت پہنچی اس خیال باطل کی تسلیم سے کہ یہودی اپنے منصوبہ شرارت میں یہاں تک کامیاب ہوئے کہ انہوں نے خدا کے سچے رسول (عیسیٰ) کو پکڑ کر صلیب پر کھینچ دیا۔ اور جان کندن کیحالت کو پہنچا دیا گو کسی حیلہ سے آخر وہ زندہ بچگئے تو خدا کے اس برگزیدہ رسول کی کمال درجہ کی توہین اور یہودیوں کی فتح ثابت ہوتی ہے۔ ایسی زندگی سے تو مرجانا اچھا تھا جبکہ دشمن نے انکو سخت ایذائیں پہنچائیں ان کو صلیب پر نیم مردہ کر دیا تو پھر مسیح کی عزت اور رب العزت کا کمال قدرت کیا ثابت ہؤا۔ خدائے پاک تو مسیح سے وعدہ کرے کہ میرے حضور میں تیری اسقدر عزت ہے کہ تیرے تابعین بھی تیرے مخالفین (یہود وغیرہ کفار) پر قیامت تک غالب رہیں گے (وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ) اور ادھر تابع تو کہاں متبوع

اکی یہ گت دشمن کے ہاتھ سے ہوتی ہے ۔ کہ الاماں ۔ مرزاجی قرآن کو سچا کہیں یا آپکو ۔ اس فاسد عقیدہ سے تو قرآن کریم کی سراسر تکذیب ہوتی ہے ۔ اور دیکھیئے خدائے کریم کا یہ بھی مسیحؑ سے وعدہ ہے ومطہرک من الذین کفروا (میں تجھے پاک رکھنے والا ہوں کفار سے) تو جب مسیحؑ اُن ناپاک ہاتھوں (یہودیوں کے پنجہ میں) پھنسا دیئے گئے تو وعدہ تطہیر کہاں گیا ۔ قرآن کریم نے فیصلہ کر دیا ہے اِنّما المشرکون نجس ۔ تو پھر ان نجس ہاتھوں میں عیسیٰؑ کو اسیر کر دینا ومطہرک کے مضمون کے بالکل منافی ہے ۔ نیز ایک اور صریح آیت بھی اس عقیدہ کا ابطال کرتی ہے ۔ جو خدائے پاک نے فرمایا واذ کففت بنی اسرائیل عنک (میں نے بنی اسرائیل کے ہاتھ تجھے ایذا پہنچانے سے روک دیئے) ۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے ۔ کہ بنی اسرائیل صلیب پر کھینچنا تو کجا مسیح علیہ السلام کو ہاتھ تک نہ لگا سکے ۔ کف کا معنے ہی ہاتھ کو روک لینا ہے جیسا کہ دوسری آیت سے اسکی تصدیق ہوتی ہے ۔

اذھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیہم فکف ایدیہم عنکم جبوقت قصد کیا ایک جماعت نے کہ دراز کریں طرف تمہاری ہاتھ اپنے کو پس بند کئے ہاتھ اُن کے تم سے) اب یہ کہنا کہ یہودی مسیح کو پکڑ کر لے گئے اور صلیب پر کھینچکر ان کو سخت اذیتیں پہنچائیں اور انکو ادھ موا کر دیا وغیرہ وغیرہ یہ سب باطل خیالات ان آیات مذکورہ بالا کی تکذیب کرتے ہیں پھر افسوس ہے کہ ایسی صریح نصوص قرآنی پڑھنے کے بعد بھی مرزائی صاحبان مرزاجی کے فاسد عقیدہ کو تسلیم کئے بیٹھے ہیں ۔

چونکہ مرزائی صاحبان مسلمانوں کو مسیحؑ کے نزول من السماء کے متعلق طرح طرح کے اعتراضات سے دق کیا کرتے ہیں اس لئے اس مسئلہ پر قدرے روشنی ڈالی جاتی ہے مرزا صاحب اور اُنکے مرید کہتے ہیں کہ اگرچہ بعض احادیث سے مسیحؑ کا نازل ہونا ثابت ہے ۔ لیکن اس سے مراد نزول من السماء نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی حدیث میں لفظ من السماء نہیں ہے ۔ سو یہ ایک دجل اور فریب اور مغالطہ ہے ۔ من السماء کا لفظ احادیث میں موجود ہے ۔ جیسا کہ عبارات ذیل سے ثابت ہوگا

(۱) عن ابن عباس ان رھطا من الیھود صلبوہ فدعا علیہم فمسخہم قردۃ وخنازیر فاجتمعت الیھود علی قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ رفعہ اللہ الی السماء وطہرہ من الیھود (نسائی)

(۲) عن ابی ھریرۃ انہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم من السماء فیکم وامامکم منکم (بیہقی)

(۳) فعند ذلک ینزل اخی عیسے بن مریم من السماء (کنز العمال)

(۴) فانہ لم یمت بل رفعہ اللہ الی السماء (فتوحات مکیہ)

(۵) عن الحسن البصری ان عیسے لم یمت فانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ (ابن کثیر درمنثور)

(۶) اخرج البخاری فی تاریخہ والطبری عن عبد اللہ بن السلام قال یدفن عیسٰی بن مریم مع رسول اللہ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعًا

ان احادیث میں تصریح ہے۔ کہ یہود نے بغض وعناد کی وجہ سے مسیح علیہ السلام کیلئے صلیب تیار کی اور ارادہ قتل کیا لیکن خدا نے ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ اور یہود کے پلید ہاتھ ان کو چھونے نہ پائے۔ اور وہ اب بھی زندہ ہیں۔ قیامت سے پہلے ان کا نزول اجلال ہوگا۔ اور جب ان کی وفات ہوگی تو روضہ رسول میں دفن ہوں گے۔

مرزا صاحب خود بدولت براہین احمدیہ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ عیسٰی علیہ السلام دوبارہ آئیں گے۔ اور آیت والذین ارسلہ بالھدی ودین الحق لیظہرہ علے الدین کلہ کی تکمیل ہوگی۔

نیز مرزا صاحب انی متوفیک کا معنی وہی لکھ چکے ہیں جو جمہور اہل اسلام نے کیا ہے میں تجھکو پوری نعمت دونگا اور بلند کرنیوالا ہوں اپنی طرف (براہین احمدیہ ص۵۱۹)

ایسا ہی آپکی الہامی کتاب توضیح مرام ص۳ میں درج ہے۔ (خلاصہ) اب ہم صفائی بیان کیلئے لکھنا چاہتے ہیں۔ کہ دو نبی ایلیا اور مسیح ابن مریم آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ اور یہ احادیث کے مطابق ہے۔

ایسا ہی ازالہ اوہام ص۲۹۴/۲۹۵ میں ہے۔ میں مانتا ہوں اور بار بار مانتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال واقبال کیساتھ آوے۔ اور ممکن ہے کہ اول دمشق میں ہی نازل ہو۔ اسی کتاب ص۲۹۶ میں ہے۔ ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے۔ کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے کہ جس پر حدیثوں کے ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔

اب جب کہ مرزا صاحب خود توفی کا معنی پوری نعمت دینا یا پورا لینا اور بلند کرنا کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ احادیث کے ظاہری الفاظ سے مسیح کا نزول من السماء ثابت ہے۔ اور یہ ناممکن بھی نہیں تو پھر یہ ضد کہ مسیح کا اتنی مدت دراز زندہ رہنا آسمان پر جانے پر نازل ہونا بالکل ناممکن اور محال ہے۔ کہاں تک حق بجانب ہے۔

صرف کشف اور الہامات کی بناء پر احادیث نبویہ کی تکذیب اور جمہور اہل اسلام کے عقیدہ راسخہ بلکہ خود اپنے پہلے عقیدہ کی مخالفت ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ آپ خود فرماتے ہیں

(۱) اس پر علماء اہل اسلام صوفیاء عظام اور اولیاء کرام کا اتفاق ہے کہ جو الہام اور کشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے خلاف ہو۔ شیطانی القاء ہے۔ (آئینہ کمالات ص۲۱)

(۲) جو شخص ایسی بات کہے جس کی شرع میں کوئی اصل نہ ہو وہ شخص ملہم یا مجتہد ہی کیوں نہ ہو سمجھ لینا چاہیے

کہ شیطان اس سے کھیلتا ہے۔ (آئینہ کمالات ص۲۱)

(۳) اچھے الہام بعض دفعہ کنجروں ڈوموں، اور رنڈیوں کو بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر سچا وہی ہے جس کے سب الہام سچے ہوں۔ (توضیح مرام) تو چونکہ مرزا صاحب کے اکثر الہامات مثلاً محمدی بیگم کے نکاح کا الہام مولوی ثناء اللہ اور ڈاکٹر عبد الحکیم کا مرزا جی کی زندگی میں مرجانیکا الہام ثمانین حولاً کا الہام۔ شوخ و شنگ لڑکا کا الہام۔ خواتین مبارکہ کا الہام وغیرہ وغیرہ جھوٹے ثابت ہو چکے ہیں۔ اس لئے آپ کے بتائے ہوئے معیار کے رو سے آپ سچے ملہم نہیں ہیں۔

یہ بات کہ عیسیٰؑ اتنی مدت دراز زندہ کس طرح رہ سکتے ہیں۔ قدرت ایزدی پر عدم ایمان کی دلیل ہے۔ دنیا میں بڑی بڑی عمر والے انسان گذر چکے ہیں۔ چنانچہ ابو البشر آدمؑ کی عمر دو ہزار سال تھی۔ ایک ہزار سال جنت میں اور ایک ہزار سال زمین میں رہے۔ تو پھر مسیح جو بشہادت قرآن مثیل مسیح ہیں۔ ان کی عمر پر اعتراض کیوں ہے۔ نوح علیہ السلام کی عمر بھی تو آخر ۵۰ کم ایکہزار سال تھی۔ ملائکہ کی عمر کتنی لمبی ہے۔ جبرائیل عا ہر ایک نبی و رسول کے پاس حتیٰ کہ نبی آخر الزمان تک منجانب اللہ وحی لاتے رہے ملک الموت قابض الارواح کی درازی عمر میں کس کو کلام ہے۔ پھر مسیح جو بشری اور ملکوتی صفات کے جامع تھے ان کی درازی عمر پر اعتراض معترض کی جہالت کی دلیل ہے۔

ایک لطیف فلسفیانہ بحث

مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اہل علم کبھی تسلیم نہیں کرتے کہ کوئی خاکی جسم آسمان پر جائے اور لوٹ کر آئے۔ یہ سنت اللہ کے بھی خلاف ہے۔ پھر عیسیٰؑ کا بجسد عنصری آسمان پر جانا بالکل محال ہے۔

جواب۔ اہل علم سے مراد اگر علم جدید کے عالم اہل یونان مراد ہیں تو پھر آپ ان کے علوم کی تصدیق کرتے ہوئے قرآن کی پیروی چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ افلاک میں خرق و التیام کے بھی قائل نہیں ہیں حالانکہ قرآن کے رو سے قرب قیامت میں آسمانوں کا پھٹ جانا ثابت ہے۔ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ اور اگر اہل علم سے مراد اہل یورپ ہیں اور آپ مغربی علوم کو وحی من السماء سمجھے ہوں تو پھر فرمایئے علم مغرب کا کونسا اصول رفع جسمانی کا مانع ہے۔

آپ فرمائیں گے کہ ہر چیز کی کشش اس سمت کو ہوتی ہے جہاں اسکی اصل ہو اور جسم انسانی کی اصل زمین ہے اس لئے وہ اسکو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔ اور اوپر جانے نہیں دیتی۔

جواب زمین کی اصل بھی آسمان ہے۔ زمین اور اسکے ملحقات کو بواسطہ کائنات کھینچ رہی ہیں۔ سبع سمٰوٰت کے تو آپ بھی قائل ہونگے جن کا وسط فلک چہارم ہے جس کے دونوں طرف تین تین فلک ہیں اور چہارم

ان کے بیچ میں ہے - چھ افلاک میں جسقدر ستیارے ہیں سورج ان کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے - دن بدن اسکی طرف کھنچے جا رہے ہیں - اور قریب ہو رہے ہیں - ان ہی ستیاروں میں زمین بھی ہے - رفتہ رفتہ اسقدر نزدیک آجائیگی کہ سوا نیزے پر سورج ہوگا - خلاصہ یہ کہ تمام اجسام جن کی عظمت زمین سے بھی زیادہ ہے - چوتھے آسمان کی طرف کھنچے جا رہے ہیں تو پھر انسان بے مقدار کا کیا کہنا -

چونکہ ہم سب زمین کے پاس ہیں - اس لئے ہم پر اس کی کشش قوی ہے - لیکن فی الحقیقت جسم انسان دو جزو سے مرکب ہے جسم اور روح - جسم کی کشش نیچے کو اور روح کی کشش اوپر کو ہے - پھر ان دونوں میں سے جس کی قوت زیادہ ہوگی دوسرے کو کھینچ لیگا - چونکہ ہم میں صرف ایک ہی جزو (روح) لطیف ہے اس کے مقابل دو کثیف ہیں ایک مادری دوسرے پدری - اس لئے ہم پر جذب زمین غالب ہے اور جذب علوی کا زور نہیں چل سکتا - لیکن اگر ان میں سے ایک کی کثافت کم ہو جائے - یا دونوں لطیف ہوں تب ملائکہ کی طرح پرواز فلک سہل ہو جائے - چونکہ عیسٰیؑ کی صرف مادری جزو کثیف تھی لیکن پدری نہیں اسلئے لطافت میں کمال نہ ہونیکے باعث برج چہارم تک جا سکے -

لطافت جسم رسول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر دو اجزا مادری و پدری بحکم ایزد متعال لطیف ہو گئے تھے اس لئے آپکی پرواز بروز معراج فلک الافلاک تک پہنچ گئی - حضور علیہ السلام کی لطافت جسمی بدرجۂ غایت پہنچی ہوئی تھی - جس پر حسب ذیل شواہد موجود ہیں -

(۱) بطن مادر میں جسم کا کوئی بوجھ نہ تھا - ۹ ماہ گذر گئے آثار حمل نمودار نہ تھے شکم کی حالت وہی معمولی رہی

(۲) وقت تولد درد زہ ندارد - کیونکہ آپ کا تولد روح کی طرح ہُوا تھا -

(۳) جسم کی لطافت اس درجہ کو پہنچی ہوئی تھی کہ آپ جو غذا کھاتے کثیف نہ ہونے پاتی - بول و براز کہیں نظر نہ آئے - اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کا بول و براز زمین نگل لیتی تھی حقیقت میں بول و براز کی صورت ہی نہ تھی

(۴) ہجرت کے وقت دشمنوں کے محاصرہ سے نکل گئے کوئی دیکھ نہ سکا - آپ کا جسم ملکوتی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا

(۵) غار ثور میں داخلہ ہُوا تو مکڑی کا جالا بھی نہ ٹوٹنے پایا - یہ ٹھیک نہیں کہ مکڑی نے بعد میں جالا بنایا - آپ کی شان اس سے مرفع تھی کہ مکڑی کے رہین منت ہوں صدیق کے جسم میں بھی جمال ہمنشین کے پرتو پڑنے سے وہی لطافت پیدا ہو گئی - دونوں یار داخل غار ہو گئے - تار عنکبوت ٹوٹنے نہ پایا -

(۶) جسوقت دشمن غار کے سر پر جا کھڑے ہوئے تو بھی دونو دوستونکو بوجہ لطافت جسم دیکھ نہ سکے -

حالانکہ دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

(۷) جنگ احد میں عبداللہ بن شہاب حضرت کو ڈھونڈتا تھا گو کہ آنجناب اسکے بازو بباز و کھڑے ہوئے تھے دیکھ نہ سکا۔

(۸) ایک روز ابوجہل ایذا دہی کے لئے گیا۔ حضور قرآن پڑھ رہے تھے ابوجہل کو نظر نہ آئے بے نیل مرام واپس چلا گیا۔ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا

(۹) ہر چند آپ کا قد درمیانہ تھا مجمع میں جب آپ چلتے سب سے اونچے نظر آتے تھے چونکہ آپ مجسّم روح تھے اس لئے چھوٹا بڑا ہو جانا کچھ دشوار نہ تھا۔

(۱۰) آپ کے جسم اطہر پر مکھی نہ بیٹھ سکتی تھی کیونکہ کثافت نہ تھی۔

(۱۱) اسی لطافت کے باعث آپ کا سایہ نہ تھا۔ (روح کا سایہ کس طرح ہو۔

(۱۲) شق صدر ہو کر تمام سفلی آلائشوں سے پاک ہو گئے پھر معراج جسمی ہوئی اور عرش معلےٰ تک جا پہونچے

رفع جسمی پر اعتراض اور اسکا جواب

(۱) چونکہ افلاک پر پانی اور ہوا نہیں اس لئے کوئی انسان وہاں پہونچکر زندہ نہیں رہ سکتا۔

جواب یہ صرف یونانیوں کا خیال ہے قرآن میں وہاں انہار اور جنات کا موجود ہونا اور الوان نعمت کا مہیا ہونا ثابت ہے۔ پھر قرآن کو پس پشت ڈالکر فلسفہ یونان سے تمسک ایک مسلمان کا کام نہیں۔ دوم علوم جدیدہ بھی قرآن پاک کی تائید کر رہے ہیں۔ ہیئت دانوں نے جب دوربین لگا کر دیکھا تو چاند اور مریخ میں پہاڑیاں دریا اور آگ سب کچھ نظر آئے۔ پھر وہاں ہوا اور پانی سے کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے۔ مریخ میں چھوٹے چھوٹے خطوط نظر آتے ہیں جو نہریں خیال کی جاتی ہیں۔ ایام بارش میں وہ چوڑی نظر آتی ہیں پھر باریک ہو جاتی ہیں غرض فلکیات میں آب و ہوا ہر جگہ موجود ہے جس سے انکار کرنا سخت نادانی ہے۔

(۲) فلکیات پر ہوا ہے اور درمیان میں خلا ہے پھر بغیر سانس لینے کے کیونکر گذر ہو سکتا ہے۔

جواب شب معراج رفع جسم رسول اللہ کی نوعیت سے آپ واقف نہیں آپ کی سرعت رفتار کی یہ حالت تھی کہ جب واپسی ہوئی زنجیر در ہل رہی تھی اور بستر ویسا ہی گرم تھا۔ باوجود اسقدر بعد مسافت اور پہنچنے رب جلیل حاصل ہو گئے گویا برق صفت ہفت افلاک کو چیر کر پھر واپس آ گئے۔ نہ سانس لینے کی ضرورت نہ زمہریر کا کچھ اثر ہوا۔

۵　دم زدن میں طے کیا نیلی رواق　　برق سے بھی تیز تھا بیشک براق
کچھ نہ ہوئی بے ہوائی آپ کو　　سانس کی نوبت نہ آئی آپ کو

ایسا ہی رفع عیسیٰ بھی ہوا بجلی کی طرح اُن کا گذر ہوا۔ کتب اسلامیہ میں لکھا ہے کہ واپسی بھی ایسی ہی ہوگی جیسے بجلی کی چمک شرق سے غرب کو ہوتی ہے۔

(۳) جسم خاکی کا گذر کرۂ آتش سے ناممکن ہے کیونکہ آگ جلاتی اور خاکی جسم جل جاتا ہے

جواب یہ درست ہے کہ آگ کا خاصہ اور اثر جلانیکا ہے۔ اور دوسری چیزوں کا خاصہ آگ میں جاکر جلنا ہے۔ مگر یہ تب ہے کہ کسی چیز کے خواص اس سے جدا نہ ہو سکتے ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتے ہیں۔ آگ کے دو خاصے ہیں جلانا اور روشن کرنا۔ دوسری اشیا میں جلنا اور روشن ہو جانا رکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ آگ ایک خاصہ کے ساتھ پائی جائے یعنی صرف روشنی باقی رہے۔ دوسرا خاصہ جلانا مفقود ہو جائے جیسے ولایتی جاپانی پھول جھڑی یا دوسری آتشبازیاں کہ اُن میں آگ روشن ہے۔ مگر اصلاً کسی چیز کو جلا نہیں سکتی۔ ایسا ہی بعض اشیاء سے جلنے کا اثر جاتا رہتا ہے۔ مثلاً سمندر (کیڑا) آگ میں ہی پیدا ہوتا اور آگ میں ہی رہتا ہے سعدیؒ فرماتے ہیں ؎ بدریا نہ خواہد شدن بط غریق۔ سمندر چہ داند عذاب الحریق

انسانوں میں ایسے کئی شعبدہ باز ہیں جو دھکتے انگاروں پر چلتے ہیں آگ اپنے جسم پر ڈالتے اور آگ سے کھیلتے ہیں۔ چنانچہ ابھی ماہ نومبر ۱۹۳۱ء میں لاہور اسلامیہ کالج میں ایک سیدزادہ نے آتشیں کھیل دکھلایا تھا۔ پرنسپل صاحب موجود تھے آگ سلگائی گئی۔ بڑی بڑی لکڑیاں جلائی گئیں۔ سیدزادہ صاف قدم قدم آگ میں سے گذر گیا۔ کچھ اثر نہ ہوا پھر جب ایک شعبدہ باز کے جسم کو آگ جلا نہیں سکتی تو ایک مجسّم روح اولوالعزم رسول کو آگ سے گذر جانیکا کیا خطرہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کفّار کا جلتی آگ میں پھینکدینا۔ آگ کا گلزار ہو جانا حضرت خلیل اللہ کا بال بینکا نہ ہونا مشہور معجزہ ہے جس کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ قلنا یا نار کونی بردًا و سلامًا علے ابراھیم غرض نور کو نار سے کیا ضرر پیغمبر علیہ السلام محض نور تھے لقد جاءکم من اللہ نور و کتابٌ مبین پھر آگ کو کیا طاقت کہ نور کو جلا سکے۔ ایسا ہی روح اللہ سمجھیئے علاوہ ازیں آجکل محققین یورپ اس امر کے قائل ہیں کہ سورج میں مخلوق آباد ہے پھر جب سورج کی گرمی میں مخلوق زندہ رہ سکتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی کے منکر اپنے پرانے اعتراضات پر کیوں اترا رہے ہیں۔

(۴) انسان بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اسقدر دراز عرصہ گذر جانے پر کھانے پینے کے سوا کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں۔

جواب عیسیٰؑ کا رفع بوجہ اپنی ملکی صفت کے ہوا اور ملائک آسمان پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور جو ان کی غذا ہے۔ وہی عیسیٰ علیہ السلام کی سمجھئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے ابیت عند ربی ھو یطعمنی ویسقینی گاندھی جیسا شخص بغیر طعام کے کئی دن زندہ رہ سکتا ہے۔ تو عیسیٰؑ کی زندگی بغیر طعام کے کیوں ممکن نہیں۔ اصحاب کہف کا قصہ قرآن میں موجود ہے۔ جو تین سو نوے سال غار میں بغیر کھانے پینے کے زندہ رہے پھر وہی خدائے قدیر جو اصحاب کہف کو تین سو نوے سال بغیر خوراک کے زندہ رکھ سکتا ہے عیسیٰ کو کیوں آسمان پر بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رکھ سکتا۔

سوال۔ مرزا صاحب قرآنی آیات سے وفات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کا قرآن سے کیا ثبوت ہے

جواب آیت وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ حیات مسیحؑ پر نص صریح ہے وفات مسیحؑ اسوقت ہوگی جب ان کی آمد ثانی پر، کل اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے مضارع پر لام تاکیدی مفتوح استقبال کی علامت ہے۔ مرزا صاحب کا یہ معنی کہ بوقت مرگ اہل کتاب مسیحؑ پر ایمان لاتے ہیں قطعاً غلط ہے کیوں کہ بشہادت قرآن ایسا ایمان کالعدم ہوتا ہے۔ نیز اگر ایسا ہو تو کوئی یہودی یا عیسائی وقت مرگ اپنے ورثاء کو بتا جائے کہ میں مسیح کو رسول خدا اور اس کا بندہ مانتا ہوں (ایسا او قات انسان کے آخری دم تک حواس قائم رہتے ہیں۔ اور سانس بند ہونے تک بات چیت کر سکتے ہیں) نیز یہ بات قرآن کے بھی خلاف ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بل طبع اللہ بکفرھم فلا یومنون الا قلیلاً ط

سوالات

(۱) نزول عیسیٰ سے پہلے ہزاروں اہل کتاب مر چکے تو تمام اہل کتاب کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

(۲) ہزاروں اہل کتاب عیسیٰؑ کی دعا سے جنگ میں ہلاک ہونگے۔ تو تمام اہل کتاب مومن نہ ہوئے

(۳) کفار کا قیامت تک موجود رہنا ضرور ہے لقولہ تعالیٰ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الخ والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ

(۴) دوران عہد محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں عیسیٰ پر ایمان لانا کیا مطلب؟

جوابات

(۱) ایجاب میں چونکہ وجود موضوع شرط ہے اس لئے وہی یہودی مراد ہیں، جو اس وقت موجود ہونگے۔

(۲) آخر میں مومن ہونگے جیسا کہ قبل موتہ کا لفظ اشارہ کرتا ہے یعنی جنگ و جدال کے بعد جو موجود ہونگے

سب عیسیٰ پر ایمان لائیں گے۔

(۳) جاعل الذین کا وعدہ بعدم وجود مقابل اچھا صادق آتا ہے۔ اور یوم القیامۃ سے قریب القیامۃ مراد ہے

(۴) جو مرزا پر ایمان لانیکا مطلب ہے۔ وہی مطلب عیسیٰ پر ایمان لانیکا سمجھو۔ حالانکہ امت محمدیہ کو جملہ انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لا نفرق بین احد من رسلہ

دوسری آیت وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ بھی حیات مسیحؑ پر نص صریح ہے۔ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ بل کا ماقبل وبعد ہمیشہ ذہن متکلم میں متضاد ہوتے ہیں۔ اب اگر رفع روحانی مراد ہو تو تضاد بین القتل رفع الروح باقی نہیں رہتا۔

سوال آیت انی متوفیک ورافعک الیّ سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہوگئے ہیں اور رفع روحانی ہُوا کیونکہ توفی کا معنے موت کے ہیں۔

جواب توفی کا معنی بروئے لُغت کسی چیز کو پورا لینے کے ہیں۔ چنانچہ کتب لغت کے حوالجات درج ذیل ہیں۔

(۱) لسان العرب توفیت المال منہ واستوفیت اذا اخذتہ کلہ چیز کو بالتمام پکڑنا۔

(۲) تاج العروس ان بنی الادرد لیسوا من احد۔ ولا توفاھم قریش من العدد

فلا توفا رسول الکرے ودمت العینان فی الجفن

آیات۔ ھوالذی یتوفکم بالیل۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا۔ والتی لم تمت فی منامہ

تاج العروس۔ ومن المجاز الموت (اس سے معلوم ہُوا کہ توفی کا اصل معنی کسی چیز کو پورا لینے کے ہیں۔ موت۔ نیند وغیرہ سب مجاز ہیں۔ جیسا قرینہ ہوگا ویسا معنی مراد ہوگا۔ جہاں قرینہ نہیں وہاں وہی حقیقی معنی اخذ الشئ وافرا مراد ہوگا۔ جیسا کہ آیت انی متوفیک میں ہے۔

اس آیت کا نزول اس وقت ہُوا۔ جب یہودی مسیحؑ کے قتل کا مشورہ کر رہے تھے تو اگر اسکا معنی وفات کا لیا جائے۔ تو بجائے اسکے کہ عیسیٰؑ کی اس سے تسلی ہو ان کو اور پریشانی لاحق ہونی چاہیئے۔ گویا عیسیٰ کو تسلی دیجاتی ہے کہ یہود کیا ہم خود تم کو مار دینگے۔ پھر یہود کی غرض تو پوری ہوگئی۔ مارنا تو بہرصورت خدا کے ہاتھوں میں تھا۔ انہوں نے اسباب مہیا کر دیئے خدا نے مار دیا پس یہودی کامیاب ہوگئے۔

نہیں معنے آیت کا یہ ہے۔ کہ ہم تجھے یہود مردود کے ناپاک ہاتھوں سے بچا کر آسمان کی طرف اٹھائیں گے۔ اور ان کا منصوبہ خاک میں ملا دینگے۔ اسی لئے اس سے پہلے وکان اللہ عزیزا حکیما۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسا کرنے پر قادر ہے۔ کیونکہ قرآن میں یہ کلمہ کسی مشکل کام کے حل کرنے کیلئے آتا ہے

علاوہ ازیں اگر متوفیک کا معنی ممیتک بھی ہو تو ہمارے مخالف نہیں ایکدن ضرور آپ نے فوت ہو جانا ہے اور ظاہر ہے کہ واو حرف عطف میں ترتیب شرط نہیں ہے جیسے کہ ذیل میں چند امثلہ درج ہیں۔

(۱) واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ (کیا زکوۃ نماز پڑھ کر دی جائے) (۲) کذالک یوحی الیک والی الذین من قبلک (کیا آنحضرت کو دوسرے انبیاء سے پہلے الہام اور وحی ہوئی) (۳) یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین (کیا مریمؑ پہلے سجدہ پھر رکوع کیا کرتی تھیں) (۴) اقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین کیا نماز پڑھنے کے بعد ترک شرک ہوگا۔ غرض آیت انی متوفیک الخ وفات مسیح کی ہرگز دلیل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سے آپ کا زندہ بجسدہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ جمہور اہل اسلام کا عقیدہ متفقہ ہے۔

سوال۔ آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے کیونکہ اگر رفع سماوی مانا جائے تو آیت کے معنے راست نہیں ہوتے۔

جواب معنے آیت یہ ہے کہ جب تک میں قوم میں رہا ان کا نگران حال رہا جب تو نے مجھے لے لیا یعنی رفع جسمانی ہو گیا پھر ان کے حال کا تو ہی واقف ہے۔ آیت میں مادمت فیہم ہے مادمت حیًا فیہم نہیں ہے۔

ایک دوسری آیت سے بھی رفع جسمی کا ثبوت ملتا ہے۔ واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقًا نبیًا ورفعناہ مکانًا علیًا۔ اس میں تصریح ہے کہ حضرت ادریس کا رفع بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرح بجسدہ العنصری ہوا کیونکہ اگر اس سے رفع روحانی مراد ہو تو پھر ادریسؑ کا بالخصوص ذکر بیفائدہ ہے جب کہ ہر ایک نبی ولی بلکہ ہر ایک مومن کا رفع روحانی بالیقین ہوا کرتا ہے۔ اور جب خصوصیت سے حضرت ادریس کا مکان علیا میں مرفوع ہونا بیان کیا گیا ہے تو سوائے رفع جسمی اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا۔

رفع جنات

یہ بھی تو مسلم ہے کہ جنات جن کی خلقت نار سے ہے وہ بھی ارضی مخلوق ہونیکے باوجود آسمان تک پہنچ سکتے تھے اگرچہ بعثت رسول کے بعد اس سے روک دیئے گئے پھر اشرف المخلوق انسان جس کے سر پر لقد کرمنا بنی ادم کا تاج ہے اس کا رفع کیوں محال ہے۔

قرآن سے اسبات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ قطر سماء وارض سے انسان کا عبور ممکن ہے۔ جب کہ فضل ایزدی (سلطان) شامل حال ہو جیسا کہ فرمایا یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا

من اقطار السموٰت والارض فانفذو الا تنفذون الا بسلطان۔ الا بسلطان کا استثنا بتارہا ہے کہ اقطار السموٰت والارض سے انسان کا گذر ہو سکتا ہے جب حقتعالیٰ اسکو قوت و قدرت عطا فرمائے۔ جسکو اللہ تعالیٰ بطور ایک نعمت کے یاد دلاتا ہے۔

غرض حضرت مسیح کا آسمان کیطرف اٹھایا جانا پھر قرب قیامت میں ان کا نازل ہونا جمہور اہل اسلام کے مسلمات سے ہے۔ زمانہ آنحضرت سے لیکر تیرہ سو صدیوں تک مسلمانوں میں یہ عقیدہ مسلّم چلا آیا ہے صحابہ تابعین تبع تابعین اولیاء ابدال اقطاب سب اسی عقیدہ پر قائم رہے۔ بقول مرزا ہر صدی پر ایک مجدد ہوتا ہے کسی مجدد سے بھی اس عقیدہ کا انکار ثابت نہیں۔ حتّٰی کہ مرزا کا ابتدائی عقیدہ بھی یوں ہی تھا پھر اس اجماعی یقینی اور قطعی مسئلہ سے انکار کرنا صاف الحاد۔ زندقہ اور بیدینی ہے۔

علاوہ ازیں آیت وانہ لعلم الساعۃ بھی اس کی بیّن دلیل ہے کہ عیسیٰؑ زندہ ہیں قرب قیامت ان کا نزول ہوگا بعدہٗ وفات ہوگی۔ اگر مسیح کو فوت شدہ مان لیا جائے تو وہ علامات قیامت میں کس طرح شمار ہو سکتے ہیں جب کہ اُن کے گذشتہ دور حیات سے قیامت بہت ہی دور ہے۔

(۲) عقیدہ نمبر ۴ و ۵ و ۶ میں مرزا جی ایک گہری چال چلے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ان کے جوابات میں حریف بڑی دشواری میں پڑیگا لیکن جوابات سُنکر پھر حیرت میں رہ گئے۔ وہ ہمیشہ اسبات کی سعی کیا کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کو مسلمانوں سے بدظن کریں۔ کہ وہ ایسے مہدی و مسیح کے منتظر ہیں کہ جو آکر عیسائیوں اور دیگر مذاہب والوں کو تہ تیغ کرکے اسلام کو غلبہ دیگا۔ اور خود بدولت گورنمنٹ پر احسان جتلایا کرتے ہیں کہ آپ ہی ہیں جو گورنمنٹ کی خیر خواہی میں مسلمانوں کو ایسے مسیح یا مہدی کے انتظار سے روکتے ہیں اور خود ہی مہدی خود ہی مسیح ہیں۔ یہی غرض اس موقعہ پر تھی کہ اگر مولوی صاحب یہ کہیں گے کہ مہدی و مسیح وہ ہوں گے جو اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلائیں گے۔ اور عیسائیوں اور غیر مذاہب کے لوگوں کو نیست و نابود کر دینگے۔ تو گورنمنٹ کو بھی بدظنی ہوگی۔ اور مجسٹریٹ کو جو کہ ہندو مذہب ہے بھی ناراضگی ہوگی لیکن آفرین ہے اس شخص کی قابلیت پر جوابات میں کس لیاقت سے چالباز حریف کے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ آپ نے جو جواب لکھائے ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ غلط بات ہے جو مرزا جی گورنمنٹ اور دیگر مذاہب والوںکو کہہ کر مسلمانوں سے بدظن کرنیکی کوشش کر رہے ہیں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ مہدی و مسیح خواہ مخواہ بیوجہ تلوار چلاتے پھرینگے۔ اور غیر مذاہب والوں کو قتل کرتے پھرینگے ہاں اگر فساد اور بدامنی کا زمانہ ہوگا تو شر مٹانے اور امن قائم کرنے کے لئے انکو یہ کرنا پڑیگا۔ کہ ایسے فسادیوں کو مٹا کر امن قائم کر دیں۔ اور یہی ہر ایک باانصاف سلطنت کا اصول انصاف ہے مرزا

جی ہمیشہ مغالطہ دیا کرتے ہیں۔ کہ مسلمان خونی مہدی اور خونی عیسیٰ کے منتظر ہیں لیکن نہایت افسوس ہے کہ خونی کا لفظ کہاں سے انہوں نے لگا لیا کسی حدیث میں یہ لفظ ان کی صفتوں میں نہیں آیا اور نہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے۔ بلکہ ان کی اوصاف تو حکم عدل احادیث میں لکھی ہیں۔ اور یہ کہ وہ زمانہ جور و جفا کو امن و صلح سے بدل دینگے۔ پھر مرزا جی کو کچھ تو خوف خدا کرنا چاہیئے۔ کہ وہ کیوں مسلمانوں کے ذمے ایک بیہودہ تہمت لگاتے ہیں۔ علاوہ بریں گورنمنٹ پر مرزا جی ہر چند احسان شماری کریں۔ اور مسلمانوں سے بدظن کرنیکی کوشش کریں اُن کے اس قول بے اصل کی کچھ بھی وقعت ہماری جز ورس اور بیدار مغز گورنمنٹ کے سامنے نہیں ہوگی گورنمنٹ کو اپنی وفادار مسلمان رعایا پر اطمینان ہے۔ اور گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے۔ کہ مرزا جی جیسے مہدی مسیح وغیرہ بننے والے ہی کوئی نہ کوئی آفت سلطنت میں برپا کیا کرتے ہیں مسلمان تو یہ زمانہ مہدی و مسیح کا قرار ہی نہیں دیتے کیونکہ یہ امن اور انصاف و عدل کا زمانہ ہے اور خلق خدا کو ہر طرح سے اس سلطنت کے سایہ میں امن اور آسائش حاصل ہے۔ اور مہدی اور مسیح کے آنیکی جب ضرورت ہوگی کہ عنان سلطنت سخت ظالم اور جفا پیشہ بادشاہ کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور روئے زمین پر کُشت و خون اور فتنہ و فساد کا طوفان برپا ہوگا۔ اُس وقت اُسکی ضرورت ہوگی کہ اللہ العالمین اپنی مخلوق کی حفاظت اور آسائش و امن گستری کیلئے کسی انصاف مجسم امام بادشاہ اسلام (مہدی و مسیح) کو مبعوث فرمائیں لیکن مرزا جی نے تو مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے کہ مہدی و مسیح کا یہی زمانہ ہے۔ اور قادیان ضلع گورداسپور میں وہ مہدی و مسیح بیٹھا ہُوا ہے۔ وہ کسر صلیب کے لئے مبعوث ہُوا ہے تاکہ عیسویت کو محو کر کے اسلام کو روشن کرے۔ اور یہ بھی بر ملا کہتا ہے۔ کہ خدا نے اسے بتلا دیا ہے کہ سلطنت بھی اسی کو ملنے والی ہے چنانچہ اس نے اپنی متعدد تصانیف میں یہ الہام و کشف سنایا ہے۔ کہ خدا نے اسے بتلا دیا ہے۔ کہ بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ بلکہ یہ بھی لکھ دیا ہے۔ کہ وہ بادشاہ اسے دکھائے بھی گئے ہیں۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بادشاہت مرزائیوں کی جماعت کو کسی زمانہ میں ملیگی اب خیال فرمائیے کہ یہ خیال کہاں تک خوفناک خیال ہے جبکہ مرزا جی نے یہ الہام ظاہر کر کے پیش گوئی کر دی ہے۔ کہ بادشاہ اُسکے حلقہ بگوش ہوں گے۔ اور بادشاہت مرزائیوں کو ملیگی کیا عجب کہ ایک زمانہ میں مرزائیوں کو جو اُسکی پیشین گوئیاں پورا کرنے کے لئے اپنی جانیں دینے کو تیار ہیں (جیسا کہ اپنے بیان میں وہ لکھ چکا ہے کہ اس کے مرید جان و مال اسپر قربان کئے بیٹھے ہیں) یہ جوش آجائے کہ ان پیشگوئی کو پورا کیا جائے اور وہ کوئی فتنہ و بغاوت برپا کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا جی نے مسلمانوں کو نصاریٰ سے سخت بدظن اور مشتعل کر رکھا ہے۔ وہ دجال سمجھتے ہیں۔ تو نصاری کو خر دجال کہتے ہیں

تو دیکھو کو اب سوال یہ ہے کہ یہ ریلوے کس نے جاری کر رکھی ہے۔ جب یہ خر دجّال ہے تو اس کے چلانیوالے
بادشاہ وقت) کو ہی یہ دجّال کہتے ہیں اور مسلمانوں کو اسکے برخلاف سخت مشتعل کر رہے ہیں گورنمنٹ
کو ایسے اشخاص کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے۔ یہاں گنجائش نہیں ہم کسی وقت اس بارہ میں مفصّل بحث
کر کے گورنمنٹ کو اس کے خطرناک خیالات سے مطلع کرینگے۔

(۱۴) عقیدہ نمبر ۸ میں مرزا نے بڑی وضاحت و صراحت سے رسالت اور نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے
اور ظلّی کی قید جو یہاں لگالی ہے۔ یہ محض مصلحت وقت کے لئے ہے۔ ورنہ اس مقدمہ میں یہ صاف طور پر
مرزا نے کہدیا ہے کہ وہ نبی اللہ اور رسول بلا کسی قید کے ہے۔ چنانچہ اپنی تحریری بحث میں جو اُسنے
انگریزی میں داخل کی ہے یہ بھی ایک عذر کیا گیا تھا۔ کہ چونکہ مرزا مدعی نبوّت ہے اور نبوّت کے مدعی کو
کذّاب کہنے والا کذاب ہوتا ہے۔ اس لئے مستغیث کو جو اس کے دعویٰ کو جھوٹا سمجھتا ہے اس نے
کذّاب کہا چنانچہ اس کی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"اصول اسلام کے بموجب اس معاملہ کی ایک اور حالت ہے وہ شخص جو ایک شخص مدعی رسالت کو
جھوٹا جانتا ہے کذّاب ہے اور یہ بات شہادت استغاثہ سے مانی گئی ہے اب مستغیث پورے طور پر
جانتا ہے کہ ملزم نمبر ا نے اُس حیثیت (یعنی نبوّت رسالت) کا دعویٰ کیا ہے اور باوجود اس کے مستغیث
نے اسکی تکذیب کی پس مذہبی اصطلاح کے رو سے مستغیث کذّاب تھا"

اب دیکھیئے اس موقعہ پر دعویٰ رسالت کا بلا کسی قید کے بالصراحت اعتراف کیا گیا ہے اور کہا گیا
ہے کہ اسی وجہ سے وہ نبی رسول ہے اور اپنے جھٹلانیوالے کو کذّاب کہنے کا حق رکھتا ہے اور ایسا ہی
اسکے مخلص حواری اور وکیل مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر نے اپنی شہادت میں یوں لکھایا ہے۔
"مکذب مدعی نبوّت کذّاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہیں اس کے مرید اسکو دعوے
میں سچا اور دشمن اسکو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ پھر آگے چل کر گواہ مذکور اپنے بیان میں یوں لکھاتا ہے "مرزا صاحب
دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں"۔ اب یہ بات نہایت وضاحت سے ثابت ہوگئی کہ مرزا جی
قادیانی مدعی نبوّت و رسالت ہے۔ اب اگر مرزا جی یا ان کے مرید جو ہمیشہ ایسا کیا کرتے ہیں کہ جب انکو
کہا جائے کہ مرزا رسالت و نبوت کا مدعی ہے تو وہ صاف کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اور مرزا جی
کا یہ مصرعہ پیش کر دیا کرتے ہیں۔ ؎ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
لیکن اس مقدمہ میں یہ بات صاف ظاہر ہوگئی کہ مرزا رسالت و نبوّت کا کھلے طور سے مدعی ہے جیسا
کہ فہرست عقائد اور تحریری بحث اور مولوی محمد علی کی شہادت سے ثابت ہوگیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ

آیت صریح وماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی صریح تکذیب ہے اور ہم اسو سال سے جو مسلمانوں کا بالتواتر جو مسلمہ عقیدہ چلا آیا ہے۔ اسکی مخالفت ہے۔ اور ایسی گستاخی اور سخت جرأت ہے۔ جو کسی شخص نے آنحضرت صلعم کے بعد آجتک نہیں کی صحابہ کرام نے (باوجود کثرت فضائل دروازہ نبوت کو ہرگز نہ کھٹکھٹایا بڑے بڑے اولیائے کرام صاحب کرامات وخوارق ہو گذرے لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ منصب رسالت کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو کہہ دیا کہ اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو فلاں میرے صحابی ہوتے لیکن نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن اللہ رے دلیری یہ گستاخی کی تو چودھویں صدی کے ایک مغل زادہ (مرزا غلام احمد) نے جو ختم نبوت کی مہر توڑتے لگا۔ منصب رسالت کی بے ادبی کرنے لگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مرزا کے مریدوں کی تو اب یہ حالت ہے کہ اگر روز روشن کو وہ رات کہدے تو مرزائی باوجود دیکھنے آفتاب عالمتاب کے یہی کہیں گے کہ بیشک اسوقت رات ہی ہے دیکھو تو ہمارے مرشد ومولا خدا کے سچے ملہم جو کہہ رہے ہیں پھر اس ہٹ اور ضد کا کیا علاج ہے لیکن اس موقعہ پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مرزاجی کے اس دعوئے نبوت کی نسبت اُن کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہُوا ایک فتوی کفر ناظرین کے سامنے کردوں۔ تاکہ حسب مقولہ مشت خود و دہان خود مرزاجی کی اپنی تحریر انکو الزام دے اور فتوی کسی ایسے زمانہ کا ہے جبوقت آپ نبوت اور رسالت کا کھلے طور پر دعوی کرنے سے ڈرتے تھے۔ اور صرف ملہمیت اور محدثیت کے القاب اُس وقت اپنے حق میں استعمال کرتے تھے سا اب جُوں جُوں مریدان خوش اعتقاد اُن کے دعاوی پر آمنّا وصدقنا کہتے گئے۔ آپ کا حوصلہ وسیع ہوتا گیا۔ اور آپ نے کھُلے طور پر دعوئے نبوت اور رسالت کا کردیا۔

(۴) عقیدہ نمبر ۹ میں مرزاجی نے ایک بہت بڑا بیجا دعوی یہ کیا ہے۔ کہ وہ امت محمدیہ کے تمام گذشتہ اولیاء سے افضل ہیں تو گویا آپ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور حضرت غوث الثقلین وغیرہ اولیاء کرام سے افضل ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ رسول خدا صلعم کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر آپ کے دیگر صحابہ کرام درجہ بدرجہ اس پر نہ صرف احادیث رسول مقبول صلعم ہی شاہد ہیں بلکہ قرآن کریم بھی صحابہ کرام کی فضائل پر ناطق ہے۔ چنانچہ اس سے انکار کرنا گویا روز روشن میں آفتاب عالمتاب سے انکار کرنا ہے پھر کتنا بڑا غضب ہے کہ مرزاجی نے تمام اسلامی عقاید کو ملیامیٹ کر کے کھُلے طور پر دعوی کردیا کہ وہ تمام صحابہ کرام اور اولیاء اللہ سے افضل ہے بھلا کوئی اس اپنے مُنہ میاں مٹھو بننے والے سے یہ تو پوچھے کہ آپ نے کونسی خدمت اسلام کی کی ہے جس کے عوض تمہیں یہ کہنے کا حق پیدا ہو گیا ہے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار

آپ کے یاران غار صحابہ کرام (جنہوں نے اسلام کی کیخدمت اور ہادی اسلام کی محبت میں اپنے املاک اپنی جانیں قربان کردیں) سے افضل ہو گئے ہو مرزا جی کاش آپکو ایسی گستاخی سے شرم آتی۔خدا کا خوف کیا ہوتا بھلا تمہارے جیسے نفسانی شخص یاقوتیاں اور عنبر اڑانے والے پلاؤ زردے۔مرغ انڈے کھانیوالے حضرت صدیق اکبر جیسے تمام مال و جائداد خدا کے راستہ میں لٹا کر ایک کمل پہن لینے والے اور سات سات روز فاقہ سے گذار دینے والے اور حضرت عمر فاروق جیسے دلق پوش نفس کُش اور دیگر صحابہ کرام سے دعوے افضلیت کا حق رکھتے ہیں افسوس اور ہزار افسوس مسلمانو! مرزا کے اس عقیدہ نمبر ۹ کو پڑھ کر انصاف کرنا اور پھر ذرا مرزا کے مریدوں کے سامنے یہ عقیدہ رکھ کر اُن سے پوچھنا کہ بھائیو ۱۳ سو سال سے اس قسم کی جرات کسی مسلمان نے مسلمان کہلا کر کی ہے۔کہ وہ امت محمدیہ کے تمام گذشتہ اولیاء (جنمیں صحابہ کرام اور دیگر اولیاء عظام سب داخل ہیں) سے افضل ہونیکا علی رؤس الاشہاد دعوٰی کرے بھلا یہ تو بتلاتا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو دریائے نیل کو رقعہ لکھ کر بھیجا تھا۔اور دریا نے گردن اطاعت خلیفۃ المؤمنین کے فرمان کے سامنے رکھ دی تھی۔آپ کا کہنا تو معمولی انسانوں (اُن حکام نے جن کی جوتیوں میں آپ کو کھڑا رہنا نصیب ہُوا) بھی نہ مانا۔آپ نے پانی مانگا۔اور نہ ملا پھر حضرت عمر فاروق نے خطبہ پڑھتے ہوئے ممبر پر کھڑے ہو کر ساریہؓ کو جب وہ کفار کے نرغہ میں گھر گیا تھا) پکارا یا ساریۃ الجبل اور وہ ان کی آواز سینکڑوں کوسوں پر ساریہ کے کانوں میں جا پہنچی۔اور اس نے آپکے ارشاد کی تعمیل کرنے پر پہاڑ کی آڑ لے لی۔اور کفّار کے ہاتھ سے بچ گیا۔لیکن مرزا کے مخلص مرید عبداللطیف کے کانوں میں آپ کی ندا دیار کابل میں ہرگز نہ پہنچی تاکہ اس کی جان بچ جاتی پھر آپ کہتے ہیں کہ اُن صحابہ کرام سے آپ افضل ہیں۔ہاں مرزا جی صحابہ کرام کا درجہ تو بہت بلند ترہے اُن کا ذکر رہنے دیتے دیگر اولیائے کرام کی کرامات بھی آپکو معلوم ہی ہیں حضرت ابراہیم ادہم کا بھی آپ نے قصہ مثنوی مولانا رومؒ میں پڑھا ہے۔کہ آپ نے اپنی سوزن دریا میں پھینک کر مچھلیوں کو جب پکارا تو ے

صد ہزاراں ماہیے اللّٰہیی　　سوزن زر در لب ہر ماہیی
سر برون کردند از دریائے حق　　کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق

ذرہ آپ بھی تو کبھی ایک آدھ ہی خارق عادت کرامت دکھا دیتے۔لیکن آپ کے پاس تو نرا دعوٰی ہی دعوٰی ہے۔پھر آپ کے اس نرے دعوٰی کو آپ کے مریدان خوش اعتقاد شاید مان ہی جائیں (گو دل سے تو وہ بھی نہیں مانتے ہوں گے) لیکن دیگر مسلمانوں کو تو آپ کے ان عقائد نے آپ سے سخت متنفر کر دیا ہے اور آپ کے ایسے دعاوی پر جیسے پیشوائیان مذہب (صحابہ کرام) کی سخت توہین ہوتی ہے

جو کچھ ان کے دلوں کو صدمہ پہنچ رہا ہے اس کا اندازہ دردمندان اسلام سے ہی پوچھئے والی اللہ المشتکی
(۵) عقیدہ نمبر ۹ میں تو صرف آپ نے صحابہ کرام اور دیگر اولیائے عظام کی توہین کی تھی لیکن عقیدہ نمبر ۱ میں تو آپ نے یہ کہہ کر کہ مسیح موعود (مرزا) میں خدای تعالیٰ نے تمام انبیاء کی صفات اور فضائل جمع کر دیئے ہیں انبیاء عظام کی بھی سخت تحقیر کی ہے یعنی انبیاء میں تو فرداً فرداً کچھ کچھ صفات و فضائل تھے۔ اور بعض سے بعض فضیلت میں برتر تھے تلک الرسل فضلنا بعضھم علے بعض لیکن مرزا میں تمام انبیاء کے صفات اور فضائل جمع کر دئے گئے ہیں یعنی وہ سب انبیاء سے افضل ہے حالانکہ آج سے پہلے مسلمانوں کے اعتقاد کے رو سے حضرت ختم المرسلین کے لئے یہ درجہ حاصل تھا کہ جملہ انبیاء کے فضائل خدا نے آپکو دیئے ہیں۔ اور آپ افضل الرسل ہیں ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
(۶) عقیدہ نمبر ۱۲ میں مرزاجی کہتے ہیں کہ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیئے حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں المہدی من عترتی من اولاد فاطمۃ (ابوداؤد) یعنی مہدی میرے اہلبیت بنی فاطمہ سے ہوگا۔ اب کہئے مرزاجی آپ سچے ہیں یا رسول خدا سچے۔ آپ یہ تو فرمایئے کہ آپ کے ہاتھ میں اس امر پر کیا ثبوت ہے کہ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیئے اور میرزاؤں کے خاندان سے ہونا چاہیئے جن لوگوں کو اپنے صادق و مصدوق ختم المرسلین نبی برحق پر ایمان ہے۔ وہ کبھی بھی آنحضرتؐ کے قول پاک کی تکذیب کر کے آپ کی یہ بات نہ مانیں گے۔ کہ مہدی موعود بنی فاطمہ سے نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ اولاد النقوا سے ہونا چاہیئے۔ علاوہ اس کے مہدی موعود کی نسبت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پتہ دیا ہے کہ وہ عرب کے بادشاہ ہوں گے۔ لا تذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی (مشکوٰۃ) دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک یہ نہ ہو کہ عرب کی بادشاہت اس شخص (مہدی) کو حاصل جو میرے اہلبیت سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔ لیکن مرزاجی تو عرب کا نام سنکر کانپتے ہیں اگر آپ مہدی موعود ہیں تو آپ کو قادیان (پنجاب) میں نہیں بیٹھ رہنا چاہیئے۔ بلکہ عرب میں تشریف لے جانا چاہیئے۔ اور عرب کی بادشاہت بھی حاصل کرنا چاہیئے۔ پھر اگر آپ عرب کی ملک گیری میں کامیاب ہو جائیں گے تو پھر مسلمان اس امر پر غور کرینگے کہ آپ کو مہدی کہلانیکا حق حاصل ہے یا نہیں۔ اسکے علاوہ دوسری تعریف مہدی موعود کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلائی ہے یملا الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا ترجمہ زمین کو عدل و انصاف و امن سے بھر دیگا جیسی کہ وہ ظلم و بدامنی سے پُر ہو گی۔ (مرزائی) مسلمان اس مہدی کے معتقد و منتظر ہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ وہ دنیا کو عدل و انصاف و امن سے پُر کر دینگے۔ حالانکہ آپ گورنمنٹ کو مغالطہ دے رہے ہیں کہ مسلمان خونی مہدی کے

قائل ہیں کیا آپ برخلاف اس تعریف کے جو اس تعریف میں ہے مہدی کی تعریف میں خونی کہیں و کھلائیں گے؟
حالانکہ مرزا جی نے تو دنیا میں شور و شرارت بدامنی سے نمونہ قیامت برپا کر دیا ہے پھر کس طرح مانا جائے کہ وہ
مہدی موعود ہیں اس تعریف سے جو حدیث بالا میں مہدی موعود کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے
بعثت مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہی وہ ہوگا جب کہ دنیا ظالم اور جفاکار بادشاہوں کے ہاتھ سے نالاں ہوگی۔
اور زمین پر بدامنی اور فساد پھیلا ہوا ہوگا اور اس وقت مہدی معہود اس فتنہ و فساد کو دور کر کے امن قائم
کرینگے۔ حالانکہ اس وقت ہمارے سر پر ایک ایسے امن پسند بادشاہ (ملک معظم قیصر ہند) کا ہاتھ ہے جس
کے انصاف و عدل اور امن گستری کے مخالف و موافق قائل ہیں اور مسلمان اس کے سایہ میں امن و امان
سے اپنے مذہبی فرائض بجالاتے ہیں جمعے۔ عیدیں اطمینان سے پڑھتے ہیں۔ اور بیوت اللہ (مساجد) کو
آباد کئے ہوئے ہیں یعنی ہم کو اپنے مذہبی امور کی بجاآوری سے بالکل آزادی ہے۔ پھر اگر مسلمان اس زمانہ
میں کسی مہدی کی ضرورت سمجھیں تو وہ حدیث رسول (جو اوپر ذکر ہو چکی ہے) کی تکذیب کرنیوالے ٹھہرتے
ہیں۔ اب فرمائیے کہ مہدی علیہ السلام کے متعلق جو عقیدہ ہم مسلمانوں کا ہے۔ گورنمنٹ کے نزدیک قابل
اطمینان ہے یا وہ عقیدہ جو آپ نے پھیلا رکھا ہے کہ مہدی و مسیح اس وقت ہندوستان میں اور خاص قادیاں
ضلع گورداسپور میں بیٹھا ہوا ہے مسلمان اس کے ساتھ ہو لیں تاکہ کسر صلیب کا کوئی انتظام کیا جاوے اور
دجال کا خروج بھی ہو چکا ہے۔ وہ کون نصاریٰ (انگریز) ہیں۔ اور ان کی ریل دجال کا گدھا ہے۔ اور عنقریب
بادشاہت اسی مہدی کے گروہ میں آنیوالی ہے۔ اور خدا نے اس مہدی سے کہدیا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں
سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور ان بادشاہوں کی صورتیں بھی خدا نے اس مہدی کو دکھا دی ہیں۔ سو یہ ایک خطرناک
عقیدہ ہے جو قادیانی مہدی نے مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کی ہے اور لوگوں کو طرح طرح کی دھمکیاں دے
کر یہ عقیدہ منوانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کسی کو موت کی دھمکی دیجاتی ہے۔ اور کسی کو سخت ذلت کی۔ کہیں
زلزلوں کے حوادث سے ڈرایا جاتا ہے اور کہیں طاعون کا تازیانہ دکھایا جاتا ہے۔ بہرحال مرزا قادیانی کا
ہندوستان میں اس زمانہ امن میں ضرورت مہدی اور ظہور مہدی کا عقیدہ قائم کرنا ایک خوفناک عقیدہ ہے
جس سے کسی آنیوالے فتنہ کا سخت خوف ہے اللھم احفظنا من الفتن واھدنا الصراط المستقیم

(۷) عقیدہ نمبر ۱۴ میں مرزا نے حضرت عیسیٰ ایک اولی العزم مقتدر رسول سے افضل ہونیکا کھلے طور پر
دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ کوئی شخص غیر رسول رسول سے افضل نہیں ہو سکتا خواہ وہ کیسا ہی عارف زاہد صاحب
کمالات کیوں نہ ہو (یہ مسلمانوں کا عقیدہ مسلمہ ہے) اور پھر ایسے رسول سے جو صاحب شریعت و کتاب ہو
اور جس کے فضائل پر قرآن شریف شاہد ہو۔ اور جس کے معجزات کی ایک دنیا معترف ہو اور ادھر افضلیت

کے مدعی کی یہ حالت ہو کہ اس کی منکوحہ آسمانی (محمدی بیگم) اغیار کے ہم آغوش ہو۔ اور مسیحیت کا دعویدار دیکھ دیکھ کر خون جگر کھا رہا ہو اور آسمانی عدالت میں اسکی اسقدر بھی شنوائی نہ ہو۔ کہ وہاں سے عزرائیل (ملک الموت) ایک مسلح سپاہی کے ہاتھ ایک وارنٹ گرفتاری بھیجکر اس کے رقیب کو فوراً عالم برزخ کی جوڈیشل حوالات میں دیا جا کر اپنے برگزیدہ نبی (معاذ اللہ) کی منکوحہ اس کو واپس دلائی جائے مرزاجی جب تک آپ کا محمدی بیگم والا الہام پورا نہ ہو۔ کون عقلمند ہو گا جو آپ کو رسولوں سے افضل صاحب کرامت و معجزہ تسلیم کرے۔ اب خدا ہی گڑ گڑا کر دعا مانگو اور رو رو کر درخواست کرو کہ آپ کی آسمانی منکوحہ جلد از بموجب الہام آپ کو عطا ہو ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ آپ اپنے ایام زندگی کو بسر کر کے آنجہاں کو چلدیں اور آپ کی دلی آرزو آپ کیساتھ ہی خاک میں مل جائے۔ پھر آپ کے مرید تو شاید یہ کہکر دل کو تسکین دیدیں کہ کیا مضائقہ ہے۔ جو دنیا میں محمدی بیگم دوسروں کے قبضہ میں رہی آخر اس نے بھی مرنا ہے۔ اور پھر اُس جہان میں تو مسیح کے قابو میں آہی جائیگی۔ لیکن مرزاجی کی تربت سے تو اس وقت یہی ندا آئیگی۔ ؎

جب مر چکے تو آئے ہمارے مزار پر پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

(۸) عقیدہ نمبر ۱۵ میں مرزاجی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی حقیقی مُردہ زندہ نہیں کیا حالانکہ قرآن شہادت دیتا ہے۔ کہ احیاء موتی کا معجزہ حضرت عیسیٰ کو دیا گیا تھا اور وہ مُردوں کو خدا کے اذن سے زندہ کرتے تھے اس بارہ میں ہم قرآن کریم کو ہی حَکَم کرتے ہیں اور آیت قرآن پیش کر دیتے ہیں۔ وأبرئ الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ باذن اللہ (میں مادر زاد اندھوں کو تندرست کرتا ہوں اور کوڑھی کو۔ اور مُردوں کو خدا کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔ اب ناظرین اس نص قرآنی کو پڑھیں اور بدون اس کے کہ کسی تفسیر کیطرف رجوع کرنے کی ہمیں ضرورت ہو صرف آیت کے صریح معانی کو ہی لینے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ حقیقی مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر تو پھر اگر موتیٰ کے معنے کی نسبت اس کے صریح اور حقیقی معنے کو چھوڑ کر ہم مجازی معانی کیطرف دوڑیں۔ تو پھر یسرنا القرآن کے کیا معنے ہوں گے۔ پھر تو قرآن کے الفاظ ایک معما لاینحل بنجائیں گے۔ حالانکہ ایسا خیال کرنا بالکل واہی ہے۔ مُردوں سے مراد اگر یہاں پر جیسا کہ مرزاجی تاویل کرتے ہیں وہ لوگ ہوں جن کے دل مُردہ ہوں اور اُن کو زندہ کرنے سے یہ مراد کہ ان میں ایمان واسلام کی روح پھونکدی جاتی ہے۔ تو یہ ہر ایک نبی کی صفت میں آسکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ سے اس صفت کو مخصوص کرنا چہ معنے دارد۔ یہ تو سارے انبیاء بلکہ اولیاء اور علماء ربانیین کا کام ہے کہ وہ مُردہ دلوں کو اپنے انفاس مقدسہ کی برکت سے نئی زندگی بخشتے ہیں اور آیت موصوفہ میں اس وصف احیاء موتیٰ کو حضرت عیسیٰ کیطرف نسبت فرما کر آگے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین

(یہ تمہارے لئے نشان ہے اگر تم مومن ہو، آیتہ (نشان) وہی ہوتا ہے جو خارق عادت اور غیر معمولی ہو۔ اور علاوہ ازیں اس بات پر ۱۳ سو سال سے مسلمان متفقہ عقیدہ رکھتے چلے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے جیسا کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے جو دو مردے جلائے تھے ان میں سے ایک حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے بھی تھے جن کی وفات کو چار ہزار برس گذر گئے تھے

مرزاجی کا اپنی نسبت اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ کفر

ہم اب اس فتوے کو لکھتے ہیں جس کا وعدہ صفحہ ۔ کے اخیر پر کیا گیا تھا۔ اور یہ وہ فتویٰ ہے جو مرزاجی نے گویا اپنے ہاتھ سے لکھ کر اپنے کفر نامہ پر مہر کر دی ہے۔ اور اب مسلمانوں کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ امام الزمان (مرزا قادیانی) کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے فتوئے تکفیر کے مقابلہ میں دوسرے علماء سے فتوے پوچھتے پھریں کہ مرزاجی کافر ہیں یا نہ۔

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مرزاجی نے اب صریح طور پر دعویٰ نبوت و رسالت کر دیا ہے۔ جیسا کہ اثنائے مقدمہ میں انہوں نے اپنی بحث تحریری میں لکھدیا ہے اور پھر ان کے مخلص حواری مولوی محمد علی وکیل نے اپنی شہادت میں کہدیا ہے اور پھر فہرست عقاید میں بھی رسالت کا دعویٰ کیا گیا گو بروزی کی قید ہی سہی لیکن مرزاجی پر ایک ایسا زمانہ بھی تھا جبوقت آپ کو دعویٰ نبوت و رسالت پر ان کی کانشنس ملامت کرتی تھی۔ اور آیات قرآنی آپ کو اس بیجا ادعاء پر ڈانٹ بتلاتی تھیں اس زمانہ میں آپ پکار پکار کر کہتے تھے کہ مجھے اللہ جلشانہ کی قسم ہے میں کافر نہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن الرسول اللہ وخاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے ۔ (کرامات الصادقین مؤلفہ مرزا صہ ۲۵)

بلکہ آپ نے صاف طور پر لکھدیا تھا۔ اعلم یا اخی انی ما ادعیت النبوۃ وما قلت لھم انی نبی (حمامۃ البشرے ص ۹ ترجمہ بھائی میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور ان کو نہیں کہا کہ میں نبی ہوں) اور پھر اسی کتاب کے صفحہ مذکور پر دعویٰ نبوت کرنیکو کفر لکھا اور خود کو ایسے دعویٰ کفر سے بری کیا۔ ان کی وہ عبارت عربی بجنسہ درج ذیل کر کے اس کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین وھا اننی لا اصدق الھاما من الھاماتی الا بعد ان اعرضہ علی کتاب اللہ واعلم انہ کلما یخالف القرآن فھو کذب والحاد و زندقۃ فکیف ادعی النبوۃ وانا من المسلمین ترجمہ مجھے کیا حق ہے کہ نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہوں اور قوم کفار میں شامل ہوں اور میں اپنے کسی الہام کو سچا نہیں کہتا جب تک اسکو کتاب اللہ پر پیش نہ کروں۔ اور واضح ہو کہ جو کچھ قرآن کے مخالف ہے وہ

جھوٹ ہے الحاد و بیدینی ہے۔ پھر میں کیوں کر دعویٰ نبوت کر سکتا ہوں۔ حالانکہ میں مسلمان ہوں۔

اب ناظرین سے بادب التماس ہے کہ مرزا صاحب کی اس عبارت کو غور سے پڑھیں ایک دفعہ نہیں بلکہ دو تین مرتبہ پڑھیں اور جو حضرات عربی نہیں جانتے وہ ترجمہ اردو کو دیکھیں جو ہم نے بلا کم و کاست کیا ہے۔ یا اس پر اعتبار نہ ہو تو کسی عربی دان سے ترجمہ کرالیں۔ اور پھر انصاف کا خود فیصلہ کریں کہ یہ عبارت آپ کی نسبت زمانہ حال میں جبکہ آپ نے دعوٰئے نبوت کر دیا ہے کیا فتوٰئے تجویز کرتی ہے۔ صاف کہنا پڑے گا کہ آپ کی یہ تحریر آپ کے برخلاف بوجہ ادعاء نبوت کفر الحاد زندقہ۔ خروج عن الاسلام لحوق بالکفار کا فتوٰئے تجویز کرتی ہے۔

عبارت بالا جو قدرت نے کسی زمانہ میں مرزاجی کے اپنے ہاتھ سے لکھائی ہے مسائل ذیل کا تصفیہ کرتی ہے (۱) مرزاجی کو ادّعائے نبوت کا کوئی حق نہیں (وما کان لی ان ادّعی النبوۃ) (۲) مدعی نبوت کا خارج از اسلام ہے (واخرج من الاسلام) (۳) نبوت کا دعوٰئے کرنیوالا کفار سے ملحق ہے (والحق بقوم کافرین) (۴) مرزاجی کے وہ سب الہامات جو دعوٰی نبوت کے باعث ہوئے ہیں کتاب اللہ کے مخالف ہونیکی وجہ سے ناقابل تسلیم ہیں (وما انی لا اصدّق الھاما الخ) (۵) ایسا دعوٰی اور الہام جو قرآن کے خلاف ہو کذب۔ الحاد۔ زندقہ ہے (واعلم انہ کلما یخالف القران) اس لئے مرزاجی کا دعوٰی نبوت جھوٹ الحاد۔ بیدینی ہے۔ (۶) مرزاجی دعوٰی نبوت کے بعد مسلمانوں میں شمار نہیں ہو سکتے (فکیف ادّعی النبوۃ وانا من المسلمین) اب مرزاجی اور ان کے مرید اور تمام مسلمان انصاف سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزاجی کی نسبت فتوٰی تکفیر کے لئے کسی اور مفتی کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت باقی رہتی ہے۔ یا اُن کے وجوہات کفر پر کسی اور دلیل دینے کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ مرزاجی کی تحریر مندرجہ بالا ہی اس بارہ میں کافی حجت ہے اور اُن کے حق میں فتوٰئے کفر کے لئے یہ انکا اپنا قاطع فیصلہ موجود ہے کیا مرزاجی کا کوئی مرید جرأت کر سکتا ہے کہ امام الزمان کے اس فیصلہ کو رد کرے اور مرزاجی کو تو اب اپنی تحریر دیکھکر اس شعر کا ورد کرنا پڑیگا

مردم از دست غیر نالہ کنند　　　قادیانی ز دست خود فریاد

۱۵؍ دسمبر ۱۹۰۳ء کی پیشی

مستغیث پر جرح ہونے کے بعد آیندہ تاریخ پیشی ۱۵؍ دسمبر ۱۹۰۳ء قرار پائی تھی اس تاریخ پر گواہان استغاثہ بھی حاضر آئے۔ اور مرزاجی بھی معہ اپنے حواری کے اصالتاً حاضر تھے مولوی غلام محمد صاحب قاضی تحصیل چکوال کی شہادت شروع ہوئی اثناء شہادت گواہ موصوف میں عدالت نے مناسب سمجھا

کہ مرزا غلام احمد ملزم سے کچھ استفسار کیا جائے۔ چنانچہ مرزا صاحب سے کہا گیا کہ آپ سے استفسار ہوتا ہے آپ سامنے ہوکر لکھائیں مرزاجی اِدھر اُدھر جھانکنے لگے آپ کے وکیل نے کہا کہ میں مشورہ نہیں دیتا کہ میرا موکل بیان لکھائے مجسٹریٹ نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے کیوں مرزاجی جواب دوگے یا نہیں مرزاجی کے اعضاء پر کچھ رعشہ سا آگیا اور مجسٹریٹ کا رعب کچھ ایسا چھایا کہ آپ کو وکیل کے مشورے کے خلاف عدالت کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی اور آپکا بیان قلمبند کیا گیا جسکی نقل حسب ذیل ہے۔

بیان مرزا غلام احمد ملزم

سوال کیا مواہب الرحمن آپ کی تصنیف ہے؟

جواب میری تصنیف ہے۔

سوال یہ الفاظ۔ لئیم کذّاب۔ بہتان عظیم مندرجہ صفحہ ۱۲۹ کلمات تحقیر ہیں کہ نہیں؟

جواب جو شخص ان الفاظ کا مصداق نہ ہو اس کی نسبت تحقیر کے کلمات ہیں

سوال صفحہ ۱۲۹ کا مضمون مستغیث کی نسبت ہے یا کیا؟

جواب ہاں مستغیث کی نسبت ہے۔

سوال کیا آپ مستغیث کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے؟

جواب ہاں سمجھتا تھا

سوال کیا آپ نے یہ کتاب جہلم میں تقسیم کی؟

جواب جہلم میں یہ کتاب تقسیم ہوئی تھی جو میرے سامنے میرے آدمیوں نے شائع کی تھی مفصل بیان میں تحریری بذریعہ وکیل دینا چاہتا ہوں جو بعد میں دیا جائیگا۔

سوال کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمن جس میں الفاظ لئیم وغیرہ آئے ہیں کس تاریخ کو آپ نے لکھا اگر ٹھیک تاریخ یاد نہیں ہے۔ تو قریبًا قریبًا تاریخ اس صفحہ کی تحریر کی کونسی ہے۔

جواب ۱۲-۱۳-۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو یہ صفحہ میں نے لکھا تھا مختلف صفحوں کا مضمون مختلف تاریخوں پر لکھتا رہا ہوں جیسا کہ مضمون بنتا گیا ویسا لکھتا گیا تاریخوں کی کوئی یادداشت میرے پاس نہیں ہے۔ مگر زبانی یادداشت سے مجھ کو یہ تاریخیں یاد ہیں

سوال کیا آپ نے اس کتاب کا کوئی مضمون ۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء سے پہلے بھی لکھا تھا؟

جواب میں اسکو اچھی طرح سے بیان نہیں کر سکتا یعنی مجھکو یہ یاد نہیں ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ لکھا ہو یا نہ لکھا ہو

مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۳ء

العبد مرزا غلام احمد بحروف فارسی
مینے خود پڑھکر دستخط کئے

دستخط حاکم

مولوی برکت علی صاحب منصف کی شہادت

ملزم کا بیان لکھا جانیکے بعد پھر مولوی غلام محمد صاحب کی شہادت ہو کر جرح ختم ہوئی دوسرے روز ۱۶ دسمبر کو جناب مولوی برکت علی صاحب منصف بٹالہ کی شہادت شروع ہوئی چونکہ مولوی صاحب ایک بڑے لائق اور فاضل مشہور شخص ہیں آپکی شہادت سننے کیلئے بہت سے لوگ اہلکاران وغیرہ جمع ہو گئے اور کمرہ عدالت میں ایک خاصہ ہجوم ہو گیا۔ مرزا جی کے لائق وکلاء نے بامداد مرزائی جماعت مولویوں کے بہت کچھ سوالات جرح لکھ رکھے تھے۔ اور انکا خیال تھا کہ زبردست جرح سے فاضل گواہ کی شہادت میں سقم پیدا کردیں گے۔ اور اگرچہ منصف صاحب کی قابلیت علم انگریزی میں تو مسلم تھی لیکن کسی کو اسبات کا علم نہ تھا کہ آپکی لیاقت عربی علوم میں کیسی ہے اور اس شہادت میں سوالات عربی علم ادب کے متعلق ہونے تھے اور الفاظ استغاثہ کردہ جو عربی تھے انکی تشریح لغت گرامر اور علم ادب کے رُو سے ہونی تھی اسلئے مرزائی سمجھے ہوئے تھے کہ گواہ سوالات جرح کے جوابات میں چکر کھا جائیگا لیکن جسوقت خواجہ کمال الدین صاحب وکیل ملزم نے گواہ مذکور پر جرح کرنی شروع کی تو اس قابلیت اور لیاقت سے فاضل گواہ نے جوابدینے شروع کئے۔ کہ تمام عربی دان فضلاء جو کمرۂ عدالت میں موجود تھے سنکر حیرت زدہ ہو گئے۔ آپ نے الفاظ استغاثہ کردہ کی تشریح بموجب علم صرف و نحو کے جسوقت بیان کی تو کونسیچر (وکیل جرح کنندہ) کو ساری جرح بھول گئی۔ اور کچھ پیش نہ جاسکی آخر تھک کر رہ گئے۔ اور جرح ختم کردی منصف صاحب کی گواہی مستغیث کی اعلیٰ حیثیت اور الفاظ استغاثہ کردہ کے سخت مزیل حیثیت الفاظ ہونے اور ان سے مستغیث کی ازالہ حیثیت عرفی ہونیکے متعلق تھی منصف صاحب کی شہادت سے جو بالکل آزادانہ اور بے لاگ شہادت تھی) عدالت کو معلوم ہو گیا کہ واقعی الفاظ بنائے استغاثہ سخت سنگین ہیں اور مستغیث کی حیثیت کا ازالہ کرتے ہیں یہ بات بھی ذکر کرنیکے قابل ہے کہ اثناء جرح میں وکیل ملزمان نے ایک چھپی ہوئی عربی تحریر (جسکو مرزا جی نے مشکل لغات جمع کرکے مرتب کیا تھا) منصف صاحب کے سامنے رکھی کہ آپ اسکا ترجمہ کریں منصف صاحب اسکا ترجمہ کرنے پر تیار ہو گئے لیکن عدالت نے یہ سوال فضول سمجھ کر رد کردیا کہ اسکا ترجمہ کرانیکی گواہ سے کچھ ضرورت نہیں اسوقت مستغیث نے ایک عربی نظم ہاتھ میں لیکر مرزا صاحب سے درخواست کی کہ اگر معیار لیاقت عربی تحریروں کے ترجمہ کرنے پر ہے تو آپ جو عربیت میں فاضل وقت ہونیکے مدعی ہیں۔ اس نظم کا ترجمہ کردیں۔ میں آپ کا اس

وقت مرید بنتا ہوں۔ اور مقدمات چھوڑتا ہوں لیکن جیسا کہ تمہید میں ذکر ہو چکا ہے مرزا صاحب نے سر نیچے کر دیا اور زبان تک نہ کھول کر لاؤ ہم ترجمہ کرتے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی شہادت

۱۷ر دسمبر کو مرزا صاحب کے مشہور مقابل (فاتح قادیان) مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری کی شہادت پر جرح ہونی تھی اور اس تاریخ کو بہت سے مرزائی دور دور سے آئے ہوئے تھے اور علاوہ ان کے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے تھے کیونکہ مرزائیوں میں یہ مشہور ہو رہا تھا کہ دیکھو تو مولوی ثناء اللہ صاحب اب ہمارے قابو آیا ہے جرح سے اسکی ہوش مار دینگے اور تمام مسائل متنازعہ وفات مسیح وغیرہ سب اسی شہادت میں صاف کرا لئے جائینگے مولوی صاحب پر جرح شروع ہوئی اور بہت سی جماعت مرزائی مولویوں کی امداد کیلئے پاس بٹھائی گئی جنمیں مولوی محمد احسن صاحب امروہی بھی تھے متفقہ امداد سے سوالات مرتب ہوتے اور فاضل گواہ کے پیش کئے جاتے لیکن جواب سننے پر مرزائیوں کو غشی آجاتی تھی مولوی فاضل گواہ نے بھی مرزائی جماعت کی کچھ پیش نہ جانیدی ۔۱۷ سے شروع ہو کر ۱۹ تک جرح ہوتی رہی لیکن مرزائیوں کے کچھ ہاتھ نہ آیا ۔آخر غیر متعلق سوالات کا سلسلہ چھیڑنا چاہا تو عدالت نے فضول سمجھ کر جرح سے روکدیا اور حیات وفات مسیح کی بحث وغیرہ کا منصوبہ دل کا دل ہی میں رہگیا۔ الغرض شہادت استغاثہ ختم ہو چکی اور آئندہ پیشی کی تاریخ ۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء بغرض سماعت بحث فریقین مقرر ہوئی

بحث استغاثہ

۱۳ر جنوری کو بحث فریقین سننے کیلئے کمرۂ عدالت میں جم غفیر شرفاء شہر گورداسپور اور اہلکاران وغیرہ مردمان کا جمع ہو گیا اور پہلے استغاثہ کی طرف سے بحث شروع ہوئی ۱۱ بجے سے بحث منجانب استغاثہ شروع ہو گئی چنانچہ پہلے بابو مولامل صاحب وکیل نے قانونی بحث نہایت قابلیت سے کی بعد ازاں خود مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث نے واقعات کی بحث کی اور اس لیاقت و قابلیت سے تقریر کی کہ موافق و مخالف عش عش کر اٹھے چونکہ مرزا جی بھی اصالتاً حاضر تھے اور بحث سن رہے تھے مولوی صاحب کی زبردست تقریر کا اُن کے دل پر سخت رعب پڑا اور ایسی دہشت پڑی کہ ڈیرہ پر پہنچتے ہی تپ شدید میں مبتلا ہو گئے اور دوسرے روز مرزا جی عدالت میں حاضر نہ آئے ۔ اور ان کے وکیل نے بیماری کا سرٹیفکیٹ پیش کیا۔ اور ساتھ ہی فضل الدین ملزم کیطرف سے وکیل نے درخواست دی کہ زیر دفعہ ۵۲۶ ضابطہ فوجداری مقدمہ کو ملتوی کیا جائے کیونکہ ملزم عدالت ہذا سے مقدمہ انتقال کرانیکی درخواست عدالت عالیہ میں کرنا چاہتا ہے ۔ وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ اس مرحلہ پر

اب التوا نہیں ہو سکتا مگر مجسٹریٹ نے انکی درخواست کو سنکر حسب ذیل حکم کے ذریعہ ۴ فروری ۱۹۰۴ء تک مقدمہ ملتوی کیا

نقل حکم ظہری درخواست ملزمان نسبت التوائے مقدمہ

آج یہ درخواست وکیل ملزم فضل الدین نے پیش کی شہادت استغاثہ ختم ہو چکی تھی اور بحث وکیل مستغیث اس امر کی بھی ختم ہو چکی ہے کہ آیا ملزمان پر فرد جرم مرتب ہووے یا نہ اور ملزمان کیطرف سے آج بحث ہونی تھی کہ فرد جرم مرتب کیجاوے یا نہ کیجاوے کہ وکیل ملزم نے یہ درخواست دی کہ ہم مقدمہ انتقال کرانا چاہتے ہیں مہلت ملجاوے فریق ثانی اس درخواست پر اعتراض کرتا ہے کہ مہلت نہیں ہو سکتی مگر دفعہ ۵۲۶ میں حکم ہے کہ ایسی درخواست کیصورت میں التوا لازمی طور پر کر دینا چاہیئے اسلئے حکم ہوا کہ ایکماہ کی مہلت ملزمان کو دیجاوے کہ درخواست انتقال کر کے حکم التوا کا لاویں مقدمہ ۴ فروری ۱۹۰۴ء کو پیش ہووے۔ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۰۴ء (دستخط حاکم)۔ اس کے بعد ۴ فروری ۱۹۰۴ء کو عدالت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور میں درخواست انتقال مقدمہ کی گئی جو کہ بذریعہ مسٹر اورٹیل صاحب ایڈوکیٹ گذری جس کی نقل درج ذیل ہے

نقل درخواست انتقال مقدمہ

جناب عالی وجوہات درخواست حسب ذیل ہیں:-

(۱) جبکہ مجسٹریٹ نے بروئے فیصلہ خود بمقدمہ وغابر خلاف مستغیث یہ قرار دیدیا تھا کہ مستغیث ہی ان خطوط کا لکھنے والا ہے جنمیں ہبتیہ و دستخطی نوٹ محمد حسن فیضی متوفی کا ذکر ہے۔ اور نیز وہ ان چٹھیوں کا بھی لکھنے والا تھا جو اسکے مضمون سراج الاخبار میں شائع ہوئیں مجسٹریٹ کو مقدمہ ہذا شروع ہی میں خارج کر دینا چاہیئے تھا

(۲) یہ کہ برخلاف اسکے عدالت ماتحت نے غیر معمولی جلدی کیساتھ مقدمہ شروع کیا اور اپنا مصمم ارادہ ملزمان پر فرد جرم لگانے اور مجرم قرار دینے کا ظاہر کیا۔

(۳) یہ کہ تمام دوران مقدمہ میں مجسٹریٹ نے استغاثہ کیطرف رعایت ظاہر کی ہے مثلاً

(الف) مستغاث علیہ مرزا غلام احمد صاحب کو اصالتاً حاضری کیلئے مجبور کرتا جبکہ حاضری معاف ہو چکی تھی اور مقدمہ خفیف سے خفیف تھا اور ان کی اصالتاً حاضری بالکل غیر ضروری تھی۔

(ب) اکثر مواقع پر مرزا غلام احمد صاحب کا استفسار لیا گیا باوجودیکہ وکیل نے اعتراض کیا کہ اس استفسار کی غرض استغاثہ کی شہادت کی کمی کو پورا کرنا تھا۔

(ج) مستغاث علیہ حکیم فضلدین کو عدالت سے باہر رہنے کا حکم دینا جبکہ فضلدین کی صحت خطرناک حالت میں تھی

(د) ثناء اللہ گواہ کی جرح کو پورا کرنیکی اجازت نہ دینا اور مقدمہ کو جلد ختم کرنیمیں بڑی بے صبری ظاہر کرنا

(ہ) مستغاث علیہم کے تحریری بیان لینے سے اسطرح انکار کرنا جبکہ اُس کے تحریری بیان میں دکھایا گیا تھا کہ ان کے برخلاف کوئی جرم نہیں۔

(و) الفاظ استغاثہ کردہ کے ایسے معانی کے ثبوت کرنیکی اجازت دینا جو استغاثہ میں نہیں ہے باوجودیکہ زبانی حکم کے ذریعہ اس کے برخلاف خود فیصلہ عدالت نے کر دیا تھا۔

(ز) مستغاث علیہم کو شہادت استغاثہ کی جرح کیلئے ایک حد تک اخراجات کا ذمہ وار کرنا۔

(۴) یہ کہ متعلقہ مقدمہ دغا میں برخلاف مستغیث کے مجسٹریٹ نے جن مبینہ بیانات شہادت استغاثہ دیبان مرزا غلام احمد صاحب پر ملزم کو بری کیا وہ بیانات مسل میں نہیں۔

(۵) لہذا سائلان کو سخت خطرہ ہے کہ ان کا مقدمہ بے رو و رعایت بعدالت مجسٹریٹ صاحب ہو سکے لہذا درخواست ہے کہ مقدمہ عدالت حضور میں انتقال ہو۔

عرضی فضل دین حکیم سائل ۴ فروری ۱۹۰۴ء

اس درخواست کے گذرنے پر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مستغیث کے نام نوٹس جاری کیا اور تاریخ پیشی مقدمہ ۱۲ فروری ۱۹۰۴ء قرار پائی۔ اس تاریخ کو مقدمہ بمقام علیوال (جہاں صاحب موصوف دورہ پر تھے) پیش ہوا اس تاریخ پر بہت سے مریدان باصفا آپہنچے تھے اور علاوہ خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی محمد علی صاحب وکلاء کے مسٹر اورٹیل صاحب بہادر بیرسٹرایٹ لاء بھی آگئے تھے اور ادھر سے مستغیث اور ان کے وکیل بابو مولا مل صاحب بھی پہنچ گئے تھے۔ اور علیوال اور ان کے ارد گرد کے بے تعداد مسلمان یہاں مولوی کرم الدین صاحب کے استقبال کیواسطے پہلے ہی منتظر کھڑے تھے اور مولوی اللہ دتہ صاحب و مولوی محمد علی صاحب سوہلی بھی پہلے ہی یہاں پہنچ چکے تھے۔ مولوی صاحب اور ان کی جماعت کیواسطے فرش و فروش کے علاوہ بہت سی کرسیاں بھی مہیا کر رکھی تھیں چنانچہ مولویصاحب اور انکے وکیل صاحب معہ اپنے خاص دوستوں کے کرسیوں پر اور دیگر مسلمان فرش پر بیٹھ گئے۔ لیکن افسوس کہ مرزائی جماعت کیطرف سے یہاں کوئی انتظام فرش و کرسیوں وغیرہ کا نہ کیا گیا تھا جس کی وجہ سے انکی جماعت کے معززین کو بڑی تکلیف ہوئی صرف ایک کرسی بھی صاحب بہادر کیلئے بڑی مشکل سے دستیاب ہوئی۔ دوسرے جنٹلمینوں نے کھڑے کھڑے ادھر ادھر ٹہل کر وقت گذارا۔ قریب گیارہ بجے کے مقدمہ بلایا گیا۔ اور صاحب بہادر نے ایک گھنٹہ تک وکلائے فریقین کی تقریریں سن لیں ملزمان کی طرف سے مسٹر اورٹیل صاحب نے بڑی بحث کی کہ لالہ چندولال صاحب کی عدالت سے مقدمہ ضرور انتقال ہونا چاہیے

دوسری طرف سے بابو مولامل وکیل صاحب وکیل مستغیث نے بڑی معقولیت سے اُسکی تردید کی اور ثابت کیا
کہ انتقال مقدمہ کی کوئی وجہ نہیں ہے - اور انتقال مقدمہ کیصورت میں مستغیث کو سخت تکلیف ہوگی جو کہ دُور
دراز ضلع سے آتا ہے - اور ملزمان اسکو تکلیف میں ڈالنے کیواسطے ہی انتقال مقدمات کی درخواستیں کر رہے ہیں
بعد سماعت بحث ہر دو فریق کے صاحب بہادر نے مرزائیوں کی درخواست کو نامنظور کیا اور حکم دیا کہ اسی عدالت
میں مقدمات سماعت ہونگے - اس وقت مرزائیوں کیحالت دیکھنے کے قابل تھی اور ندامت اور حسرت کے
آثار چہروں سے نمودار ہو رہے تھے - ذیل میں ہم میجر سی ایم ڈالس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے فیصلہ کا ترجمہ درج کرتے ہیں

ترجمہ چٹھا انگریزی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

بحث وکلائے فریقین حتی کہ کرم الدین کا وکیل انتقال کی بابت اسوجہ پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ مقدمات ایک
مجسٹریٹ نے ایک حد تک سماعت کئے ہیں میرا موکل جو جہلم سے آتا ہے اسکو دوبارہ گواہ ہونگے بلانے سے
بلاوجہ سخت حرج اور تکلیف ہوگی - یہ درست ہے -

کیا کوئی وجوہات ہیں جن سے فرض کیا جائے کہ مجسٹریٹ نے پہلے ہی سے اس مقدمہ کا فیصلہ سوچ
لیا ہوا ہے میں ایسا خیال نہیں کرتا اُس نے ان مقدمات کو بہت کچھ سن لیا ہے لیکن ہنوز ان مقدمات میں فرد
نہیں لگایا تینوں مقدمے ایک ہی حد تک پہنچے ہوئے ہیں یعنی استغاثہ کی شہادتیں ختم ہوگئی ہیں اب صرف وکلا
کی بحث کا انتظار ہے پس یہ ممکن نہیں کہ اس حد پر یہ کہا جا سکے کہ مجسٹریٹ فرد لگانا چاہتا ہے یا نہیں یہ
بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے فیصلہ کرنے میں بہت دیر لگائی ہے اسواسطے یہ وجوہات ہیں جن سے پایا جاتا
ہے کہ مرزائی جماعت کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا - مگر میں یہ بات نہیں دیکھتا
یہ توقف طویل بحث اور جرح طرفین کے باعث سے ہوئی ہے - اور بیماری کیوجہ سے التوا کی
درخواستیں کرنیکے باعث اور آخرکار انتقال کی یہ درخواستیں دینے پر میں نہیں دیکھتا کہ ایک طرف کو دوسرے
کی نسبت زیادہ الزام دوں مقدمات کی کیفیت کی بابت مجھے کچھ تعلق نہیں ہے - اور نہ ان کی نسبت کوئی رائے
ظاہر کر سکتا ہوں جو کچھ مجھے کرنا ہے وہ ان مقدمات کے انتقال کی بابت ہے میں نہیں دیکھتا کہ مجسٹریٹ
نے مرزا غلام احمد یا فضلدین کی بابت کوئی کمی کی ہو مرزا عدالت کی حاضری سے جبتک کہ اُسکی حاضری ضروری
ہو معاف کیا گیا ہے - اور پھر دوسرے فریق کی درخواست پر اسکو بلایا گیا ہے جبتک کہ ڈاکٹر کے سرٹیفکیٹ
سے نہیں دکھایا گیا کہ وہ بوجہ بیماری حاضری سے معذور ہے حکیم فضلدین نے درخواست کی کہ وہ بیمار ہے
اسکو باہر لیٹنے کی اجازت دیجائے - کیونکہ وہ عدالت میں کھڑا نہیں ہو سکتا اُسے یہ اجازت دیگئی مجسٹریٹ

نے ان دونوں ملزموں کی بات ہر ایک رعایت کی ہے۔ لیکن ان مقدموں کے انتقال کرنے سے انکار کرنیکی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ مجھے انصافاً یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام مقدمات اسی مجسٹریٹ کو فیصل کرنے چاہئیں۔ اور خاصکر جبکہ اُس نے ان مقدمات کو اسقدر سن لیا ہے ان مقدمات میں سے جو جہلم میں دائر کیا گیا تھا چیفکورٹ کے حکم سے اس ضلع میں تبدیل کیا گیا ہے اور معزز ججوں نے یہ لکھا ہے کہ ان کا ایک ہی جج فیصلہ کرے۔ اور مجھے اسبات کا اطمینان نہیں ہے کہ مجسٹریٹ نے کوئی تعصب کیا ہے میں اس موقعہ پر اور زیادہ اس امر کو مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ مقدمات یہی مجسٹریٹ فیصلہ کرے۔ اور ان کا فیصلہ جہاں تک ممکن ہو جلدی کیا جائے۔ مذکورہ بالا دلائل سے انتقال کی درخواستیں تینوں مقدمات کی بابت نامنظور ہیں۔

علیوال ۱۲ فروری سنہ ۱۹۰۴ء

دستخط صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور

جب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی عدالت سے درخواست انتقال نامنظور ہو کر عدالت لالہ چندولال صاحب میں مسلیں واپس آئیں۔ تو عدالت موصوف نے ۱۶ فروری سنہ ۱۹۰۴ء تاریخ پیشی مقدمہ مقرر کرکے فریقین کو نوٹس روانہ کئے۔ کہ تاریخ معہود پر حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کریں۔

تاریخ مذکور سے ایک روز پہلے مرزا صاحب معہ اپنے سٹاف کے گورداسپور میں آ گئے لیکن یہاں پہونچکر پھر ایسی لاچاری ہوئی کہ کچہری تک جانا محال ہو گیا گورداسپور کی آب و ہوا میں کچھ ایسی نحوست ہو گئی کہ باوجودیکہ ۱۲ کوس کے فاصلے کے سفر کرنیسے کسی بیماری نے مرزاجی کو نہ روکا۔ لیکن گورداسپور میں آتے ہی بیماری دامنگیر ہو گئی۔ اور ایسی حالت پر پہونچا دیا کہ کچہری تک جانیسے خطرہ جان پیدا ہو گیا چنانچہ عدالت میں مرزاجی کے وکیل نے سرٹیفکیٹ طبی پیش کیا کہ مرزاجی ایک سخت بیماری کے سبب میں مبتلا ہیں اسواسطے حاضری عدالت سے معذور ہیں مجبوراً عدالت نے ایکماہ تک مرزاجی کو اصالتاً حاضری سے معاف کیا۔ اور وکیل نے ان کیطرف سے پیروی کرنے کا اقرار کیا۔ اتنے میں لاہور سے مسٹر اورٹیل صاحب کا تار آیا کہ انہوں نے چیف کورٹ میں منجانب ملزمان درخواست انتقال مقدمات داخل کر دی ہے اسواسطے عدالت نے کارروائی مقدمہ کو ملتوی رکھا اور ۲۳ فروری تاریخ مقرر کی ادہر جج چیف کورٹ نے بھی درخواست انتقال مقدمات کو نامنظور کر دیا اور شکست پر شکست اٹھا کر ۲۳ فروری کو مرزائی جماعت پھر اسی عدالت میں حاضر ہوئی عدالت نے ۸ مارچ تاریخ پیشی مقدمہ مقرر کی۔ اس تاریخ پر مقدمہ پیش ہوا خواجہ کمال الدین صاحب وکیل ملزمان نے تردید استغاثہ میں تقریر کی اور استغاثہ کی طرف سے ۱۸ ورق کی تحریری بحث مستغیث نے جواب میں ۱۰ مارچ کو داخل کر دی۔ صاحب مجسٹریٹ نے بعد غور کے فرد قرار داد جرم دونوں ملزمان پر مرتب

کر کے سنادی اور فضلدین ملزم کا جواب بھی لیا گیا۔ مرزاجی کو جواب کیلئے ۱۴ مارچ کیواسطے طلب کیا گیا اس فرد جرم کے لگنے سے مرزائیوں کے چھکے چھوٹ گئے سخت اداسی کا عالم طاری ہوگیا کیونکہ مرزاجی اپنی تصانیف میں لکھ چکے تھے کہ فرد جرم لگنے سے پہلے چھوٹ جانیکو ہی بریت کہتے ہیں بعد فرد جرم لگنے کے چھوٹ جانا داخل بریت نہیں۔ سو واسطے ادہر ادہر بھاگے پھرے مریض بھی بنے سرٹیفکیٹ بھی پیش ہوئے لیکن آخرکار فرد جرم کا داغ لگ ہی گیا ذیل میں فرد قرارداد جرم کی نقل درج کی جاتی ہے۔

نقل فرد جرم بنام مرزا غلام احمد قادیانی

میں لالہ چندولعل صاحب مجسٹریٹ اس تحریر کی رو سے تم مرزا غلام احمد ملزم پر حسب تفصیل ذیل الزام قائم کرتا ہوں کہ تم نے کتاب مواہب الرحمان تصنیف کر کے شائع کی جسمیں صفحہ ۱۲۹ میں مستغیث کی نسبت الفاظ لئیم بہتان عظیم اور کذاب استعمال کئے جو اسکی توہین کرتے ہیں۔ اور یہ کہ تم نے تاریخ ۱۷ ماہ جنوری ۱۹۰۳ء کو یا اس کے قریب موقعہ جہلم میں شائع کئے لہذا تم اس جرم کے مرتکب ہوئے جس کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ میں مقرر ہے اور جو میری سماعت کے لائق ہے۔ اور میں اس تحریر کے ذریعہ حکم دیتا ہوں کہ تمہاری تجویز بربنائے الزام مذکور عدالت موصوفہ کے (یا ہما ہے) روبرو عمل میں آئی۔ عدالت صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء (مہر عدالت)

دستخط۔ رائے چندولال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول۔ بحروف انگریزی

نوٹ ملزم عدالت کی اجازت سے غیر حاضر ہے اسکو واسطے جواب کے بتقرر ۱۴ مارچ ۱۹۰۴ء طلب کیا جاوے

دستخط حاکم

۱۴ مارچ کو امید تھی کہ اب تو مرزا صاحب ضرور تشریف لائیں گے لیکن اس تاریخ کو بھی آپ نہ آئے اور بیماری کا سرٹفکیٹ پیش کیا گیا۔ وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ یہ روزمرہ کے عذرات بیماری محض مقدمہ کو تعویق میں ڈالنے کیلئے ہیں۔ اگر مرزاجی کیحالت واقعی خطرناک ہے تو سول سرجن صاحب کی شہادت پیش کیجانی چاہیئے۔ بہت سے بحث و مباحثہ کے بعد سول سرجن صاحب کی شہادت لئے جانیکا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ کپتان مور صاحب سول سرجن گورداسپور کی شہادت حسب ذیل گذری:۔

نقل بیان کپتان پی سی مور صاحب سول سرجن گورداسپور

میں نے بمقام قادیان مرزا غلام احمد کا ملاحظہ کر کے ۱۳ مارچ ۱۹۰۴ء والا سرٹفکیٹ دیا تھا جو کچھ سرٹیفکیٹ

میں لکھا تھا اس پر میری رائے ابتک قائم ہے۔ میری رائے میں مرزا غلام احمد اب بھی گورداسپور تک سفر کرنے کے ناقابل ہے گورداسپور تک سفر کرنا اسکی صحت کیلئے خطرناک ہے۔ جرح۔ اس سے قبل دو دفعہ میں نے اسکا ملاحظہ کیا تھا گورداسپور میں ہی دیکھا تھا جب میں نے پہلی دفعہ اسکو دیکھا تھا اسکو دو ماہ کا عرصہ ہوگیا ہے جب دوسری دفعہ اسکو ۱۰ فروری سنہ ۱۹۰۴ء میں دیکھا اسکو اسوقت پرانی کھانسی کی تیزی کا دورہ تھا میں نے سرٹیفکیٹ میں بیماری کا نام نہیں لکھا جسمیں اب مبتلا ہے اسکی عام جسمانی صحت کیحالت سے میری یہ رائے ہے کہ وہ عدالت میں آنے کے قابل نہیں خطرناک کہنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ سردی یا کمزوری کے باعث ممکن ہے کہ وہ مرجائے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسجگہ صحیح وسلامت حاضر ہوسکے۔ ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء

دستخط کپتان مور صاحب سول سرجن

دستخط حاکم

ڈاکٹر صاحب کی اس شہادت پر کہ مرزاجی کے گورداسپور تک سفر کرنیمیں انکے مرجانیکا امکان ہے عدالت کو مجبوراً تاریخ بدلنی پڑی۔ چنانچہ ۱۰ اپریل تک مقدمہ کی تاریخ ابزاد کی گئی۔

اب ہم اس موقعہ پر اہل انصاف کو توجہ دلاتے ہیں کہ اگر مرزاجی کو خدا کیطرف سے تسلّی ملچکی تھی کہ خدا ان کے ساتھ ہے۔ اور کوئی شخص ان کو نقصان نہیں پہونچا سکتا اور کہ اس مقدمہ میں آخر انہوں نے بچ جانا ہے تو پھر یہ حیلہ بازیاں اور عذر سازیاں کیوں ہوئیں سینکڑوں روپے ڈاکٹروں کی فیسوں پر اڑ گئے سول سرجن صاحب کو قادیان میں ڈبل سفر خرچ اور فیس دیکر بلانا اور پھر اخیر تک سرٹیفکیٹ پیش ہوتے رہنا یہ ہرگز ایسے شخص سے نہ ہونا چاہیئے تھا ان باتوں سے صاف واضح ہوگیا کہ مرزاجی بہت ڈرپوک کمزوردل شخص ہیں رائے چندولال صاحب کی عدالت کے رعب نے انکو ایسا خوفزدہ کیا کہ ساری دنیا کی امراض مسیح الزمان کو لاحق ہو گئیں کہیں سنکاپ (دل کے فعل کا رک جانا) کا حملہ ہوجاتا تھا۔ کبھی کرانک برنکائٹس (پرانی کھانسی کی تیزی کا دورہ ہوجاتا ہے اور کبھی گورداسپور تک سفر کرنا حضور والا کی موت کا امکان دلاتا تھا باوجودیکہ آپ کو خدا نے اطلاع دی ہوئی تھی کہ ابھی آپکی عمر کے سال پورے نہیں ہوئے پھر کیوں ایسی گھبراہٹ تھی مرزاجی اگر متوکل علی اللہ ہوتے تو سیدھے میدان میں نکلتے اور ہرگز بیماری کے عذرات نہ کرتے۔

فی الجملہ مرزاجی کا مرض دور نہ ہوا جب تک کہ آپ کو یہ خبر نہ پہونچی کہ رائے چندولال صاحب یہاں سے تبدیل ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ رائے آتمارام صاحب آگئے ہیں۔

رائے چندولال صاحب کی تبدیلی

اگرچہ مرزاجی نے خود کسی جگہ نہیں لکھا لیکن مرزائی عموماً کہتے ہیں کہ رائے چندولال صاحب کی تبدیلی مرزاجی کی

بد دعا کی وجہ سے ہوئی اور حضرت جی کا یہ بڑا بھاری معجزہ ہوا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رائے چندو لال صاحب تنزل ہو کر گورداسپور سے تبدیل ہوئے۔ سو واضح ہو کہ صاحب موصوف کی تبدیلی بموجب انکی اپنی درخواست کے ہوئی تھی۔ مرزاجی کی دعا یا بد دعا کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اور پھر اُسی تنخواہ پر دہ گورداسپور سے ملتان کو تبدیل ہوئے اور وہاں اُنکو اختیارات جج عدالت مطالبہ خفیفہ بھی عطا ہوئے۔

پس مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مرزاجی کی بد دعا کا اثر ہوا ایک خیال باطل ہے جب ایک شخص کی اپنی خواہش اور استدعا سے کوئی امر وقوع میں آئے تو اسمیں اُسکی کوئی سُبکی متصور نہیں ہو سکتی اور پھر مرزاجی کی دعا نے انکو فائدہ کیا بخشا کہ جس بات کا انکو اس حاکم سے خوف تھا وہی سلوک ان سے دوسرے حاکم نے بھی کیا یعنی آخر کار فرد جرم کی تکمیل کی۔ اور پھر سزا بھی دیدی ہاں مرزاجی کی کرامات کے ہم بھی قائل ہو جاتے اگر رائے چندو لال صاحب کی تبدیلی پر کوئی مرزاجی کا مخلص مرید یہاں آجاتا اور وہ آتے ہی مرزاجی کو مصیبت مقدمہ سے مخلصی بخش کر اُن کو رخصت کر دیتا۔ لیکن یہاں تو یہ معاملہ ہوا کہ جو آرام و آسائش مرزاجی کو پہلے حاکم کے وقت حاصل تھے دوسرے حاکم نے وہ سب سلب کر دیئے پہلے آپ مزے سے کرسی پر ڈٹ کر بیٹھتے تھے۔ ٹھنڈے شربت اور دُودھ نوش کرتے رہتے تھے دوسرے حاکم نے کٹہرا پر کھڑا رہنے کا حکم دیدیا پانی تک پینے کی اجازت نہ دی مرزاجی کی دعا کا اثر تو الٹا پڑا پھر یہ کیوں نہ سمجھا جائے کہ مرزاجی کی دعا کا اثر نہیں بلکہ ان کو اُن آسائشوں کی ناشکری کی سزا ملی کہ خدا نے انپر ایسا با رعب حاکم مسلط کیا کہ جسکی نسبت وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ ہر ایک طرح کی تکلیف انکو دیگئی۔ حاکم کا کیا قصور یہ تو قدرت کی طرف سے سزا تھی جو انکو ملی لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔

لالہ آتمارام صاحب کی عدالت میں پہلی پیشی

نئے حاکم کے اجلاس میں ۸ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو مقدمہ پیش ہوا مرزاجی بھی حاضر آئے چونکہ وکلاء ملزمان نے درخواست کی تھی کہ کارروائی از سرِ نو شروع ہو اسلئے عدالت نے دوبارہ شہادت لینی شروع کی اور مرزاجی ملزموں کے کٹہرے میں معہ اپنے حواری فضلدین کے کھڑے کئے گئے مولوی محمد علی گواہ استغاثہ کی شہادت شروع ہوئی ۱۱ بجے سے شروع ہو کر ۴ بجے تک مقدمہ پیش رہا اور اتنا عرصہ مرزاجی پاؤں پر کھڑے رہے۔

رائے آتمارام صاحب نے یہ قاعدہ کر لیا کہ مقدمہ روز پیش ہوا کرے مرزاجی روزمرہ احاطہ عدالت میں حاضر باش رہتے تھے ایک درخت جامن کے نیچے برلب سڑک ڈیرہ ڈال رکھا تھا دن بھر وہاں پڑے رہنا پڑتا اور مقدمہ پیش ہو کر پھر حکم ہو جاتا کہ کل حاضر ہو۔ الغرض اسی طرح روزانہ حاضری فریقین ہوتی رہی اور شہادت گواہان ذیل منجانب استغاثہ ماہ اگست ۱۹۰۴ء تک ختم ہوئی۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے وکیل مولوی ثناء اللہ صاحب

فاضل امرتسری مولوی محمد جی صاحب قاضی تحصیل جہلم مولوی غلام محمد صاحب قاضی تحصیل چکوال۔

فردِ جُرم کی تکمیل

ہر چند مرزا صاحب اور اُنکے مریدین امیدوار تھے کہ مقدمہ اسی مرحلہ پر خارج ہو جائیگا، اور مرزا جی کی فتح و نصرت کا دنیا میں ڈنکا بجیگا چنانچہ اخبار الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۳ء میں حسب ذیل الہامات بھی اسی امید پر شائع کر دیئے گئے تھے۔ (۱) مبارک سو مبارک۔ (۲) میں تجھے ایک معجزہ دکھاؤنگا۔ لیکن آخر کار پردہ غیب سے جو بات ظہور میں آئی اُسنے انکی سب امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ یعنی لالہ آتما رام صاحب مجسٹریٹ کی عدالت سے ۶ اگست ۱۹۰۳ء کو فرد جُرم کی تکمیل ہو گئی اور مرزا جی کا جواب بھی قلمبند ہو گیا۔ اس روز مرزا صاحب کی گھبراہٹ انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی تھی۔ انہوں نے جواب دیتے ہوئے چلا کر کہا کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا وغیرہ وغیرہ لیکن جو ہونا تھا ہو گیا۔ فرد جرم سُنا کر مرزا جی سے شہادت صفائی وغیرہ طلب کیگئی اور پوچھا گیا کہ کیا آپ گواہان استغاثہ کو بھی طلب کرانا چاہتے ہیں یا نہیں۔ مرزا جی نے کچھ دن اور مقدمہ کو طوالت دینے کی خاطر اور مستغیث کو تنگ کرنے کی غرض سے گواہان استغاثہ کو دوبارہ طلب کرنیکی درخواست کر دی باوجودیکہ جرح وغیرہ میں کچھ کسر نہ رہ گئی تھی چونکہ قانوناً فرد جرم کے بعد ملزمان کا حق ہوتا ہے۔ کہ گواہان استغاثہ کو طلب کرائیں اسلئے مجبوراً عدالت نے بموجب اُن کی درخواست کے بعض گواہان استغاثہ کو دوبارہ طلب کیا اور حسب ذیل گواہوں پر دوبارہ جرح کیگئی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی محمد جی صاحب مولوی برکت علی صاحب منصف بٹالہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے وکیل گواہان استغاثہ پر جرح مکرر کا مرحلہ بھی طے ہو چکا۔ تو اب مرزا صاحب کے گواہان صفائی کی نوبت پہونچی۔ ملزمان کیطرف سے ۲۶ اگست کو ایک لمبی چوڑی فہرست داخل کیگئی جس میں ۴۴ گواہان دور دراز فاصلہ سے بُلوانے کی استدعا تھی گواہوں میں کئی سشن جج اور اعلیٰ عہدہ دار بھی درج کئے گئے تھے اور حضرت پیر صاحب گولڑوی کو بھی لکھا گیا تھا۔ اور بڑا زور دیا گیا تھا کہ پیر صاحب کو ضرور طلب کیا جائے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ اگر پہلے پیر صاحب کی طلبی کا منصوبہ پورا نہیں ہوا۔ تو اب ضرور ہی کامیابی ہو گی۔ جب ملزم اپنی صفائی میں ایک گواہ کو بُلواتا ہے تو عدالت مجبور ہوتی ہے کہ اس گواہ کو بلائے لیکن خدا کی قدرت کہ اس مرحلہ پر بھی مرزائیوں کی مراد پوری نہ ہوئی حاکم نے تمام دور دراز فاصلہ کے گواہوں کو چھوڑ دیا۔ اور پیر صاحب کو بھی ترک کیا گیا۔ صرف گیارہ گواہ جو قریب فاصلہ کے تھے اور جن کے آنے میں زیادہ دقت نظر نہ آتی تھی۔ بلانا منظور کیا۔ افسوس کہ مرزائیوں کو پیر صاحب کو بلانے کی نسبت یہ آخری ناکامی ہوئی۔ اور قطعاً مایوسی ہو گئی۔ اب ان کا کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔ اور طوعاً و کرہاً انکو راضی بالرضا ہونا پڑا۔

ولو انه قال مت حسرةً لسارعت طوعاً الی امرہٖ

شہادت گواہان صفائی

۱۰ ستمبر سے شہادت گواہان صفائی شروع ہوگئی جن اصحاب کی شہادت قلمبند ہوئی ان میں سے حسب ذیل اصحاب کے نام ہمیں یاد ہیں ڈاکٹر محمد الدین صاحب لاہوری بخشی رام لبھایا صاحب مالک اخبار دوست ہند بھیرہ چوہدری نصر اللہ خاں صاحب پلیڈر سیالکوٹ مولوی غلام حسن سب رجسٹرار پشاور شیخ علی احمد صاحب پلیڈر گورداسپور۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مولوی فیروزدین صاحب ڈسکوی سید محمد شاہ صاحب پلیڈر۔ منشی احمد دین اپیل نویس گوجرانوالہ ڈاکٹر محمد حسین صاحب۔ خان محمد علیخان صاحب مالیر کوٹلہ۔ مفتی محمد صادق بھیروی۔ مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی۔ شیخ نور احمد صاحب وکیل منشی عزیز الدین صاحب پنشنر تحصیلدار میاں حسین بخش صاحب پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ۱۹ ستمبر تک شہادت گواہان صفائی ختم ہوگئی صفائی اس امر کے متعلق تھی کہ الفاظ استغاثہ سنگین نہیں خفیف ہیں کہ مستغیث کی نسبت ملزمان کو ایسا کہنے کا حق تھا گواہان اگرچہ بڑے بڑے قابل شخص وکیل ڈپٹی وغیرہ تھے لیکن استغاثہ کے موافق و مخالف معترف ہوگئے کہ مولوی کرم الدین صاحب مستغیث جسوقت جرح کرتے تھے گواہان حیرت میں رہجاتے تھے مولوی فیروزالدین صاحب ڈسکوی کی شہادت کیوقت یہ عجیب لطف ہوا کہ جو معانی آپ نے شہادت میں حسب مدعا ملزمان لکھائے اُن کے برخلاف اُن ہی کی مصنفہ کتاب لغات فیروزی سے فاضل مستغیث نے معنے دکھا کر انکی تردید کی اور مجسٹریٹ صاحب نے مولوی فیروزدین سے پوچھا کہ آپ کے یہ معنے صحیح ہیں جو اب لکھائے ہیں یا وہ جو کہ لغات فیروزی میں ہیں۔ سوقت بیچارہ مولوی کچھ دیر تو سکوت میں رہا آخر بتایا کہ یہ صحیح ہیں جو میں نے اب لکھائے ہیں (اپنی کتاب کے لکھے ہوئے کو شہادت کیخاطر اپنے منہ سے غلط کہنا پڑا) ایسا ہی بعض دیگر گواہوں کی شہادت میں عجیب لطیفے ہوتے رہے چونکہ گواہوں کے بیانات بہت ہی طویل ہوئے ہیں ان کے نقل کرنے سے طوالت ہوتی ہے اس لئے باقی گواہونکے بیانات کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہاں حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کا بیان ضرور لکھنے کے قابل ہے اور اسکے پڑھنے سے ناظرین بہت کچھ دلچسپی اُٹھائینگے۔ اسلئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

نقل بیان مولوی نورالدین صاحب

نورالدین ولد غلام رسول قریشی عمر ۶۵ سال پیشہ طبابت سکنہ قادیان بجواب وکیل ملزمان

میں بارہ سال سے قادیاں میں رہتا ہوں اس سے پیشتر بھوپال و جموں میں نوکر تھا طبیب تھا جموں میں میری تنخواہ ماہوار مارے سے ننانوے[1] روپیہ تک تھی یعنی ۸۰ سے ۹۹ تک ہوگئی عربی کے معلومات میری اس حد تک ہیں

[1] مولوی صاحب نے اپنے اس بیان میں جو بمقدمہ ۱۰ الم تعزیرات ہند لکھایا تھا اپنی تنخواہ ۷۵ روپیہ لکھائی تھی (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۔۔ مقدمہ مذکور) اب حجۃ سو روپیہ لکھاتے ہیں۔ ضمیمہ کا صریح جھوٹ ہے اس بیان میں حکیم الامۃ کے جھوٹوں کا یہ نمبر! سمجھنا چاہیئے۔

جسکا نام ندارد[1] مکہ۔ مدینہ[2] یمن وغیرہ میں تعلیم پائی تدریس کرتا ہوں ہر ایک قسم کے علوم جو عربی میں پڑھاتا ہوں کذاب کے معنے جھوٹا ہے بروزن فعّال مفعال بھی مبالغہ کا وزن ہے اگر ایک فعل ایک وقت کے بعد دوسرے وقت کیا جاوے تو اس کے لئے فعّال آتا ہے اگر عادت کے طور پر کیا جاوے تو اس کیلئے مفعال آتا ہے (دیکھو شرح حماسہ تبریزی) اسکو علم نحو ولغت میں معرفت تامہ بھی ہے کر لیا ہے بہتان کے معنے بیجا الزام کے ہیں لئیم کے معنے بخیل وغیر کریم کے ہیں اسلام نے لئیم کے لفظ کو محدود معنوں میں استعمال کیا ہے کریم کے معنے خلاف تقویٰ ہے غیر متقی جھوٹ بولنا بہتان لگانا خلاف تقویٰ ہیں لئیم صفت مشبہ ہے صفت مشبہ اس صفت مشتق کو کہتے ہیں جسکو اسم فاعل کیساتھ تشبیہ دی گئی ہو صفت مشبہ اور اسم فاعل میں یہ فرق ہے اوّل فاعل کے وزن پر آتا ہے سہ حرفی لفظوں میں جو فاعل کے وزن پر نہ ہو وہ صفت مشبہ ہوتا ہے دوسرا صفت مشبہ ہیں زمانہ حال میں وہ معنے موجود ہو ماضی[3] و استقبال میں ہوں یا نہ ہوں سراج الاخبار میں نے[4] پہلے پڑھا ہے غالباً دو سال ہوئے کتاب مضمون کا چال وچلن مجھے بہت ناپسند ہوا اور افسوس ہوا کیا بہ لحاظ الفاظ کے اور کیا بہ لحاظ کاروائی کے وہ الفاظ کذاب لئیم بہتان باندھنے والا کا مصداق بھی میری رائے میں ہے (الحکم ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۴ و ۵ دکھائے گئے) دو سال سے زائد عرصہ ہوا میں نے[5] یہ خطوط قادیان میں پڑھے تھے تاریخ سننے خطوط کی معلوم نہیں نہ یہ کہ کتنے دن بعد پہونچنے کے ۶ و ۱۳ اکتوبر کے سراج الاخبار پہونچنے کے بعد اکثر ذکر آتا تھا میں نے یہ کتاب مواہب الرحمان پڑھی ہے مثل عربی خوانوں کے جو اس کتاب کو سمجھ سکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے (۱) ایک لئیم اور بہتان والا آدمی کے متعلق (۲) وہ تیری آبرو ریزی کرنیکا ارادہ کرتا ہے (۳) آخیر وہ تیرا نشانہ بنے گا (۴) اس نے تین حامی تجویز کئے ہیں جنکے ذریعہ سے تیری اہانت ہو (۵) کہ میں ایک محکمہ میں حاضر کیا گیا ہوں (۶) آخر میں نجات ہوگی یہ واقعات بالکل الگ الگ ہیں اسکو پڑھ کر یقین نہیں ہو سکتا کہ کس بات کی بابت یہ بیان ہے کرم الدین کے نام سے بھی تعین نہیں ہوتا اگر واقعات اور اخباروں کو مدنظر نہ رکھا جاوے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا پتہ لگتا ہے بعد آخری سطر صفحہ ۱۲۹ کے یہ پتہ لگتا ہے کہ کرم دین نے سلب امن کا ارادہ کیا ہے سو اس ارادہ کے بعد اس نے استغاثہ کی تجویز کی ہے اور وکلاء کیلئے کچھ مال رکھا گیا ہے اور کچھ

---

[1] ہر ایک انسان کے معلومات کی کوئی حد ہوتی ہے لا یحیطون بشیء من علمہ صرف اللہ العالمین کی صفت ہے مولوی صاحب کے عربی معلومات جنکا نام ندارد کی نسبت کیوں نہ کہا جائے کہ انکا وجود ہی نہیں ۱۲ [2] ہم کیوں انکار کریں کہ مدینہ بلکہ بیت المقدس میں بھی آپ تعلیم پاتے رہے ہو لیکن آخری تعلیم نے جو قادیان میں آپنے پائی سب کو کالعدم کر دیا۔ ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد ۱۲ [3] کتب صرف بالتمام اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ اسم فاعل میں حدوث ہوتا ہے اور صفت مشبہ میں ثبوت پھر اسکے الٹ یہ کہنا کہ صفت مشبہ کا اطلاق زمانہ حال کے رو سے ہوتا ہے ماضی واستقبال میں صفت ہو یا نہ ہو مکہ مدینہ یمن وغیرہ کی تعلیم کے رو سے نہیں بلکہ قادیانی درسگاہ کی تعلیم کا فیضان ہے ۱۲ [4] مولوی صاحب اپنے اس بیان میں جو بمقدمہ ۲۰۷ لکھایا مضمون سراج الاخبار کا مرزا صاحب کی مجلس میں ذکر ہونا بیان کرتے ہیں اور کہ انکو یاد تک نہیں کہ اخبار مرزا جی کی مجلس میں پڑھا بھی گیا یا نہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸ مقدمہ مذکور) اب آپ لکھاتے ہیں کہ انہوں نے خود پڑھا تھا یہ ہے جھوٹ نمبر ۲ [5] مولوی صاحب پہلے بیان میں لکھا [illegible] ہیں کہ میں نے اسوقت خط کو نہیں دیکھا اس خط کا مضمون جو پڑھا گیا تھا یہی ہے اور جسکو میں نے اب پڑھا ہے (صفحہ ۲۲ مقدمہ ۱۷۴) اب آپ اسکے برخلاف فرماتے ہیں

لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا ہے واقعات کے لحاظ سے یہ معنے سمجھا کر لئیم اور بہتان باندھنے والا خطوط اور سراج الاخبار سے پیدا ہوتا ہے اور آبروریزی کا ارادہ انہی خطوط و اخباروں کا نتیجہ ہے آخر وہ نشانہ بنا ہے اس مقدمہ سے جو اس پر کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب جہلم گئے تھے آخر نجات مقدمہ کے بعد دی گئی۔ قضیہ سے مراد وہ معاملہ ہے جس کا ذکر صفحہ ۱۲۹ پر ہے اور نیز خطوط و اخبار انبا کے معنے خبر دینا ہے انبار واحد ہے۔ پھر کہا ہے کہ ضمیر واحد ہے انبا جمع ہے اس لفظ سے کم سے کم تین پیشنگوئیاں ہو سکتی ہیں۔ کسی محاورہ میں دو بھی آ سکتے ہیں بعض انبار ظاہر ہو چکی ہیں صفحہ ۱۲۹ پر مقدمہ کے متعلق پیشین گوئیاں ہیں۔(۱) آبروریزی مقدمہ کے ذریعہ۔(۲) کرم الدین کا مدعا علیہ ہونا (۳) مرزا صاحب کا اس محکمہ میں حاضر کیا جانا صفحہ ۱۳۰ پر قضیہ جسکا ترجمہ مقدمہ ہے وہ اس پیشین گوئی کے متعلق ہے جو پہلے بیان کی گئی ہے یعنی ۶ پیشین گوئیاں لفظ ثُمَّ کے معنے پھر کے ہیں۔ (ف) کے معنے پس ہیں۔

بجواب مستغیث

میں نے پیشتر مستغیث کے مخالف کی طرف سے گواہی دی تھی اسکا پورا علم نہیں ہے کہ وہ مقدمہ خارج ہو گیا جموں میں مجھے حکم دیا گیا تھا کہ چلے جاؤ شاید تین دن کے اندر۔ میں نے عربی کا کوئی امتحان نہیں دیا کسی وقت میں کوئی امتحان نہ تھے میں نے یہ کہیں نہیں دیکھا کہ عادی جھوٹے کو کذاب کہتے ہیں ایسے شخص کو مکذاب بولیں گے۔ ابن خلقان نے کہا ہے میں نے ابن خلقان میں بھی دیکھا ہے میرے نزدیک دو دفعہ جھوٹ بولنے سے کذاب ہو جاتا ہے کتاب تبریزی میں اسکا ترجمہ وقتاً بعد وقتٍ جھوٹ بولے کاذب کا لفظ وسیع ہے۔ اور کذاب کا خصوصیت رکھتا ہے۔ کاذب تھوڑا یا بہت بولنے والے کو کہیں گے۔ خواہ جھوٹ بولے یا ایک یا دو سے زیادہ۔ کذاب دو دفعہ جھوٹ بولنا ضرور ہے جو شخص سو دفعہ جھوٹ بولے وہ بھی کاذب ہے اور کذاب بھی ہے کریم رحیم خدا کی صفات ہیں

ؔ۱ جس مقدمہ کی نسبت خود بدولت گواہ ہوں اور آپکا ہموطن مخلص بھائی تصلدین پیروی مستغیث ہو اور جسکی نسبت فتح و نصرت کے الہامات روز واری مقدمہ سے برس رہے ہوں اور جسمیں مرزا صاحب آپکے مرشد نے ۴-۵ گھنٹہ کھڑے ہو کر شہادت دی ہو اسکے خارج ہونیکی نسبت آپکو پورا علم نہ ہو کیوں حضرت اسکو سفید جھوٹ سے تعبیر کیوں نہ کیا جائے اس مقدمہ کے خارج ہونیپر قادیان میں کئی روز سوگ رہا ہوگا اور آپ خود لکھ چکے ہیں کہ مرزا جی کی مجلس میں روزانہ آپکی حاضری ہوتی ہے پھر یہ کسطرح سچ مان لیا جائے کہ آپ کو اسکے خارج ہونیکا پورا علم نہیں ہوا یہ ہے جھوٹ نمبر ۱۲ ؔ۲ افسوس کہ جس ملازمت کا یہ انجام ہوا ہو کہ ملازم کے خلاف شاہی حکم صادر ہو کہ تین دن کے اندر بارڈر سے نکل جاؤ۔ اور اسکا بار بار تذکرہ کرکے ایک فراموش شدہ ذلت کو از سر نو تازہ کیا جائے۔

ؔ۳ بہت اچھا۔ لیکن قبلہ یہ تو فرمایئے کہ آپ کے حلفی بیان میں اگر دو سے زیادہ جھوٹ ثابت ہوں جیسا کہ اوپر گنتی ہے واضح ہے اور آئندہ بھی آئینگے تو پھر آپ کو بھی کذاب کا خطاب دیدینا بموجب آپکے اس فتوے کے نادرست تو نہیں۔ مبارک باد

یہ لفظ صفت مشبہ ہیں خدا کو کریم بلحاظ حال[1] کے کہا جاتا ہے صرف لفظ کریم سے دوام نہیں نکلتا یوسف کو پیغمبر صاحب
نے اپنی حدیث میں کریم بلحاظ حال[2] کے کہا ہے قبل و بعد کا تعلق نہیں ہے پیغمبر صاحب کے وقت میں یوسف[3] موجود
تھے کذاب لئیم بہتان بڑے سخت توہین کے کلمات ہیں میں سراج الاخبار کا خریدار نہیں ہوں تاریخ پہنچنے سراج الاخبار
کی قادیاں میں یاد نہیں۔ میں نے اخبار سُنا اور پڑھا[4] تھا خطوط[5] میں نے دیکھے تھے۔ تاریخ یاد نہیں خطوط اخبار سے پہلے
دیکھے تھے۔ تعداد خطوط یاد نہیں کرم دین وہ لکھا ہے جس کے ہاتھ پر تقدیر خدا کی ظاہر ہوئی۔ وہ تقدیر وہ ہے جسکا
ذکر پہلی سطروں میں ہے یعنی جو خواب کے ذریعہ سے مرزا صاحب کو ظاہر ہوئی۔ امور متذکرہ خواب میں عدالت میں
پکڑے ہوئے جانا شامل ہے۔ اسکا ظہور بھی اسی کرم دین کے ہاتھ پر ہُوا۔ عدالت میں پکڑے ہوئے جانا بذریعہ
استغاثہ کے ہوتا ہے اب پتہ لگ گیا کہ کرم دین وہ ہے جسنے استغاثہ مرزا صاحب پر کیا اور اس میں مرزا صاحب
عدالت میں گئے۔ آگ میں جلانا اور دن کو رات کرنا متعلق ارادہ ہیں جو ارادہ متعلق مقدمہ و خطوط و اخبار کے ہے

---

[1] ہائے غضب مولویصاحب نے ایسا کہنے کی کیوں جرأت کی ہے ایک جاہل سے جاہل شخص بھی اس بات سے واقف ہوگا کہ خدا تعالیٰ زمانہ حال میں ہی
کریم نہیں بلکہ پہلے بھی تھا۔ اور آئندہ بھی رہیگا۔ جیسا کہ اسکی ذات ازلی ابدی ہے ویسا ہی اسکی صفات پاک بھی ازلی ابدی ہیں پھر اس سے
بڑھکر جھوٹ کیا ہوگا کہ خدائے پاک کو صرف بلحاظ زمانہ حال کریم کہا جائے۔ جسکا صاف یہ معنے ہے کہ پہلے کریم نہیں تھا اور آئندہ بھی نہیں ہوگا
کیوں حضرت یہ مکہ مدینہ ہیں کی تعلیم کا اثر ہے یا درسگاہ دارالامان قادیان کا؟ آپ جیسے فاضل وقت کے مُنہ سے ایسا کلمہ نکلنا نہایت ہی سخت
افسوس کے قابل ہے آپکو یہ مجبوری مگر اس لئے پیش آئی کہ صفت مشبہ کی نسبت آپنے اُلٹا قاعدہ ایجاد کیا۔ کہ اسکا اطلاق موصوف پر بلحاظ زمانہ حال کے
ہوتا ہے اسلئے آپ یہ کلمۂ کفر کہنے پر مجبور ہوگئے کہ خدا کو بھی کریم بلحاظ زمانہ حال کے کہا جاتا ہے۔ اسکے خلاف اگر کہتے کہ خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں کریم
ہے۔ تو قاعدہ مخترعہ ٹوٹتا تھا۔ مولویصاحب نے یہ خیال کر کے کہ خواہ راستی کا خون ہو ایمان کو نقصان پہونچے لیکن قاعدہ موضوعہ نہ ٹوٹے ایسا کلمہ کہنے
کی جرأت کی ہے مرزائیو انصاف سے کہنا کیا اب بھی مولویصاحب سے اس قول میں آپ متفق ہونگے کہ خدا تعالیٰ صرف بلحاظ زمانہ حال کے ہی کریم ہے افسوس
مولویصاحب کی اس جرأت پر رونا چاہیئے یہی جھوٹ نمبر ۵۔ [2] یک شد دو شد حضرت یوسفؑ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے کئی صدیاں
پہلے فوت ہو چکے تھے پھر آپ ان کو کریم بلحاظ زمانہ حال کے کس طرح کہتے تھے۔ مگر مولوی صاحب کیا کرتے قاعدہ کو تو قائم رکھنا تھا۔ گو دنیا انکی ایسی
بے تکی باتوں پر کیوں نہ ہنسے۔ شرم یہ ہے جھوٹ نمبر ۶۔ [3] اجی حضرت آپ ہوش میں تو ہیں کیا فرماتے ہیں فاضل مولوی (مستغیث) کی جرح
نے ایسا رعب ڈالا کہ حکیم الامۃ صاحب کے ہوش ٹھکانے نہ رہے۔ مولانا یوسف پیغمبر صاحب کے زمانہ میں موجود نہیں تھے بلکہ ان کو فوت ہوئے
کئی قرن گذر چکے تھے۔ آپکی تبحر علمی کا تو سارا پردہ ہی فاش ہوگیا۔ ع بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا۔ جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا۔ یوسفؑ کا پیغمبر
صاحب کے وقت میں موجود ہونیکا ادعا تو ایک ایسا جھوٹ ہے جو ہزار جھوٹوں سے بھی زیادہ وزن رکھتا ہے یہ ہے جھوٹ نمبر ۷۔ [4] حالانکہ آپ پہلے
بیان بمقدمہ ۱۷۱ میں صرف اخبار کے مضمون کا ذکر سننا لکھا چکے ہیں۔ اب اخبار سُنا اور پڑھا تھا کہنا اس کے متناقض ہے جھوٹ نمبر ۸

[5] یہ قول آپ کا آپ کے بیان مذکورہ مندرجہ صفحہ ۱۷۱ کے خلاف ہے۔ جھوٹ نمبر ۹

معلوم کرنیکے وقت بھی آدمی جمع کئے جاتے ہیں واقعات کے لحاظ سے استغاثہ سطر ۲ صفحہ ۱۳۳ سے مراد اس استغاثہ کی ہے جو جہلم میں کیا گیا تھا بوقت تصنیف اس کتاب مواہب الرحمان کے وہ استغاثہ دائر تھا نشانہ بننے سے مراد یہ ہے کہ اس پر کوئی بات آنیوالی اور وہ آبروریزی کے بعد یہ معنے نہیں ہیں کہ نشانہ بن گیا ہے ۴ جولائی ۱۹۰۳ء کو واقعات کے رو سے کرم دین نشانہ بن چکا تھا یعنی اس کے اوپر بھی ایک مقدمہ کیا گیا تھا مرزا صاحب کو نجات ہوئی کرم الدین کو جس غرض کا نشانہ بنا تھا۔ اس سے نجات نہیں ہوئی صفحہ ۱۲۹ پر ذلک اشارہ واحد ہے اسکی تعیین خواب میں نہیں ہوئی واقعات نے تصریح نہیں کی کہ کیا ہیں واقعات کے قرائن نے بتلایا کہ شہاب الدین۔ پیر صاحب اور ایڈیٹر سراج الاخبار یہ تین مددگار ہیں۔ ارادہ تو مین ہوا بذریعہ خطوط اخبار اور مقدمہ بمقام جہلم کتاب سے کسی مددگار کا پتہ نہیں لگتا دکیل[1] مددگار نہیں ہوا کرتے اگر کوئی[2] ساری عمر میں تین جھوٹ بولے تو اسکو کذاب کہیں گے +

بجواب وکیل ملزمان

یوسف کو کریم بلحاظ حال کے سمجھ کر کہا گیا۔ عربی میں ظہور کے معنے مشاہدہ کے نیچے آجاتا کرم دین کا تعیین واقعات کے رو سے میں نے کہا ہے۔ متعلق عدالت میں حاضر ہونے کے جس غرض کیلئے کرم دین نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی اس سے مراد یہ ہے کہ خط اور مضمون اخبار کرم دین کا قرار دیا گیا۔

العبد نور الدین   دستخط حاکم

بجواب عدالت

جب کوئی عربی لفظ اردو میں استعمال کیا جاوے تو کبھی اُسکے معنوں میں فرق پڑے گا اور کبھی نہیں۔ ہر لفظ کی نسبت ایسا نہیں ہے میں مرزا صاحب کا مرید ہوں قریباً ۲۰ سال سے اردو قواعد والوں نے عربی کی اصلاحیں کی ہیں اور بہت کچھ عربی کے مطابق کرنیکی کوشش کی۔

العبد نور الدین   دستخط حاکم

---

[1] یہاں ایک بدیہی امر کا انکار کیا گیا ہے ساری دنیا جانتی ہے کہ وکیل مؤکل کا مددگار ہوتا ہے۔ اسبات پر کسی دلیل دینے کی ضرورت نہیں لیکن مکہ مدینہ یمن وغیرہ کے تعلیم یافتہ حکیم الامت صاحب فرماتے ہیں کہ وکیل مددگار نہیں ہوتے یہ ہے جھوٹ نمبر ۱۰۔ (تلك عشرة كاملة)

[2] حضرت بے ادبی معاف۔ جب ساری عمر میں تین دفعہ جھوٹ بولنے والا کذاب ہوتا ہے تو آپ نے صرف ایک روز میں (اور شاید ایک گھنٹہ کے اندر) عشرہ کاملہ تک نمبر حاصل کئے ہیں پھر آپ کے لئے کونسا خطاب تجویز کیا جائے۔ جو کذاب سے کچھ زیادہ فضیلت رکھتا ہو۔ اور ابھی آپ کے پہلے بیان حلفی کے نمبر شمار میں نہیں آئے۔ اُن کی گنتی انشاء اللہ تعالیٰ اس فہرست اکاذیب میں آئے گی جو آخیر میں درج ہوگی۔

اب ہم مولویصاحب کا وہ حلفی بیان بھی درج کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جو آپنے بمقدمہ ۱۷۱ تعزیرات ہند بحیثیت گواہ استغاثہ عدالت میں دیا۔

نقل بیان مولوی نورالدین صاحب گواہ استغاثہ مقدمہ ۱۷۱ تعزیرات ہند

مرجوعہ فیصلہ نمبر بستہ نمبر مقدمہ

۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء متدائرہ ۵۱/۲

حکیم فضل دین ولد کرم دین سکنہ موضع قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مستغیث۔

بیان گواہ استغاثہ باقرار صالح :- نورالدین ولد غلام رسول قوم قریشی سکنہ قادیان عمر ۶۰ سال پیشہ طبابت قریباً بارہ سال سے میں قادیان میں مقیم ہوں اس سے پہلے میں بھیرہ ضلع شاہپور میں تھا وہاں میرا اصلی وطن تھا پہلے میں جموں میں ملازم تھا خاندان شاہی کا طبیب تھا پندرہ سال میں طبیب شاہی رہا تخمیناً ہزار روپیہ ماہوار میری آمدنی تھی تنخواہ سرکاری ۵۷۵ روپیہ تھی اس سے پہلے ریاست بھوپال میں ملازم تھا وہاں بھی خاص بیگم صاحب کا طبیب تھا جب سے میں قادیان میں رہتا ہوں بہت سی ریاستوں نے مجھ کو ملازمت کے لئے کہا منجملہ ان کے بہاولپور کی ریاست ہے وہ مجھکو بطور تنخواہ کے ۵۰۰ روپیہ ماہوار اور بہت سی زمین دینا چاہتی تھی مینے منظور نہیں کیا صرف اسوجہ سے کہ میں مرزا صاحب کے پاس رہتا چاہتا تھا۔ ملزم کرمدین سے میں واقف ہوں اُن دنوں جب میں جموں میں تھا اور الگ ہونیوالا تھا کرم دین ملزم میرے پاس تشریف لائے تھے میرے پاس کچھ دن رہے طبابت بڑھنے کیواسطے یاد پڑتا ہے آئے تھے جب میں قادیان میں آیا تو گاہے گاہے وہ مجھکو خط لکھا کرتے تھے میں خطوط کی جو ان کی طرف سے آئے تعداد نہیں بتا سکتا۔ انکی طرف سے جو خطوط آتے تھے بمقابلہ اپنے خطوط کے جو میں اُنکو لکھتا تھا لمبے ہوتے تھے یہ اخبار میں نے دیکھا الحکم ہے یہ اخبار قادیان سے نکلتا ہے جو کچھ اس اخبار میں میری نسبت لکھا ہے وہ بہت صحیح ہے۔ (یہ اخبار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء ہے) میں کرم دین کے دستخط پہچان سکتا ہوں۔ پی نمبر ۴ مولوی کرم دین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے پی نمبر ۹ پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ پی نمبر ۱۳ کا معہ لفافہ مولوی کرم دین کے دستخطی ہیں پی نمبر ۱۴ کا بھی مولوی کرم دین کے دستخطی ہے پی نمبر ۴ اور پی نمبر ۱۴ ایک ہی ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں جو ایک خط موضع بھین سے قادیان میں آیا ہوا ہے مجلس میں پڑھا گیا یہ مولوی کرمدین کیطرف سے تھا۔ مولوی عبدالکریم نے پڑھا تھا۔ مینے اسوقت خط کو نہیں دیکھا اُس خط کا مضمون جو پڑھا گیا تھا یہی ہے جو پی نمبر ۴ میں ہے اور جسکو میں نے اب پڑھا ہے اس خط کے مضمون پر عملدرآمد ہوا اس خط کو یقینی سمجھا گیا۔ اسوقت [1] مرزا صاحب نے کہا کہ کسیکو جانا چاہیئے۔ تب حکیم

[1] حکیم نورالدین صاحب معہ اپنے بھائی بھیروی مستغیث کے تو متفق ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریک اور حکم سے حکیم فضل دین بھین کو گئے جیسا کہ مستغیث کا ہی بیان ہے اسوقت مرزا صاحب نے کہا کہ انکے مریدوں میں سے کوئی ایسا ہے جو مولوی کرمدین کے پاس جائے مرزا صاحب کی اس خواہش کی تعمیل میں مینے اپنی خدمات پیش کیں اور بطور خفیہ سطر ۱۵ لیکن مرزا جی اپنے بیان مورخہ ۱۹ اگست میں اسکے برخلاف یوں لکھایا ہے کہ اس خط کے مضمون کی تصدیق کیواسطے مینے کوئی آدمی نہیں بھیجا مگر مشورہ کے طور پر مجھ سے حکیم فضل دین نے کہا کہ اس کارروائی میں میرا فائدہ ہے مینے انکو کہا کہ آپکا اختیار ہے کہ آپ جائیں"۔ فرمائیے ہر سہ اصحاب میں سے کسکا قول سچا

فضل دین ایک ہمارے بھائی ہیں جو مقدمہ میں مستغیث ہے۔ انہوں نے کہا اس خدمت کو میں اپنے ذمے لیتا ہوں پھر وہ چلے گئے اس سے پہلے حکیم فضل دین کا ارادہ قادیان کو چھوڑنے کا نہیں تھا جس طرح سے میں اپنا رہنا وہاں ضروری سمجھتا ہوں اس طرح سے اسکا رہنا وہاں ضروری ہے حکیم فضل دین قادیان میں مستقل رہتے ہیں مطبع ضیاء الاسلام کا مالک حکیم فضل دین ہے۔ جہاں تک مجھکو معلوم ہے اس مطبع کے نفع نقصان سے اور کسیکو کچھ تعلق نہیں ہے۔ ایک کتاب نزول المسیح اس مطبع میں چھپی تھی کن ایام میں چھپی تھی معلوم نہیں ہے۔

سرقہ[1] تصنیف میں اسکو کہتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کا کلام جو وہ مشہور نہ ہو اور اسکا کلام بھی مشہور نہ ہو ایسی جماعت میں پیش کیا جاوے جو اس پیش کرنیوالے کی نسبت خیال کر سکیں کہ اسی متکلم کا کلام ہے اُسنے کسی اور سے نہیں لیا۔ لیکن جب کوئی کلام اس متکلم کے سوا کسی اور شخص کا کلام مشہور ہو۔ اور وہ متکلم بھی مشہور ہو تو پھر اس کلام کو اپنی کلام کے اندر لانا سرقہ نہیں ہو سکتا۔ متکلم کا ذکر کرنا خوبی نہیں ہوتا ہے۔ ملزم کے مضمون مندرجہ سراج الاخبار مورخہ ۶ اکتوبر میں جو فقرات عربی اور فارسی کے درج کئے گئے ہیں انکو سرقہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ فقرے مشہور ہیں اور ان کے متکلم مشہور ہیں میں نے سیف چشتیائی پی ا ز م ۵ اور اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے نوٹوں کا مقابلہ کیا۔ ان نوٹوں کی نقل سیف چشتیائی میں قریباً برابر ہے سیف چشتیائی کے چھپنے سے پہلے وہ مضمون جو نوٹوں میں ہے میں نے قطعاً کہیں نہیں دیکھا۔

سوال اعجاز المسیح کے نوٹ اگر سیف چشتیائی کے مصنف کے نہوں اور یہ فرض کیا جاوے کہ انکے لکھنے والا مصنف چشتیائی نہیں ہے تو یہ سرقہ ہے کہ اقتباس۔ **جواب** سرقہ ہے کیونکہ وہ کلام مشہور نہیں ہے **جرح** میں نے اپنے وطن کی سکونت بالکل ترک کر دی ہے اور فضل دین صاحب نے بھی جو مستغیث ہیں ترک کر دی ہے میں نے اپنی مذہبی اصلاح کیلئے بہت ضرورت سمجھی کہ یہاں قادیان میں رہوں وطن میں وہ اصلاح نہیں ہو سکتی تھی جو یہاں ہو سکتی تھی اور ہو رہی ہے

سوال وکیل ملزم یہاں کیا اصلاح ہوتی ہے۔ وکیل مستغیث اعتراض کرتے ہیں۔

فیصلہ یہ سوال بہت مبہم ہے اور اسکا جواب طول طویل بحث ہوگا اسلئے نامنظور۔ دنیا کے رشتہ داروں سے میں مرزا صاحب کو بڑھکر سمجھتا ہوں مرزا صاحب کے پاس دو دفعہ میں حاضر ہوتا ہوں انکے ساتھ چار نمازوں میں بھی شریک ہوتا ہوں ان میں سے دو دفعہ زیادہ حاضر ہونیکا موقعہ ملتا ہے ان دو وقتوں میں میں اسکو بھی وہاں دیکھتا ہوں میری شادی ثانی میں مرزا صاحب شریک[2] تھے مجھکو اسبات کا پورا علم نہیں ہے کہ مرزا صاحب نے تحریک کر کے یہ شادی کرائی تھی مرزا صاحب

---

[1] مولانا آپکی لیاقت و فضیلت کی تو ایک دنیا قائل تھی لیکن سرقہ کی یہ زالی تعریف کر کے آپنے ہمیں سخت غیر معتقد کر دیا ہم نے تو بیان و معانی کی ساری کتابیں چھان ماریں آپکی یہ تعریف اور شہرت و عدم شہرت کی قیود کہیں نہیں ملتیں آپنے مطول اکبر مرشدی کا نام لیا تھا سو مطول میں تو یہ تعریف ہرگز نہیں مرشدی کی سمجھ نہیں آئی کہ اسکا معنے آپکے مرشد مرزا صاحب مراد ہیں یا کسی کتاب کا نام ہے مگر کوئی کتاب معانی کی دنیا میں نہیں ہے لاٹا پر فرض ہے کہ مرشدی اور اکبر اگر کوئی کتابیں ہیں اور ان میں سرقہ کی یہ من گھڑت تعریف ہے۔ تو دکھائیں اور اپنے ذمہ سے یہ غلط بیانی کا دھبہ اٹھائیں۔ [2] شرکت کا معنی سمجھ میں نہیں آیا ذرا تشریح فرما دیجئے گا۔ ۱۲

کا مرید ہوں اور مستغیث بھی ان کا مرید ہے۔ میں مرزا صاحب کے احکام کی تعمیل خدائی حکموں اور محمد رسول اللہ کے حکموں اور اپنی جسمانی[۱]
سخت ضرورتوں کی ماتحت پسند کرتا ہوں اگر ماتحت نہ ہو تو تعمیل ضروری نہیں سمجھتا ہوں[۲] مرزا صاحب نے مجھ کو کوئی خطاب عطا
نہیں کیا ہے حکیم امت میرا خطاب نہیں ہے مرزا صاحب کو جو لوگ برا کہتے ہیں انکو میں اچھا نہیں سمجھتا میں ایسے مسلمان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔
سلام علیک[۳] کو ان سے کرتا ہوں ایسے شخص کا جنازہ جو مرزا صاحب کو برا کہتا ہے میں مرزا صاحب کی ہدایت کے مطابق نہیں پڑھوں
گا یعنی اگر مرزا صاحب فرماوینگے تو پڑھونگا ورنہ نہیں پڑھونگا مرزا صاحب کے الہام اور پیشگوئیوں کو میں سچا سمجھتا ہوں اور ان کو
یعنی الہام اور پیشگوئیوں کو منجانب اللہ سمجھتا ہوں میں شام کیوقت اور ظہر کیوقت ضرور مرزا صاحب کے پاس جاتا ہوں خطوں کا
قاعدہ یہ ہے خط کئی قسم کے آتے ہیں بعض خطوں کا جواب مرزا صاحب گھر کے اندر دیتے ہیں اور ہمیں اسکی اطلاع کبھی نہیں
ہوتی اکثر خطوط مولوی عبد الکریم کے سپرد کرتے ہیں جنکو پڑھنے کا میں عادی نہیں ہوں جو خط مرزا صاحب کے نام خطوط ہوتے ہیں سب
انکو ملتے ہیں بعض خطوط بغیر پڑھنے کے اور بعض پڑھکر مولوی عبد الکریم کے سپرد کرتے ہیں وہ جواب لکھتے ہیں انکی اطلاع
مجھکو نہیں ہوتی بعض بعض خطوط کا مجلس میں ذکر آتا ہے جو ذکر مرزا صاحب یا مولوی عبد الکریم کرتے ہیں بعض وقت
زبانی ذکر ہوتا ہے اور بعض وقت خط بھی پڑھا جاتا ہے یہ خط اکثر ظہر کیوقت پڑھے جاتے ہیں بعض خطوط کا تذکرہ شام
کو بھی آتا ہے قادیان میں میں دو کام کرتا ہوں ایک طبابت کا کام دوسرا درس تدریس میری طبابت کی فیس سالانہ
پانچ چھ سو روپیہ کے قریب ہوتی ہے یہ سال گذشتہ کی آمدنی بتائی ہے محرم سے لیکر محرم ایک سال سمجھتا ہوں مدرسہ کا
کام مرزا صاحب نے میرے ذمہ نہیں ڈالا ہوا۔ مدرسہ[۴] کے چندہ کا کام جب سے مدرسہ ہوا ہے کبھی میرے سپرد نہیں ہوا۔ چندہ
میرے نام کبھی نہیں آتا۔ ایک شخص محمد رضوی کبھی کبھی میری معرفت چندہ بھیجتا ہے مرزا صاحب[۵] کو جو چندے آتے ہیں انکا مجھ کو

---

[۱] پھر مرزاجی کا وہ قول درست نکلا جو ازالہ اوہام فتح اسلام وغیرہ میں آپکی نسبت درج فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا مال جان عزت مرزا صاحب پر قربان کردی ہوئی ہے جسمانی ضروریات کو آپنے اپنے رسول (مرزاجی) کے احکام پر مقدم رکھا تو پھر آپ کا ایمان اُن سے صدیقی اور فاروقی ایمان کے رتبہ کو تو نہ پہنچا۔ [۲] پھر آئینہ کمالات میں جلی قلم سے فاروق اور ایسا ہی ازالہ اوہام میں لکھنا محض غلط ہوا۔ اور حکیم الامت کی قید تو الحکم کے ہر پرچہ میں لگی ہوئی ہوتی ہے۔ [۳] سلام علیک کر نہیں آپ مرزاجی کے نافرمان ہیں ان کا تو حکم ہے کہ غیر احمدیوں سے نہ سلام دو نہ لو۔ دیکھو الحکم
[۴] ناظرین مولویصاحب کا یہ بیان بغور پڑھیں اور پھر بیان مرزا صاحب متعلقہ عذرداری انکم ٹیکس مندرجہ صفحہ ۴ سطر ۱۱ لغایت ۱۵ بھی پڑھیں جسمیں مرزاجی مدرسہ کی آمدنی کی نسبت لکھاتے ہیں میں نے انتظام اس کا کام مولوی نوردین کے سپرد کر رکھا ہے وہی حساب کتاب رکھتے ہیں اور بذریعہ اشتہار چندہ دہندگان کو اطلاع دیگئی ہے کہ اسکا روپیہ براہ راست مولوی نوردین کے نام ارسال کریں وہ آمدنی براہ راست مولوی نور الدین صاحب کے سپرد ہو کر ان کو پہنچتی ہے اس آمدنی اور مدرسہ کا خرچ کا حساب کتاب ان کے پاس ہے وہ حساب کتاب باضابطہ ہے اور یہاں مولانا فرماتے ہیں: کہ مدرسہ کا کام مرزا صاحب نے میرے ذمہ نہیں ڈالا ہوا۔ مدرسہ کا کام جب سے مدرسہ ہوا ہے میرے سپرد نہیں ہوا۔ چندہ میرے نام نہیں آتا۔ کوئی صورت تطبیق کی ہوسکتی ہے۔ تو کیجئے
[۵] بے شک آپکو علم نہ ہوگا۔ لیکن مولانا آپنے اپنے بیان متعلقہ عذرداری انکم ٹیکس میں تو چندوں کی نسبت اپنا پورا علم لکھایا ہے۔ اور پانچ مدوں کا تذکرہ کر کے اقسام چندہ کی تفصیل بھی بتائی ہے۔ اور یہاں بالکل بے علمی کیا وہ بات تو نہیں لکیلا یعلم بعد علم شیئا۔ ناظرین مولویصاحب کا بیان مندرجہ صفحہ ۵ و ۶ ملاحظہ فرما کر داد دیں۔ کہ مولوی صاحب کی کونسی بات سچی ہے۔

کچھ علم نہیں ہے خط جو مجلس میں پڑھے جاتے اُن کے مطالب بعض یاد رہ سکتے ہیں اور رہ جاتے ہیں وہ اُن آدمیوں کے نام
بھی یاد رہجاتے ہیں مجھکو اس طرح سے کوئی خط یاد نہیں ہے کہ اُس دن جسدن کرم الدین کا خط مجلس میں پڑھا گیا ہو اس سے آٹھ
دن پہلے یا آٹھ دن بعد ایسے خطوط تاریخوں کیساتھ کسی شخص کا خط مجلس میں پڑھا گیا ہو میں جنوری ۱۹۰۳ء یا فروری ۱۹۰۳ء
میں جو خط مجلس میں پڑھے گئے اُنکے مضمون ان تاریخوں کے ساتھ قید لگا کر نہیں بتا سکتا اپریل اور مئی گذشتہ میں ہمارے
دوست عبدالرحمان کا خط آیا اور مجلس میں اُسکا ذکر کیا گیا اپریل میں آیا یا مئی میں آیا یہ نہیں کہہ سکتا ایک خط ولایت کا ان ہی
گذشتہ مہینوں میں ڈاکٹر اسمٰعیل ادمان کے خسر کی بیماری کے متعلق آئے تھے اور مجلس میں انکا ذکر آیا تھا کل خط کتنے آئے
تھے مجھکو یاد نہیں ہے جو لڑکے میرے پاس جمعوں میں پڑھتے آتے ہیں ان میں سے بہتوں کے نام یاد ہیں اور بہتوں کے یاد نہیں ہیں
جو ہمیشہ میرے پاس رہتے تھے آٹھ دس لڑکے تھے کبھی کوئی چلا بھی جاتا تھا اور کبھی نیا آ بھی جاتا تھا آٹھ دس تھے
جو ہمارے یہاں پرورش پاتے تھے باقی بھی میرے یہاں کھانا کھاتے ایسے پانچ چار طالب علم رہتے تھے ان دنوں کے طالب علموں
کے نام سوقت مجھکو یاد نہیں ہیں جو سوقت جب کرم دین میرے پاس لے آئے میرے پاس تھے یہ بھی یاد نہیں کہ وہ کتنی مدت میرے
پاس پڑھتے رہے کرم دین نے کوئی کتاب شروع نہیں کی تھی مہینے سے کم کرم دین میرے پاس بیٹھے تھے کچھ دن وہ میرے
تھے جنکی تعداد مجھکو یاد نہیں ہے میرے سامنے کرم دین نے کبھی کچھ نہیں لکھا تھا۔ اس کے بعد کرم دین پھر مجھکو کبھی نہیں ملا مجھکو تاریخ
یاد نہیں کہ آخری خط کرم دین کا میرے پاس کب آیا یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کتنی مدت ہوئی کہ اُنکا آخری خط آیا مجھکو کرم دین
کے خطوط کی تعداد یاد نہیں ہے جو میرے پاس آئے ہیں اُن طالبعلموں میں سے جو میرے پاس پڑھتے بعضوں کے خط میرے پاس آتے
غلام محمد جو گلگت میں رہتا ہے اور ایک غلام محمد جو پشاور میں رہتا ہے ان دو کا مجھکو یقین ہے کہ ان کے خطوط میرے پاس
اب تک آتے ہیں اور کسی کا یاد نہیں ہے جو مریضوں کے خط بھی میرے پاس آویں اور انکو نسخے بھیجوں انکے نام بھی یاد نہیں رکھتا کیونکہ
ضروری نہیں سمجھتا اگر چاہوں تو یاد رکھ سکتا ہوں بہت سے ایسے آدمی ہیں جن کے خط میرے پاس آئے ہوں اور بعد میں
سلسلہ بند کیا گیا ہو تو پھر اگر اُنکا لکھا ہوا میرے سامنے آوے تو میں اسکو اچھی طرح پہچان لیتا ہوں اور پہچان سکتا ہوں
سوال جو خط آپکے پاس آتے ہیں اُنکی دوائر سکلیں کششیں وغیرہ اپنے دماغ میں جما لیتے ہو۔ **جواب** قرائن مجموعی ہیئت
اور مضامین مجمل طور پر میرے دماغ میں جم جاتی ہے جنکو مکرر دیکھنے سے میں یقین کرتا ہوں کہ اس پہلے آدمی کا خط ہے سطروں
کلمات کی بندش عبارت کا طرز اور حروف کی صفائی یا اُنکا بالکل بدخط ہونا یا خوشخط ہونا ذہن میں رہجاتے ہیں بعض بعض
آدمیوں کے دوائر اور کششیں بھی یاد رہجاتی ہیں اور بعض کے نہیں رہتے جسکے ساتھ کوئی خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے ان کے
یاد رہجاتے ہیں خطوں کے ملانیکا مجھکو موقعہ ہوا ہے چند میرے دوستوں نے میری طرز پر لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن
میں ان کے خطوں کو تمیز کر سکتا ہوں خطوں کی پہچان کے لئے ایکدفعہ میں سیالکوٹ میں مبصر کے طور پر ایک سیشن جج کے
روبرو بلایا گیا تھا بخشی رام لبھایا مدعی تھا اور وکٹوریہ پیپر کا ایڈیٹر مدعا علیہ تھا کئی ہزار روپیہ کا مقدمہ تھا یاد نہیں کئی سال

ہوئے۔ نتیجہ اسکا وہی ہوا جو مینے بتایا تھا۔ جن خطوں کا اس مقدمہ میں مقابلہ کرنا تھا مینے دیکھے ہوئے تھے کیونکہ ان لوگوں کے
خط میرے پاس آتے جاتے تھے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ میرے سامنے ہی لکھتے جو طالب علم میرے پاس پڑھتے تھے انکے خطوں کی
مجموعی ہیئت بھی یاد ہے سامنے آجاوے تو پہچان لوں گو ان کا نام بھی نہ لکھا ہوا ہووے تو بھی پہچان لوں بعض کو پہچان لوں
خط اے نمبر ۲[۱] کی حیثیت مجموعی کو میں نے دیکھا مینے پہچانا نہیں کہ کسکا ہے اس خط کے نیچے میری دستخطی کچھ لکھا ہوا ہے اعجاز المسیح
پی نمبر ۹ کے صفحہ ۱ کے حاشیہ پر جو تحریر ہے میں نہیں پہچان سکتا کہ کسکا ہے پی نمبر ۳[۲] سے پی نمبر ۱۰ تک میں نے پہلے نہیں دیکھے
اخیر کے تین خط پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ اور پی نمبر ۱۳ دیکھے تھے پی نمبر ۱۴ اور پی نمبر ۱۵ میں نے پہلے عدالت میں نہیں دیکھے ہیں میں نے
پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ اور پی نمبر ۱۳ کا میلان خط کیا ہے انکے مضمون کی بندش کلموں کی پیوستگی اور طرز ادائے مطلب دیکھ لیا ہے
اور یہ تینوں خط ایک کے ہی معلوم ہوتے ہیں ہر ایک شخص کیلئے کلموں کی پیوستگی علی العموم مخصوص ہوتی ہے بعض ملجاتے
یعنی بعضے خط ملجاتے ہیں ای نمبر ۸[۳] اور ای نمبر ۹ دونوں کارڈ شاید مولوی عبد الکریم کے ہوں جو قادیان میں رہتا ہے کیوں کہ
مجھکو انکے خط کی ہیئت مجموعی سے خیال آتا ہے کہ یہ کارڈ انکے ہوں مجھے ان کے بہت دفعہ خط دیکھنے کا موقعہ ملا ہے
انکے خط کی ہیئت مجموعی سے مجھے آگاہی ہے ای نمبر ۱۰ کارڈ یقیناً مولوی فضلدین مستغیث کا ہے ای نمبر ۱۱ مولوی فضلدین
کا معلوم ہوتا ہے مگر میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا ای نمبر ۸ ای نمبر ۹ ای نمبر ۱۰ ای نمبر ۱۱ ان چاروں کارڈ کے صرف پتے دکھائے گئے ہیں
نزول المسیح ای نمبر ۱ پیش کردہ ملزم اور نزول المسیح پیش کردہ مستغیث ان دونوں کا خط ایک ہے ٹائیٹل پیج سے بظاہر ایک
معلوم ہوتا ہے۔ مگر صفحہ ۸۰ دونوں کا جو مینے مقابلہ کیا وہ ایک معلوم نہیں ہوتا۔ نیز اس صفحہ پر ایک ہی فٹ نوٹ دیا
ہوا ہے اور دوسرے میں نہیں ہے دونوں کاپیوں کا کاتب صفحہ ۸۱ میں ایک ہی معلوم ہوتا ہے صفحہ ۸۰ اور ۹۰ کے کاتب
دونوں کاپیوں کے الگ الگ ہیں اب وقت تنگ ہوگیا ہے خزانہ کے کام کا وقت ہے کل پیش ہووے بہ ۲-۶-۱۹۰۳ دستخط حاکم
اگر کوئی کتاب پہلے تھوڑی تعداد میں چھپانی منظور ہووے اور چھپنی شروع ہوجاوے اور پھر زیادہ تعداد کی چھپانی منظور
ہو تو میں نہیں کہہ سکتا کہ کاتبوں اور حرفوں میں فرق پڑ جاویگا یا نہیں قادیان میں میرے خیال میں شاید تین چار مطبع ہیں
سوائے ضیاء الاسلام کے ایک الحکم کا مطبع ہے جسکا نام انوار احمدیہ ہے البدر کا اپنا مطبع ہے جسکا نام یاد نہیں ہے
اور ایک شیخ نور احمد کا مطبع ہے جسکا نام بھی مجکو معلوم نہیں سب سے پہلے ضیاء الاسلام جاری ہوا ان کے جاری

[۱] اے نمبر ۲ ایک چٹھی ہے بجانب مولوی نورالدین صاحب بنام مولوی کرم الدین۔ [۲] مولوی صاحب پہلے اپنے بیان میں لکھا چکے ہیں کہ
پی نمبر ۳ سے ۱۴ تک سب دستخطی مولوی کرم الدین صاحب سوائے پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ پی نمبر ۱۳ باقی کے دیکھنے سے بھی انکار فرماتے ہیں ان ھذا
لشیء عجاب ۱۲ [۳] اے نمبر ۸ ایک کارڈ ہے بجانب قاضی فضل احمد صاحب اڈیٹر اخبار چودھویں صدی بنام مولوی کرم الدین
اور ای نمبر ۹ ایک کارڈ ہے بجانب خادم حسین بنام مولوی کرم الدین۔ [۴] ای نمبر ۱ ایک کارڈ ہے جسکے نیچے خاکسار نورالدین لکھا
ہے۔ بنام مولوی کرم الدین اور ای نمبر ۱۱ خادم حسین کا لکھا ہوا ہے بنام مولوی کرم الدین۔

ہونیکی ترتیب مجھکو معلوم نہیں کیونکہ ایسی باتوں سے مجھکو دلچسپی نہیں ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ الحکم کا مطبع الحکم کیساتھ جاری ہوا کہ کب۔ البدر کا مطبع البدر کے بعد جاری ہوا مرزا صاحب کو کام کی جب کثرت ہوتی ہے تو شیخ نور احمد کو تلاش کرتے ہیں اسواسطے اس نے ایک کل چھاپہ کی رکھ چھوڑی ہے۔ حضرت صاحب اسکو کئی دفعہ بلاتے تھے حضرت صاحب کی کتابیں مستغیث حکیم فضلدین کے مطبع میں چھپتی ہیں۔ اور اُنکے اشتہار بھی حکیم فضلدین کے مطبع میں چھپتے ہیں مجھکو علم نہیں ہے کہ اُجرت کے بارہ میں اُنکا آپسمیں کیا معاملہ ہے۔ حضرت صاحب کا[۱] اپنا مطبع کوئی نہیں ہے جموں میں جتنی دیر میں رہا اسکی سند یا تحریر میرے پاس کوئی نہیں ہے جموں کے حاکم اعلےٰ کا حکم میرے پاس پہنچا تھا کہ ریاست سے چلے جاویں مستغیث قادیان سے جکوال کیطرف گیا معلوم نہیں کتنے دن بعد واپس آیا جو باتیں عام جماعت مرزا صاحب کے متعلق ہوتی ہیں اُن کا ذکر زیادہ تر مغرب اور عشا کے درمیان ہوتا ہے۔ اور کچھ ظہر کی نماز کیوقت مستغیث نے واپسی پر حضرت صاحب سے اپنی واپسی کا تذکرہ کسوقت کیا۔ مجکو معلوم نہیں۔ پہلا خط جب پڑھا گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے بلکہ دو دفعہ اسکا ذکر آیا۔ ظہر اور مغرب کیوقت جب بہت سے آدمیوں نے اس خط کی بابت اُٹھے تو مینے بھی توجہ کی اسوقت ۷۰--۸۰--۹۰ کے درمیان تعداد حاضرین کی ہوگی۔ خط کا ذکر پہلی دفعہ ظہر کے وقت ہوا جب پہلی دفعہ میں نے سنا خبر نہیں ہے کہ حکیم صاحب کے جانے کا اوّل دفعہ ذکر ظہر کیوقت آیا یا مغرب کے پھر کہا اوّل دفعہ اُنکے جانیکا ذکر ظہر کیوقت ہوا تھا پھر مغرب اور عشا کے درمیان۔ حکیم صاحب کے جانیکا حکم حضرت صاحب نے کسوقت دیا۔ یہ مجکو اس وقت یاد نہیں حکیم صاحب جو کچھ وہاں سے لائے عدالت میں آنے سے پہلے چھوٹی مسجد میں ظہر کیوقت دیکھا مینے منگوا کر الگ دیکھے تھے اعجاز المسیح کو مینے اسوقت دیکھا تھا اور کچھ نہیں دیکھا تھا۔ الحکم کو جو میرے مضمون کے متعلق ہو یا اُس مضمون کو جو مرزا صاحب نے فرمایا ہو اور میں اسوقت موجود نہ ہوں تو میں اس مضمون کو پڑھ لیتا ہوں سارا اخبار پڑھنے کی مجکو عادت نہیں ہے، ۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء کا الحکم مینے پڑھا تھا کہ نہیں مجکو یاد نہیں جمعہ کے مضمون کی کاپیاں الحکم دکھلا لیتا تھا چھپنے سے پہلے جو لفظ الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء میں حکیم الامت کا لفظ جو میری نسبت لکھا ہوا ہے میں نے نہیں کاٹا یہ خطاب مرزا صاحب کا دیا ہوا نہیں ہے ۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء کے سراج الاخبار میں جو مضمون کرم دین کا چھپا ہے مجھکو یاد نہیں ہے کہ مرزا صاحب کی مجلس میں پڑھا گیا کہ نہیں حضرت کی مجلس میں اس مضمون کا ذکر آیا اور آپنے فرمایا تھا کہ مجھے افسوس ہے کہ یہ لوگ تقویٰ سے کام نہیں لیتے جو مضمون الحکم میں مرزا صاحب کے موافق یا مخالف ہو اُسکے پڑھنے کا میں عادی نہیں ہوں۔ اور نہ اسکی ضرورت سمجھتا ہوں جو نوٹس کرم دین نے مرزا صاحب کو اگر دیا ہو اُسکا

[۱] حضرت صاحب اپنے بیان متعلقہ انکم ٹیکس میں مطبع کی آمدنی و خرچ کا حساب بالتفصیل لکھا چکے ہیں۔ اور ملازمان پریس کی فہرست معہ تنخواہ وغیرہ کے مفصل لکھا چکے ہیں اور باوجود اسکے بقول حکیم الامت حضرت صاحب خود بدولت مالک مطبع ہی نہیں ہیں پھر رولیہ استفنیا وغیرہ کا ذکر کیوں حالانکہ حکیم فضلدین کے مطبع کا تو بقول اسکے کوئی رولیہ استفنیا ہے ہی نہیں۔

ذکر میرے سامنے مجلس میں کبھی نہیں آیا۔ مجھکو یاد نہیں ہے[1] کہ جہلم کے مقدمات کا مجلس میں کبھی ذکر آیا کہ نہیں ان مقدمات کا جو اس وقت دائر ہیں مرزا صاحب کی مجلس میں میرے سامنے کبھی ذکر نہیں آیا۔ یہ مجھکو یاد نہیں ہے کہ خواجہ کمال دین کو مشورہ کے لئے بلایا ہو حکیم صاحب جب کبھی سفر میں جاتے ہیں تو مجکو کبھی خبر ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی جب وہ لکھنؤ کو سفر پر گئے تھے تو مجکو خبر نہیں تھی اور نہ وہ مجکو کہہ کر گئے جب وہ جہلم گئے تھے تو انہوں نے مجکو کہا کہ وہاں کی کوئی فرمائش ہو تو لاؤں ایک بیوی انکی قادیاں میں رہتی ہے کئی مہینے ہوئے کہ ان کی دو بیویاں یہاں تھیں۔ سال کے اندر کی بات ہے کہ انکی دو بیویان یہاں تھیں۔ معلوم نہیں ہے انکی دوسری بیوی آجکل کہاں ہے۔ سرقہ کی تعریف جو مینے کی ہے وہ مرشدی اور دیگر بیان کی کتابوں میں پائی جاتی ہے جیسے مطول اکبر مختصر معانی ایک چھوٹی کتاب ہے مگر بہت مختصر ہے جو تعریف سرقہ کی مینے سنائی تھی وہ نثر کے لئے عام طور پر ہے اور نظم میں بھی آتی ہے ہر قسم کی نثر میں بھی آتی ہے۔ مختصر معانی میں عام سرقہ کی تعریف اسجگہ نہیں لکھی جو مجکو وکیل ملزم نے دکھائی ہے اعجاز المسیح پی نمبر ۶ اور سیف چشتیائی پی نمبر ۵ کا آپسمیں مقابلہ کیا۔ یعنی پی نمبر ۶ کے ۸۷ صفحہ تک اور پی نمبر ۵ کے صفحہ ۷۰ سے صفحہ ۸۰ تک اکثر مقام بعینہ ہیں یعنی جیسے سیف چشتیائی میں ویسے ہی اعجاز المسیح میں کہیں کہیں تھوڑی سی عبارت سیف چشتیائی میں زیادہ ہے اور کہیں کہیں اعجاز المسیح کے حاشیوں میں زیادہ ہے یعنی کہیں کہیں بہت خفیف کم وبیشی ہے لفظوں کی کم وبیشی ہے وہ بھی بہت کم اعجاز المسیح کے صفحہ ایک کے نوٹ سیف چشتیائی میں نہیں ہیں۔

سوال سیف چشتیائی پی نمبر ۵ کے صفحہ ۷۳ سے صفحہ ۷۶ کے اخیر تک جو عبارت ہے وہ اعجاز المسیح کے نوٹوں میں کہیں ہے؟ **جواب** یہ عبارت[2] اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے حاشیہ پر نہیں ہے۔ **سوال** نزول المسیح کے صفحہ ۷۲ کے حاشیہ پر جو نوٹ ہے آٹھ سطروں کا وہ آپ پڑھکر اور نیز الحکم مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۳ پر جو نوٹ قبل از خطوط کے تیسرے کالم میں درج ہے اسکو پڑھکر بتلایئے کہ وہ دونو ایک ہیں کہ نہیں؟ **جواب** دونوں ایک ہیں نزول المسیح ابھی شائع نہیں ہوئی اور الحکم شائع ہو چکی ہے پس جس جماعت میں نزول المسیح جائیگی جس میں الحکم پہلے خوب طرح شہرت پا چکی ہے اسلئے سرقہ نہیں ہے۔ **سوال** شہور اور شہرت سے آپکی کیا مراد ہے؟ **جواب** قرآن کا کوئی کلمہ اُن لوگوں کے سامنے جو قرآن جانتے اور حدیث کا کوئی فقرہ جو حدیث جانتے ہیں شعراء کا کلام ان لوگوں میں جو اس قسم کے اشعار کو پڑھتے ہیں اور ادیب لوگوں کے فقرے اور کسی زبان کی ضرب المثلیں اُن لوگوں میں جو اس زبان کی ضرب المثلوں اور کلمات کے واقف ہوں اور اسیطرح کسی حکیم کا فقرہ اُن لوگوں میں جو حکماء کے فقروں سے آگاہ ہوں بلا اس کے کہ مصنف کا نام بھی وہ مشہور

---

[1] کا ہیکو ذکر ہوتا تھا جہلم کے مقدمات کونسی اتنی بڑی بات تھی۔ لیکن حضرت مسیح کے سر پر تو اسوقت قیامت برپا تھی اور دن رات ایک ہو گئے تھے جیسا کہ مواہب الرحمان میں لکھا ہے یجعل نہارنا اغسی من لیلۃ داجیۃ الظلم اور ہر حواری ہیں کہ انکو خبر تک بھی نہیں۔ اچھا یوں ہی سہی ۱۲

[2] پھر تو مضمون بلکہ ورقوں کا فرق نکل آیا۔ آپ تو لفظوں کی کم وبیشی اور وہ بھی بہت کم فرماتے تھے ۱۲

ہوتا ہے اسی طرح سے کوئی کلام جب کسی قوم میں شہرت پا جائے وہ کلام سہو کہلاتا ہے۔ ایک فقرہ کی نسبت دو نقطہ
چینوں کو یا شارحین کو ممکن ہے کہ توارد ہو جائے۔ اعجاز المسیح کو میں معجزہ مانتا ہوں علی العموم مرزا صاحب کا کلام ہے کہیں
کہیں فقرہ خاص کوئی الہام کا بھی ہوگا۔ جو شرائط مرزا صاحب نے معجزہ کیواسطے بیان کی ہوں اُن شرائط کی پابندی سے
وہ سارا کام نہیں ہو سکتا معجز نما کلام میں بھی دوسرے مصنفوں کی عبارات اور فقرات داخل ہو جاتے ہیں جرح
ختم ہوئی ۲۵-۶-۱۹۰۳ء دستخط حاکم

گواہ نے کل اظہار پڑھکر ہر ایک صفحہ پر انبی العہد کی اور صفحہ ۵۵ اور صفحہ ۵۶ پر پنسل کے نوٹ کر دیئے اور ریڈر
کے سامنے نوٹ کئے گئے جنکے مواجہہ میں گواہ نے اظہار پڑھا۔ (دستخط حاکم)

الحاصل شہادت گواہان صفائی ملزمان ختم ہونے پر عدالت نے حکم دیا کہ ۲۰ ستمبر کو بحث سنی جائیگی چنانچہ
۲۰ کو ۱۰ بجے سے خواجہ کمال الدین صاحب وکیل ملزمان نے بحث شروع اور ۴ بجے کو ختم کی۔ مرزائی جماعت خواجہ
صاحب کی تقریر پر فدا ہو رہے تھے اور ان کے ہر ایک فقرہ پر جھوم جھوم کر واہ واہ اور سبحان اللہ سبحان اللہ کی آواز
انکے منہ سے نکلتی تھی گو اونچی آواز نکالنے سے رعب حاکم مانع تھا۔ ۲۱ کو ۱۰ بجے صبح سے شروع کر کے ایک بجے
تک مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث نے نہایت قابلیت سے واقعات کی بحث کی عدالت نے مولوی صاحب
کی تقریر کا فقرہ فقرہ نوٹ کر لیا۔ سامعین مستغیث کی تقریر سنکر حیران ہوئے۔ اور سب قائل ہو گئے کہ لیاقت اسی کا
نام ہے مرزائی جماعت کے بہت سے ارکان بھی بیٹھے ہوئے تقریر سُن رہے تھے جنمیں سے بعض قانون پیشہ اور
بعض عہدہ داران سول بھی تھے۔ مولوی صاحب کی تقریر سے ساری مجلس متاثر ہو رہی تھی مولوی صاحب کی تقریر
ختم ہونے پر بابو مولامل صاحب پلیڈر نے قانونی بحث تائید استغاثہ میں بہت پر زور کی عدالت نے حکم دیا کہ
یکم اکتوبر کو حکم سنایا جائیگا۔ لیکن یکم اکتوبر کو چونکہ فیصلہ مکمل نہ ہو چکا تھا۔ اس لئے عدالت نے ۸ اکتوبر حکم سنانے کیلئے مقرر کی
۸ اکتوبر کو خلق خدا دُور دُور سے آخری فیصلہ سننے کیلئے آ گئی اور شہر گورداسپور کے تمام لوگ بھی اپنی اپنی دکانیں
وغیرہ بند کر کے آ گئے صاحب مجسٹریٹ نے ایک گارد پولیس منگوائی جنہوں نے سویرے ہی کمرہ عدالت کے اردگرد
گھومنا شروع کر دیا۔ سب نے وردی پہنی ہوئی ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لی ہوئیں تھیں جنہوں نے ایک عجیب ہیبت ناک
نظارہ قائم کر دیا تھا مرزا جی معہ اپنی جماعت کے ۱۰ بجے کے قریب احاطہ عدالت میں آ پہنچے مرزا جی کی حالت قابل دید
تھی۔ بار بار پیشاب کا دورہ ہوتا۔ اور چہرہ پر مُردنی چھائی ہوئی تھی آخر ۴ بجے کے قریب فریقین کو بلایا گیا مرزا
جی کو پیش ہوتے ہی صاحب مجسٹریٹ نے حکم سنایا کہ مرزا غلام احمد ملزم پانچسو روپیہ جرمانہ ادا کرے یا چھ ماہ
قید محض بھگتے اور فضلدین ملزم دوسو روپیہ جرمانہ دے یا پانچ ماہ قید محض میں رہے ہر طرف غل مچ گیا کہ مرزا
جی سزایاب ہو گئے۔ اور ایسی نرالی سزا ملی کہ کسی الہام کی بھی تصدیق نہ ہو مرزا جی نے ایک یہ الہام بھی شائع کر رکھا

تھا کہ اٹک لانت یوسف لیکن چونکہ جرمانہ کی سزا ہوئی اس لئے مشابہت یوسفی بھی نہ ہو سکی کیا کسی نبی کو آجتک سزائے جرمانہ ہوئی ہے؟

صاحب مجسٹریٹ کا فیصلہ لکھنے سے پیشتر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مرزاجی کے اس بیان کی نقل ذیل میں درج کریں جو مقدمہ ایڈیٹر الحکم انہوں نے بحیثیت گواہ ڈیفنس لکھایا کیونکہ اس بیان کا ذکر اس فہرست میں ہونا ہے جسکا آخر میں لکھا جانیکا وعدہ ہم کر چکے ہیں لیکن اس بیان کی نقل کرنیسے پہلے مرزا صاحب کی وہ چھٹی جو انہوں نے اخبار عام میں شائع کرائی تھی نقل کیجاتی ہے کیونکہ بیان میں اس چھٹی کا حوالہ ہے یہ چھٹی پڑھنے کے قابل ہے اسکے پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزاجی محض ایک نفسانی شخص ہوا و ہوس کے بندے ہیں اور یہی چاہتے ہیں کہ ہر وقت انہی کی تعریفیں ہوتی رہیں اس چھٹی میں مرزاجی نے بہت سے ایسے جھوٹ لکھے ہیں جن کی تکذیب انکے مریدان باصفا کی تحریرات بلکہ اُن کے بیان مصدقہ عدالت سے بھی ہوتی ہے۔ اس چھٹی کے لکھنے کی ضرورت آپکو اسلئے عائد ہوئی کہ سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء کے بہرہ لوکل میں ایک مختصر مضمون حسب ذیل شائع ہوا تھا۔

۱۷ جنوری کو جہلم میں اس معرکہ کے مقدمہ کی پیشی تھی جسمیں مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی وغیرہ مستغاث علیہ تھے مرزا صاحب کی جماعت ۱۶ کو ۲ بجے کی گاڑی پر پہونچ گئے ہوئے تھی اس مقدمہ کو سننے کیلئے بے حد خلق خدا جہلم میں جمع ہو گئی تھی۔ بازاروں اور سڑکوں پر آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا مولوی محمد کرم الدین صاحب معہ اپنے معزز گواہان کے ۱۰ بجے بگھی کی سواری میں ہمراہی چوہدری غلام قادر خان سب جسٹرار جہلم و راجہ محمد خاں صاحب رئیس سنگھوئی کچہری کی طرف روانہ ہوئے خلق خدا شہر سے شروع ہو کر کچہری تک دو رویہ صف بستہ مولویصاحب موصوف کے دیدار کیلئے کھڑی ہوئی تھی سب لوگ آپکی زیارت سے مشرف ہوتے رہے اس مضمون کی نقل اخبار عام مطبوعہ ۲۷ جنوری میں شائع ہوئی۔ اور مرزاجی اس میں اپنے فریق مقابل (مولوی محمد کرم الدین صاحب) کا ذکر پڑھ کر نار حسد سے ایسے جل بھن گئے۔ کہ ایڈیٹر اخبار عام کے نام اپنی دستخطی ایک چھٹی لکھی کہ آپ نے یہ بینظیر جھوٹ شائع کیا ہے کہ جہلم میں لوگ مقدمہ سننے کیلئے جمع ہوئے تھے۔ اور کرم الدین کے دیدار کو بھی آتے تھے بلکہ یہ سب لوگ تو میرے دیکھنے کے لئے آئے تھے وغیرہ وغیرہ

اب ناظرین خیال فرمادیں کہ جو لوگ اہل اللہ ہوں وہ ایسے خواہشات نفسانیہ کے کب مغلوب ہوتے ہیں وہ تو محض بے نفس ہوتے ہیں اور دنیوی اعزاز کو وہ بمقابلہ اس سچی عزت کے جو بارگاہ الٰہی میں ان کو حاصل ہوتی ہے بالکل ہیچ سمجھتے ہیں خودستائی اور تعلّی اُن سے کبھی سرزد نہیں ہوتی۔ لیکن مرزاجی ہی وہ شخص ہیں جو چاہتے ہیں کہ دینی اور دنیوی عزتیں انہی کو حاصل ہوں اور اُن کے سامنے کسی دوسرے شخص کا نام تک لیا جائے امید ہے کہ ناظرین اس چھٹی کو غور سے پڑھکر اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ مرزاجی کو روحانیت سے مس تک نہیں اور وہ نفسانیت کے زنجیر میں سرتاپا جکڑے ہوئے ہیں

مرزاجی کی چھٹی اخبار عام میں

مقدمہ جہلم کی غلط فہمی ایڈیٹر صاحب بعد ما وجب آج آپکے پرچہ اخبار عام مورخہ ۲۷ جنوری میں وہ خبر پڑھکر جو جہلم کے اخبار کسے آپنے لکھی ہے۔ سخت افسوس ہوا۔ ہم نے آپکے اخبار کا خریدنا اس خیال سے منظور کیا تھا کہ اس میں سچائی[1] کی پابندی ہوگی مگر آج کے اخبار میں جسقدر صریح جھوٹ کو آپنے شائع کیا ہے۔ شاید دنیا میں اسکی کوئی[2] نظیر ہو یا نہ ہو اخبار نویس کا فرض ہے کہ گو بعد منقولات کچھ درج کرے تاہم جہاں تک ممکن ہو اسکی تحقیق کرے کیونکہ ہر ایک روایت قابل اعتبار[3] نہیں خاصکر اس زمانہ میں جبکہ اکثر لوگ دہریہ طبع ہو گئے ہیں ہر ایک راست پسند کا فرض ہے کہ بے تحقیق خلاف واقعہ لکھ کر اپنے اخبار کی عزت پر بٹہ نہ لگادیں اب میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ حال واقعی یہ ہے کہ کرم الدین جسکو جہلم کے خودغرض اخبار نے اسقدر اوپر چڑھا دیا ہے ایک معمولی[4] آدمی ہے نہ گورنمنٹ[5] میں اسکو کرسی ملتی ہے اور نہ قوم نے اسکو[6] اپنا امام یا سردار مانا ہوا ہے محض عام لوگوں میں سے ایک شخص ہے ہاں اپنے گاؤں میں مولوی کر کے مشہور ہے جس طرح امرتسر[7] لاہور وغیرہ میں بھی بہت سے لوگ مولوی کر کے پکارے جاتے ہیں ہر ایک مسجد کے ملّا

---

[1] آپ یوں کیوں نہیں کہتے کہ آپ کے اخبار کے خریدار ہم اسلئے بنے تھے کہ آپ ہماری نبوت و مسیحیت کی تشہیر میں مدد دیں اور آپکے اخبار کے ہر ایک کالم میں ہمارا ہی ذکر خیر ہوا کریگا لیکن آپ کے اخبار میں تو ہمارے مخالفین کا بھی ذکر ہونے لگا ہے رہی سچائی کی پابندی سو اس کے جب مسیح الزمان کو ہی کچھ غرض نہ ہو تو اخبار نویس پر کیا الزام آپکی سچائی کی قلعی اسی چٹھی سے کھلتی ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [2] جس مضمون میں آپکے مخالفین کا تذکرہ ہو وہ تو ایسا جھوٹ ہو جاتا ہے کہ اسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی لیکن جس مضمون میں آپکی مسیحیت نبوت کی بانگ دیجائے۔ اس میں تمام جہان کی صداقتیں بھر جاتی ہیں۔ [3] بس وہی روایت قابل اعتبار ہے جسکے راوی خود بدولت مرزاجی بہادر ہوں یا ان کی امت سے کوئی ہو خواہ مرشد و مریدین اس روایت میں خود ہی ایک دوسرے کی تکذیب کر رہے ہوں۔ کما سیاتی ۱۲ [4] آج کوئی جا کر حضرت جی سے پوچھے کہ کرم الدین کیسا ایک معمولی آدمی ہے جس نے حضور انور کو دو سال تک آرام نہ لینے دیا اور جس کی لیاقت و قابلیت کے آپ اور آپ کے وکلا بھی معترف ہو گئے۔ [5] فرمائیے حضرت کیا آپکو بھی گورنمنٹ سے کرسی ملتی ہے اگر ایسا ہے تو پھر آپنے اس وقت حاکم سے کیوں استدعا نہ کی جب گورداسپور میں لالہ آتمارام صاحب کے اجلاس میں دن بھر کھڑے رہنے سے آپکی ٹانگیں خشک ہو جاتی تھیں۔ [6] بیشک مولوی صاحب کو قوم اپنا پیشوا سمجھتی ہے جیسا کہ آپ کے معزز گواہان استغاثہ اس مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اور نیز ان کا عذرات سے ظاہر ہوتا ہے جو اسلامی انجمنوں کے اشتہارات شامل مسل ہوئے ہیں ہاں ایسے امام اور سردار قوم آپ ہی ہیں جن پر عرب عجم کے مسلمانوں نے فتویٰ تکفیر لگا کر دائرہ اسلام سے بھی خارج کیا ہوا ہے ایسی امامت و سرداری آپکو مبارک رہے۔ [7] امرتسر و لاہور وغیرہ میں جو لوگ مولوی کر کے پکارے جاتے ہیں (جنسے آپکی مراد آپ کے مخالف مولوی ہیں) دنیا ان کی عزت و تعظیم کرتی ہے ہاں وہ عزت جسکا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے انکو حاصل نہیں اس عزت کا تمغہ مسیح الزمان کو ہی سجتا ہے اور بس

یا واعظ کو لوگ مولوی کہہ دیا کرتے ہیں۔ مگر بقول جہلم کے اخبار کے گویا ہزارہا مخلوق کرمدین کے دیدار اور زیارت کیلئے اور مقدمہ کے تماشہ کے لئے اکٹھے ہوئے تھے یہ ایک بےنظیر جھوٹ ہے[۱] اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام لوگ جو تخمیناً تیس[۲] ہزار یا چونتیس ہزار کے قریب ہوں گے یہ سب محض میرے[۳] دیکھنے کے لئے آئے تھے جب[۴] لاہور سے آگے میرا گذر ہوا تو صدہا لوگ میرے ہر ایک سٹیشن پر جمع پائے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ جہلم کے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے چالیس[۵] ہزار کے قریب لوگ میرے راہ گذر اسٹیشنوں پر جمع ہوئے ہوں گے۔ اور پھر جہلم میں سردار ہری سنگھ صاحب کی کوٹھی میں اترا اور قریب سات سو کے میرے ساتھ میرے مخلص دوست تھے تب جہلم اور گجرات اور دوسرے اضلاع سے اسقدر مخلوق میرے دیکھنے کیلئے جمع ہوئی۔ کہ جن لوگوں نے بہت غور کر کے اندازہ لگایا وہ بیان کرتے ہیں کہ چونتیس ۳۴[۶] ہزار یا تیس ۳۰ ہزار کے قریب لوگ ہو گئے۔ جب میں کچہری جاتا تھا اور جب کوٹھی آتا تھا تو وہ لوگ ساتھ ہوتے تھے چنانچہ حکام نے اس کثرت کو دیکھ کر دس یا پندرہ کنسٹیبل اس خدمت پر مقرر کر دیئے تھے۔ کہ کوئی امر مکروہ واقع نہ ہو اور ناصر جہلم کے تحصیلدار غلام حیدر خاں اس خدمت میں سرگرم ہے اور دیوی سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر

۱؎ جو کچھ اخبار جہلم نے لکھا تھا وہ بالکل صحیح تھا اگر مرزاجی اور انکے مریدوں کے سوائے کوئی ایک شخص بھی جہلم کا باشندہ اسکی تکذیب کرے تو ہم جوابدہ ہیں اسمیں کوئی شک نہیں کہ اس روز ہزارہا لوگ مولویصاحب کی زیارت کیلئے آئے تھے اور دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ کون بہادر شخص ہے جسنے ایک ایسے بڑے دعوی نبوت کے مدعی کو گرفتار کرا کر جہلم میں منگایا یہی بہات کو جھوٹ کہنا ایسا بےنظیر جھوٹ ہے جسکی تصدیق سوائے مرزا صاحب کے کوئی دوسرا نہیں کرتا ۱۲ ۲؎ یہ ایک سفید جھوٹ ہے جو امام الزمان (مرزاجی) کے قلم سے نکلا ہے جسکو عقل بھی باور نہیں کر سکتی بھلا جہلم کے محدود احاطہ کچہری میں ۳۰ یا ۳۴ ہزار آدمی کسطرح سما سکتے ہیں اور پھر طرفہ یہ کہ مرزاجی اپنے بیان میں جو آگے آئیگا اپنے منہ سے اسکی تردید کرتے ہیں چنانچہ وہاں لکھاتے ہیں کہ میری دانست میں دس ہزار آدمی جمع ہوئے تھے اگر مرزاجی کا حلفی بیان سچا ہے تو آپ کے قلم نے ۲۴ ہزار کا جھوٹ لکھا ہے کیا اتنے بڑے جھوٹ لکھنے والا بھی امام مجدد۔ مہدی۔ مسیح کہلانے کے قابل ہو سکتا ہے یہ ہے مسیح الزمان کا جھوٹ نمبر ۱۔ ۱۲ ۳؎ یہ آپ کسطرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب محض آپکے دیکھنے کیلئے آئے تھے۔ کیا آپنے یک بیک کو بلا کر پوچھ لیا تھا اور انہوں نے آپکے پاس یہ بیان لکھا دیا تھا کہ وہ صرف آپکی زیارت کیلئے آئے تھے۔ ان کے دل کا حال خدا کو معلوم ہے جو علیم بذات الصدور ہے۔ پھر بلا کسی ثبوت کے آپکا یہ لکھنا کہ یہ سب محض میرے دیکھنے کیلئے آئے تھے جھوٹ صریح ہے جھوٹ نمبر ۲ ۴؎ کیوں حضرت کیا وجہ کہ لاہور سے آگے گذر کر صدہا لوگ ہر ایک سٹیشن پر آپکو دیکھنے جمع ہو گئے اور لاہور سے ورے کوئی بھی سلامی نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ لاہور سے ورے کے لوگ تو سمجھتے ہیں کہ آپ ایک معمولی شخص ہیں اور پیٹ کی خاطر کچھ کی کچھ باتیں بناتے رہتے ہیں ہاں لاہور سے آگے بھولے بھالے لوگ آپکو ایک غیر معمولی شخص سمجھکر آپکو دیکھنے چلے آئے تو اس سے کیا حاصل عزت تو وہ ہوتی ہے جو گھر میں اور پڑوس میں ہو ۵؎ یہ بھی پہلے جھوٹ کا ہم پلہ جھوٹ مسیح الزمان کے قلم سے نکلا ہے بھلا چالیس ہزار کی تعداد لاہور سے جہلم تک کے سٹیشنوں پر سمانے کی بھی گنجائش رکھتی ہے ہرگز نہیں جھوٹ نمبر ۳ ۱۲ ۶؎ یہ وہی پہلا جھوٹ آپکے قلم سے نکلا ہے اس لئے اسکا نمبر بھی مکرر شمار میں آنا چاہیئے جھوٹ نمبر ۴

بھی اس خدمت پر لگے ہوئے تھے اُن لوگوں میں سے قریب[1] بارہ سو آدمی بیعت میں داخل ہوئے یعنی میرے مرید ہوئے۔ اور باقی کل مریدوں کیطرح تھے۔ اور نذریں دیتے تھے اور نماز پیچھے پڑھتے تھے آخر جب مقدمہ پیش ہوا تو میں اپنے وکیلوں کیساتھ گیا اسوقت میں نے ایک شخص سیاہ[2] لنگی سر پر حاکم عدالت کے سامنے کھڑا ہوا دیکھا معلوم ہوا کہ وہی کرم دین ہے مگر تعجب ہے کہ حاکم نے مجھے دیکھتے ہی کرسی[3] دی لیکن وہ شخص جو بقول اخبار جہلم اسقدر معزز تھا کہ ہزار ہا آدمی اسکو سجدہ کرتے تھے اسکو قریبًا چار گھنٹہ[4] تک حاکم نے اپنے سامنے کھڑا رکھا اور آخر دونوں مقدمے اُسکے خارج کئے اور پھر غلام حیدر[5] خاں سنے حاکم عدالت کو وہ ہزار ہا آدمی دکھلائے جو میرے دیکھنے کیلئے موجود تھے جب میں واپس کوٹھی میں آیا وہ سب میرے ساتھ تھے گویا میری کوٹھی کے ارد گرد ایک لشکر اترا ہوا تھا اور سردار ہری سنگھ[6] صاحب نے سات سو آدمی کی دعوت کی جو نہایت پُرتکلف دعوت تھی ثواب کا بڑا حصہ لیا

---

[1] جہلم میں بارہ سو مردمان کا داخل بیعت ہونا بھی ڈبل جھوٹ ہے جسکی تردید مرزا جی کے اپنے مخلص مرید کرتے ہیں اخبار الحکم مطبوعہ ۱۰ جنوری میں لکھا ہے کہ تمام سفر جہلم میں جسقدر زن و مرد نے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اُنکی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز مطبوعہ ۲۰ فروری کے صفحہ ۰۰ پر بیعت کنندگان جہلم کی تعداد ۶ سو درج ہے اب ان شاہدان عدل کی شہادت سے صاف ثابت ہوا کہ مرزا جی کا بیعت کنندگان جہلم کی تعداد بارہ سو لکھنا ایک سفید جھوٹ ہے جھوٹ نمبر ۵ [2] یہ بھی صریح جھوٹ ہے جو لوگ اسروز دور دراز سے یہاں مقدمہ کا تماشہ دیکھنے آئے تھے ان میں بجز معدودے چند اشخاص کے جو مرزا جی کے مرید ہو لیں باقی کل آپکے عقیدہ کے مخالف لوگ تھے پھر آپکا یہ کہنا کہ باقی کل مریدوں کیطرح تھے اور نذریں دیتے تھے اور نماز پیچھے پڑھتے تھے کیسا صریح جھوٹ ہے اور باقی بعض یا اکثر کی قید ہوتی تو بھی کچھ صداقت کا احتمال ہوتا باقی کل کی قید تو ضرور ہی اس جملہ کو جھوٹا بنا دیتی ہے حضرت جی یہ تو بتائیں کہ وہ ۳۰-۴۰ ہزار خلقت کس میدان میں جمع ہو کر آپکے پیچھے نماز پڑھ سکتی تھی اس میدان کا بھی پتہ بتایا ہوتا چونکہ حضور والا نے یہ چٹھی ایسے وقت میں لکھی جب غصہ کے غلبہ نے عقل و ہوش ٹھکانے نہ رہنے دئے تھے اسلئے ایسی دور از قیاس باتیں لکھ کر اپنے ناحق راستی کا خون کیا۔ جھوٹ نمبر ۶ [3] جناب مولانا اسروز آپکے مخالف مولوی نے سیاہ بلکہ سفید توری لنگی سر پر باندھی ہوئی تھی لیکن حضرت اقدس کی آنکھوں میں فوجداری مقدمہ کی ہیبت سے سارا جہان سیاہ نظر آتا تھا عجیب کہ آپنے اپنی کتاب مواہب الرحمان میں اعتراف کیا ہے وان یجعل نہارنا غسق من لیل واجنبہ المظلم (مولوی کرم دین نے چاہا کہ ہمارے روز روشن کو شب دیجور سے تاریک کر دے) اسلئے آپنے سفید لنگی کو بھی سیاہ ہی سمجھا اسلئے ہم اسبارہ میں معذور سمجھ کر اس غلط بیانی کا مزید نمبر نہیں دیا جاتا ۱۲ [4] یہ تک ہاؤ کرسی ہاؤ کرسی، افسوس آپکا یہ غرور بھی آخر خدا نے توڑ دیا مرزا جی سچ بتائیں کہ لالہ آتمارام صاحب مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالتوں میں کتنی کتنی گھنٹے آپکو کھڑا رہنا پڑا۔ منشی سنسار چند صاحب نے تو نہ صرف آپکو بلکہ تمام حاضرین کمرہ کے لئے کرسیاں اور بنچیں بچھوا دی تھیں جنپر ہر کہ و مہ بیٹھے ہوئے تھے ۱۲ [5] یہ بھی سفید جھوٹ ہے مولوی صاحب بھی کرسی پر ہی بیٹھے رہے تھے۔ صرف بیان لکھانیکیوقت کھڑے ہوئے تھے جسپر چار منٹ بھی نہ خرچ ہوئے تھے ۴ گھنٹہ کھڑا رہنا ایسا جھوٹ ہے جسکی تصدیق کوئی شخص بھی نہ کریگا جھوٹ نمبر ۷ ۱۲ [6] اسکی تردید منشی غلام حیدر صاحب نے اپنی حلفی بیان میں جو انہوں نے بمقدمہ ایڈیٹر الحکم لکھایا صاف طور پر کر دی ہے اسلئے ہم ایک معزز گواہ (جسکو مرزائیوں نے پیش کیا ہے) کے مقابلہ میں مرزا جی کی اس تحریر کو سچا نہیں سمجھ سکتے اور نیز اسلئے بھی کہ مرزا جی نے خود اپنی حلفی بیان میں لکھایا ہے کہ مجکو اچھی طرح یاد نہیں کہ غلام حیدر نے عدالت کو میرے مرید دکھلائے تھے ۱۲ جھوٹ نمبر ۸ ۱۲ [7] یہ بھی بالکل جھوٹ ہے۔ سردار ہری سنگھ صاحب اسروز جہلم میں ہی نہ تھے جیسا کہ منشی غلام حیدر خاں صاحب نے اپنے بیان میں لکھایا ہے کوئی دعوت سردار صاحب نے نہیں کی بلکہ تین دن مرزا جی جہلم میں ٹھیرے رہے تھے تینوں دن انکے مریدوں نے ہی دعوت کی چنانچہ ایڈیٹر الحکم نے اپنے اشتہار میں صاف کہا ہے مختصراً ہم اپنی جہلم کی جماعت کی مہمان نوازی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے تین دن تک ڈیڑھ ہزار آدمیوں کی روزانہ دعوت کا فیاضی سے انتظام کیا۔ سو یہ بڑی بے انصافی ہے کہ جن غریبوں نے زر کثیر خرچ کر کے مرزا جی کو بلا کر زرد کھلائے انکا نام ہی نہ لیا اور مفت کا ثواب ملتا ہے تو سردار صاحب کو جھوٹ نمبر ۹

یہ واقعات ہیں جنکو عمداً چھپایا گیا ہے آپ پر اعتراض صرف اسقدر ہے کہ آپ نے فراست سے کام نہ لیا۔ کہ کرم دین اسقدر شہرت کا
آدمی تھا تو آپکو ایک مدت سے اسکا حال معلوم ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جسکو ہزارہا انسان سجدہ کرتے ہیں وہ چھپ نہیں سکتا
اخبار جہلم نے بڑا[1] گندہ جھوٹ بولا ہے اور واقعات[2] کو عمداً چھپایا ہے آپکو چاہیئے کہ اس جھوٹی نقل کا کچھ تدارک کریں پر میرے
نزدیک اسطرح پر پورے یقین تک پہونچ سکتے ہیں کہ اب بلا توقف[3] جہلم چلے جائیں اور غلام حیدر خاں اور ڈپٹی انسپکٹر دیوی سنگھ
صاحب اور منشی سنسار چند صاحب ایم اے مجسٹریٹ جنکے پاس مقدمہ تھا۔ اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع اور تمام پولیس کے
سپاہیوں اور شہر کے معزز رئیسوں اور بازار کے معزز صاحبوں کو دریافت فرماویں کہ اسقدر مخلوقات کس کے لئے جمع
ہوئی تھی تب آپ پر اصل حقیقت کھل جائیگی علاوہ ازیں[4] آپکو اگر آپ جہلم جائیں آمد و رفت کا کرایہ اپنی گرہ سے دیدونگا۔
انٹر میڈیٹ کے حساب سے جو کرایہ ہوگا آپ کو بھیجدونگا۔ اور اگر آپ پوری تحقیقات کے بعد اس خبر کو رد نہیں کرینگے
تو پھر آپکے اخبار سے ہمیں دستکش[5] ہونا پڑیگا آپکو واضح ہو کہ ایڈیٹر اخبار جہلم اس گروہ میں سے ہے جو مجھ سے سخت دشمنی
رکھتا ہے۔ دوسرے حال میں میری جماعت میں سے اس پر ایک نالش فوجداری کر رکھی ہے اسلئے قابل شرم[6] جھوٹ
اسنے شایع کیا ہے تعجب ہے کہ جس روز کرم دین نے جہلم میں نالش کی اسدن اسکی زیارت کیلئے کوئی نہ آیا اور پھر
جسدن بذریعہ[7] وارنٹ وہ جہلم میں ہی پکڑا گیا اسدن بھی ایک آدمی نے بھی اسکو سجدہ نہ کیا اور کئی بار وہ جہلم میں
آیا مگر کسی نے نہ پوچھا لیکن جسدن میں جہلم میں پہنچا تب ہزارہا آدمی اسکو سجدہ[8] کرنیکے لئے موجود ہوگئے حالانکہ وہ جہلم
کے ضلع کا باشندہ ہے اور اکثر ضلع میں رہتا ہے۔ اب میں ختم کرتا ہوں اور منتظر رہونگا کہ آپ اس جھوٹ کا دفعیہ
کس پختہ طریق سے کرتے ہیں۔ (آپکا ہمدرد و خیر خواہ مرزا غلام احمد ۲۸ جنوری ۱۹۰۳ء

سلہ اخبار جہلم کو جھوٹ کہنے والے صرف مرزا جی ہیں جسپر اور کوئی ثبوت انکے پاس نہیں لیکن مرزا جی کے جھوٹ جسقدر اس چٹھی میں ہیں اس کا جھوٹ ہونا ان کے اپنے بیان یا مخلص حواریوں کی تحریرات وغیرہ سے ظاہر ہے پھر آپ خود انصاف کریں کہ گندہ جھوٹ بولنے والا اخبار جہلم ہے یا حضرت مسیح الزمان والا شان دام اقبالہ۔ [2] بیشک جن فرضی واقعات کے لکھنے کی آپنے جرأت کی اخبار جہلم انکی گھڑت سے معذور تھا۔ [3] افسوس کہ ایڈیٹر اخبار عام نے امام الزمان کے حکم کی تعمیل نہ فرمائی ورنہ جہلم میں آکر دریافت کرنے سے انکو معلوم ہو جاتا کہ بے نظیر جھوٹ وہ ہے جو اخبار عام نے سراج الاخبار سے نقل کیا ہے یا وہ چٹھی جو حضور انور نے اخبار عام میں شایع کرائی ہے۔ [4] لیجئے جناب اب آپ اور کیا چاہتے ہیں مرزا جی تو یہاں تک فیاضی دکھاتے ہیں۔ کہ ایڈیٹر اخبار عام کو آمد و رفت کا کرایہ بھی عنایت کئے دیتے ہیں اور وہ بھی انٹر میڈیٹ کے حساب سے فراخدلی اسی کا نام ہے۔ [5] او ہو آپ تو چھوٹے ہتھیاروں پر اتر آئے اگر حسب منشائے مرزا جی اس مضمون کی تردید نہ ہوئی تو پھر اینجانب اخبار بند کر دینگے بس آپکے اخبار بند کرنیکی دیر ہے کہ ملک اخبار کا رزق بند ہو جائیگا اس سے عالیجناب کی وسیع النظری کا پتہ ملتا ہے ایسی دھمکیاں تو معمولی حوصلہ کے دنیادار بھی نہیں دیا کرتے

[6] اپنے جھوٹوں پر نظر فرما کر بتلایئے گا کہ قابل شرم جھوٹ شایع کرنیوالا کون ہے [7] شکر ہے کہ حضور والا کے نام بھی آخر وارنٹ ہی جاری ہوگئے اور ضمانت داخل کرنی پڑی اور اب آپکو دوسروں کی نسبت طنز کرتے شرم آئیگی۔ [8] آپکی اس انکسار کو ایڈیٹر اخبار عام نے نوٹ نہ کیا۔ بجز اسکے کہ آپکی اصل چٹھی ہی چھاپدی۔ جس نے حضور اقدس کی صداقت کی ساری قلعی کھولدی ہے

نقل بیان مرزا غلام احمد قادیانی

بمقدمہ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و مالک اخبار الحکم بنام ابو الفضل مولوی کرم الدین دبیر۔ و مولوی فقیر محمد مالک سراج الاخبار
مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ مغل عمر ۶۰ سال پیشہ زمینداری سکنہ قادیان۔ بجواب کرم الدین۔ میں مستغیث کو دس یا گیارہ سال سے جانتا ہوں وہ میرا مرید ہے الحکم اخبار مستغیث کی ہے اسکے اپنے پریس کی نکلتا ہے اس پریس کا نام معلوم نہیں ہے (الحکم ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۰ء دکھایا گیا) یہ اخبار مطبع انوار احمدیہ سے نکلتا ہے یہ مطبع میرے نام پر منسوب ہے بحیثیت مسیح و مہدی کے میرا لقب حکم بھی ہے نام اخبار میں وہی الفاظ ہیں (روئیداد جلسہ مورخہ ۲۲ دسمبر سنہ ۱۸۹۲ء ے نمبر ۲۱ مقدمہ دفعہ ۴۲۰ کا صفحہ ۳۲ دکھایا گیا) اسکے سطر ۱۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی اخبار جاری کرنیکی تجویز ہوئی تھی نیز مطبع کے صفحہ ۲۰ سے ظاہر ہے کہ مطبع کیلئے چندہ جمع ہوا تھا صفحہ ۱۹ سے ظاہر ہے کہ ایک پرچہ اخبار بھی شائع ہوا کریگا۔ اس تجویز کے بعد پہلے الحکم قادیان سے جاری ہوا۔ اور بعدہ البدر یاد نہیں کتنا عرصہ بعد الحکم کے البدر جاری ہوا میں نہیں کہہ سکتا کہ البدر کو جاری ہوئے کتنا عرصہ گذرتا ہے (نوٹ پہلے گواہ نے کہا تھا کہ شاید آج سے دو سال پیشتر البدر جاری ہوا تھا۔ معلوم نہیں الحکم کا مطبع کبھی میرے مکان میں رہا ہو

لے آپ اپنی کتاب اعجاز احمدیہ کے صفحہ ۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سنہ ۱۸۹۳ء میں عبد اللہ آتھم سے مباحثہ ہونیکے وقت آپکی عمر اسکی عمر کے برابر تھی اور اسکی عمر ۶۴ سال اسوقت تھی تو پھر نہایت تعجب ہے کہ اسوقت سے قریباً ۱۲ سال کے بعد پھر آپکی عمر ۶۵ سال ہوگئی گویا ۱۲ سال میں آپکی عمر میں صرف ایکسال کا اضافہ ہوا دہ ہذا شئی عجیب بہرحال اعجاز احمدی کی تحریر یا یہ بیان جھوٹا جھوٹ نمبر ۱۔ ۲ے ناظرین غور فرمائیں کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ پریس کا نام معلوم نہیں ہے یہ کہاں تک سچ ہو سکتا ہے یہ ہرگز ممکن نہیں کہ انوار احمدیہ پریس جسمیں الحکم چھپتا ہے اس کو مرزا صاحب علم ہوں کیونکہ اسمیں آپکی متعدد تصانیف شائع ہوئیں اور اخبار الحکم جسمیں آپکے دربار صبح و شام کی کیفیت روزانہ چھپتی ہے اس پریس سے ہفتہ وار نکلتا ہے یہ لاعلمی صرف اسلئے ظاہر کیگئی تھی کہ آپ اخبار اور پریس بالکل بے تعلق ثابت ہوں جھوٹ نمبر ۲۔ ۳ے پہلے ہی کیوں نہ بتادیا جب آپ جانتے تھے کہ زبردست کیسپر (جرح کنندہ) نے زبردستی سے بھی کہلا لینا ہے ۴ے ذرہ غور فرمائیے کہ امام الزمان کس ایرپھیر کیساتھ سوال کا جواب دیتے ہیں بجائے اسکے کہ صاف طور پر کہدیتے کہ اخبار میرے ہی لقب حکم پر نام زد ہوا ہے آپ جواب لکھاتے ہیں تو کس طرز سے کہ نام اخبار میں وہی الفاظ ہیں اس جواب سے حضرت جی کی علمی لیاقت کی بھی قلعی کھلتی ہے حکم ایک لفظ ہے نہ بہت الفاظ پھر آپکا فرمانا کہ نام اخبار میں وہی الفاظ ہیں آپکی استعداد کی دلیل ہے کہ آپکو مفرد اور جمع کی تمیز بھی نہیں بھلا اس کر بڑھ کر علمی پردہ دری اور ذلت کیا ہوگی بوڑھے میاں بال ریش و فش جرح کے چکر میں آکر ہوش و حواس ایسے کھو بیٹھے کہ حکم ایک لفظ کو الفاظ سے تعبیر کرنے لگے مگر وہی حروف کہتے تو کوئی وجہ ہوتی وہی الفاظ کہنا تو ایک شرمناک غلطی ہے۔ (مرزائیو کوئی جواب دے سکتے ہو؟) ۵ے اس سے تو صاف ثابت ہے کہ چندہ کرکے آپنے ہی یہ اخبار جاری کیا تھا مگر آپ یہ فرماتے ہیں کہ الحکم اخبار مستغیث کا ہے اور اسکے اپنے پریس کی نکلتا ہے ۶ے عدالت کا یہ نوٹ مرزا صاحب کی صداقت کیلئے ایک ایسا تمغہ ہے جو قیامت تک آپکی سچائی کو ظاہر کرتا رہیگا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ ہوتا ہے (دیکھو بیان مرزا جی بمقدمہ فضل دین) آپ عدالت نے آپکی نسبت صاف نوٹ کیا ہے کہ آپ ایسے راستباز ہیں کہ عدالت کے سامنے سر اجلاس پہلے یہ کہکر کہ شاید آج سے دو سال پیشتر البدر جاری ہوا تھا۔ پھر اس سے صاف مکر گئے اور کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ البدر کو جاری ہوئے کتنا عرصہ گذرا ہے کیوں حضرت راستبازی اسی کا نام ہے اور پھر آپکو صداقت صداقت کہتے شرم نہیں آتی جھوٹ نمبر ۱۲۔ ۷ے معلوم نہیں یہ راستی کا خون کرنیکی غرض سے کہا گیا ہے بھلا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص کے مکان میں کوئی کارخانہ جاری رہا ہو اور اسکو علم تک نہ ہو کہ اس کے مکان میں کارخانہ رہا یا نہیں الحکم کا مطبع پہلے مرزا صاحب کے مکان میں ہی جاری ہوا اور ایک عرصہ رہا اور اسی لئے جرح کنندہ نے یہ ثابت کر دیکھا کہ یہ مطبع خانہ در حقیقت آپ ہی کا ہے یہ سوال اٹھایا تھا جسکا جواب بالکل غلط دیا گیا جھوٹ نمبر ۱۳

کسی پریس واقعہ قادیان سے میرا ذاتی تعلق نہیں ہے الحکم سے میرا کسی طرح کا تعلق نہیں ہے میں الحکم میں الہامات شائع نہیں کراتا عام طور پر لوگ شائع کر دیتے ہیں شاذ و نادر کوئی مضمون میں کبھی کبھی شائع کر دیتا ہوں (مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۲۹ اور کھایا گیا سطر) میں درج ہے کہ میں نے شائع کیا جو مجھ پر خواب آئی اور مجھے الہام ہوا اس کے ظہور سے پہلے اخبار الحکم میں ۔ میں اخبار نویسی کو معزز اور راستبازی کا پیشہ سمجھتا ہوں کسی ایڈیٹر کی نسبت جس نے کوئی امر خلاف واقعہ نہیں لکھا یہ کہنا کہ اس نے جھوٹ لکھا ہے اس سے اسکی توہین ہوتی ہے ۔ اور اگر خلاف واقعہ لکھا ہے تو یہ کہنا کہ اس نے خلاف واقعہ لکھا ہے اسکی کوئی توہین نہیں ہے جو ایڈیٹر سچے واقعات لکھتا ہے اور دوسرا جھوٹے واقعات لکھتا ہے دونوں کی حیثیت میں فرق ہوگا ۔ اول الذکر قابل عزت ہوگا آخر الذکر قابل عزت نہیں ہے جو ایڈیٹر جھوٹے واقعات عمداً لکھنے میں شہرت پا چکا ہے ۔ اسکی نسبت یہ کہنا کہ تو نے جھوٹے واقعات لکھے ہیں اسکی توہین نہیں ہوتی یہ مقدمہ غالباً میرے مشورہ سے دائر ہوا ہوگا گو اچھی طرح یاد نہیں ہے دینی امور میں میرے مشورہ سے کام کرتے ہیں خانگی امور میں اپنی مرضی سے کام کرتے ہیں ۔ میں نے اس مقدمہ کیلئے کوئی چندہ اپنی طرف سے نہیں دیا لیکن جو چندہ سلسلہ میں وصول ہوتا ہے اس میں سے کسی نے دیدیا ہو تو مجھے خبر نہیں ہے اس امید پر کہ مستغیث میرا مرید ہے میں نے لکھا ہے کہ وہ مقدمہ داخل دفتر کرانے کی بابت میرا کہنا مان لیگا ۔ اشتہار ۱۳ جون ۱۹۰۲ء مدخلہ ملزم میری طرف سے ہے ۔ اس نے میرے اوپر جہلم میں مقدمہ کیا تھا اس میں مستغیث حال بھی ملزم تھا ۔

ط۱ حالانکہ آپ کے اس بیان کے رو سے جو آپ نے بمقدمہ انکم ٹیکس شیخ تاج الدین صاحب تحصیلدار کے سامنے لکھایا تھا ۔ صاف ثابت ہے کہ مطبع ضیاء الاسلام واقعہ قادیاں آپ ہی کا مطبع ہے چنانچہ آپ نے اسکی آمد و خرچ کی وہاں تفصیل بھی بنا دی ہے پھر اگر آپکا وہ بیان درست ہے تو آپ کا یہ فرمانا کہ کسی پریس واقعہ قادیاں سے آپکا تعلق نہیں ہے ۔ صاف جھوٹ ہے ۔ جھوٹ نمبر ۱۵

ط۲ یہاں تو آپ کا مطلب ہے کہ الحکم سے مجھے اسقدر بے تعلقی ہے کہ میں اسمیں کوئی الہام بھی خود شائع نہیں کراتا لوگ ہی شائع کر دیتے ہیں لیکن جب مولوی صاحب جرح کنندہ کے ہاتھ میں کتاب مواہب الرحمٰن دیکھی تو آپ کو وہ فقرہ یاد آ گیا ۔ ثم اشعت کلما رایت فی جریدۃ یعنی الحکم الخ تو پھر یہ کہدیا کہ شاذ و نادر کوئی مضمون میں کبھی کبھی شائع کر دیتا ہوں کہئیے راستبازوں کا یہی وطیرہ ہوتا ہے ۔ افسوس

ط۳ لیکن آپ اپنی کتاب الہدیٰ میں اسکے برخلاف تحریر فرما چکے ہیں

ط۴ مقدمہ کا مشورہ دینے کی نسبت غالباً کی قید لگا کر کہنا گو اچھی طرح یاد نہیں ہے بھی بالکل غلط ہے ساری خلقت جانتی ہے کہ یہ مقدمہ آپنے دائر کرایا اور وکیل کلاء سب آپ کے حکم سے پیروی کے لئے گئے ۔ پھر آپ کیوں صاف نہیں فرماتے یقیناً میرے مشورہ سے مقدمہ دائر ہوا ۔ جھوٹ نمبر ۱۶

ط۵ شاید آپکا یہ کہنا کہ میں نے اس مقدمہ کیلئے کوئی چندہ اپنی طرف سے نہیں دیا ۔ تو شاید مان لیا جائے کیونکہ آپ اپنی جیب خاص سے ایک پائی بھی خرچ کرنے والے نہیں لیکن آپکا یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے کہ جو چندہ سلسلہ میں وصول ہوتا ہے اسمیں سے کسی نے دیدیا ہو تو مجھے خبر نہیں ہے کیونکہ یہ امر محال ہے کہ جو چندہ سلسلہ میں وصول ہو وہ آپکی بے اجازت دیا جائے ۔ اور آپکو اسکی خبر نہ ہو ۔ جھوٹ نمبر ۱۷

میں نے سُنا تھا[1] کہ غلام حیدر تحصیلدار واسطے انتظام کے بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر آیا تھا۔ میری دانست میں دس ہزار[2] آدمی جمع ہوئے تھے۔ کئی سو آدمی مرد و عورت جہلم میں میرے مرید ہو گئے تھے غلام حیدر مرید نہیں ہوا اب مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ غلام حیدر نے عدالت کو میرے مرید دکھلائے تھے یا نہیں (اخبار عام ۲ر فروری ۱۹۰۳ء دکھایا گیا) اسکے صفحہ ۴-۵ پر مضمون مقدمہ جہلم کی غلط فہمی میرا ہے اسمیں یہ فقرہ لکھا ہے کہ پھر تحصیلدار غلام حیدر نے حاکم عدالت کو وہ ہزارہا آدمی دکھلائے جو میرے دیکھنے کیلئے موجود تھے لوگ کہتے تھے کہ قریباً ۴۰ ہزار[3] کے آدمی ہونگے اسوقت میرے مرید دو لاکھ سے

---

۱ یہ سُنا تھا کہنا اغراض سے ہے کہ غلام حیدر سے بے لگاؤ ہونا ثابت ہو حالانکہ چٹھی مطبوعہ اخبار عام میں صاف طور پر لکھ چکے ہیں کہ پھر تحصیلدار غلام حیدر نے حاکم عدالت کو وہ ہزارہا آدمی دکھلائے جو میرے دیکھنے کیلئے موجود تھے۔ ناظرین انصاف کریں کیا یہی آیت ولا تکتموا الشہادۃ کی تعمیل ہے؟

۲ حالانکہ چٹھی میں آپ تیس پینتیس ہزار آدمی شائع کر چکے ہیں شرم شرم سے اب جب چٹھی دکھائی گئی اور آپکی آنکھ کھلی تو آپ گویا تطبیق اس طرح دینا چاہتے ہیں لوگ کہتے تھے کہ قریباً ۴۰ ہزار آدمی ہونگے حالانکہ وہاں بڑے وثوق سے کہا گیا کہ جن لوگوں نے بہت غور کر کے اندازہ لگایا وہ کہتے تھے کہ تیس پینتیس ہزار ہونگے جب آپ اپنے بیان میں ۴۰ ہزار کی تعداد بتلاتے ہیں تو پھر لوگوں کے غلط اندازہ تیس پینتیس ہزار کو اخبار عام میں اپنے کیوں شائع کرایا اور صحیح اندازہ سے اسکو کیوں تعبیر کیا حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع۔

۳ تعداد مریدان کی نسبت مرزا جی اور اُن کے مریدوں کے بیانات میں عجیب گڑبڑ ہے۔ اور اسقدر مبالغہ اور جھوٹ سے کام لیا گیا ہے جس کی کوئی نظیر بمشکل مل سکے سنہ ۱۹۰۱ء میں جب منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار انکم ٹیکس کے مقدمہ کی تحقیقات کے لئے قادیان میں گئے اُن کے سامنے تعداد مریدان ۳۱۸ بتائی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رپورٹ میں تعداد مریدان مرزا صاحب ۳۱۸ لکھی جیسا کہ اپنے اس بیان میں تصدیق کرتے ہیں لیکن کتاب تحفۃ الندوہ مطبوعہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں تعداد مریدان ایک لاکھ سے زیادہ بتائی گئی۔ اب اگر تحفہ غزنویہ کی تحریر سچ ہے تو تحفہ ندوہ کی تحریر صریح جھوٹ ہے کیونکہ دونوں کتابیں ایک ہی سنہ اور ایک ہی ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں طبع ہوئی ہیں۔ پھر مواہب الرحمن میں جو ماہ جنوری ۱۹۰۳ء میں تصنیف و طبع ہوئی اسمیں بھی یہی تعداد ایک لاکھ سے زائد بتائی گئی۔ پھر الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء میں دو لاکھ کی تعداد بتائی گئی گویا تین ماہ میں ایک لاکھ کی تعداد بڑھ گئی لیکن یہ عجیب تماشا ہے کہ الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء میں جو مرزا جی کی تقریر چھپی ہے اس میں تعداد مریدان تین لاکھ بتائی گئی ہے مگر ۱۶ جولائی ۱۹۰۴ء جس روز مرزا جی کا یہ بیان حلفی ہوا ہے آپ تعداد مریدان دو لاکھ بتلاتے ہیں۔ اب اگر یہ بیان درست ہے تو اس سے ایک سال پہلے الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء میں ۳ لاکھ تعداد بتانا ایک بے نظیر جھوٹ ہے اور باینہمہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ تعداد کس بنا پر آپ بتلاتے ہیں۔ کیا آپکے پاس کوئی رجسٹر ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کوئی رجسٹر مریدان نہیں۔ اب اس موقعہ پر اکاذیب کے نمبر بے تعداد ہو جاتے ہیں لیکن ہم رعایتاً ایک نمبر اس جھوٹ کا لگاتے ہیں جو تحفہ غزنویہ اور تحفہ ندوہ کے تعارض سے پیدا ہوا دوسرا وہ جو مرزا صاحب کے بیان حال اور الحکم ۱۰ جولائی والی تحریر کے سخت تعارض سے ظاہر ہوتا ہے اور تیسرا نمبر وہ شمار کرتے ہیں جو آپکے اس بیان سے کہ میرے پاس کوئی رجسٹر مریدان نہیں ہے اور پھر باوجود عدم ثبوت کے تعداد بیان کرتے ثابت ہوتا ہے اس لحاظ سے آپکے جھوٹوں کی تعداد کا آخری نمبر ۳۰ ہو گیا

نامدار ہونگے (تحفہ غزنویہ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۲ء دکھایا گیا) اسکے صفحہ ۱۷ پر درج ہے کہ ۳۰ ہزار آدمی کی جماعت اب میرے ساتھ ہے۔ یہ کتاب میری تصنیف ہے۔ (تحفہ گولڑویہ مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۱۵ دکھایا گیا) اسمیں لکھا ہے کہ میری اُمت میں سے تیس ہزار کا نام خرد دجال رکھا ہے اسوقت تیس ہزار آدمی میرے مرید تھے (تحفۃ الندوہ مطبوعہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا صفحہ دکھایا گیا) اسمیں لکھا ہے تعداد مریداں ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ مختلف مقامات میں یہ کتاب بھی میری تصنیف ہے نیز تحفہ گولڑویہ (مواہب الرحمان صفحہ ۱۲۰ دکھایا گیا) اسمیں لکھا ہے کہ جماعت ہماری ان تین برسوں میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ کتاب ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کی ہے۔ اور میری تصنیف ہے۔ (الحکم ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا صفحہ ۱۰ دکھایا گیا) اس میں بروئے مردم شماری کے کاغذات کے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت تین سو تیرہ میں یا ایک لاکھ کے قریب ہے میں نے کاغذات نہیں دیکھے میں نے اندازاً کہا ہے (الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱ دکھایا گیا) اسمیں لکھا ہے کہ ۱۰ فیصدی بھی الحکم لینے والے ہوں۔ تو دو لاکھ کی جماعت میں الحکم کی اشاعت بیس ہزار ہونی چاہیئے۔ (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء صفحہ ۸ دکھایا گیا) اسمیں تعداد ہماری جماعت کی قریباً تین لاکھ لکھی ہے۔ (الحکم مذکور دکھایا گیا۔ اسمیں بطور تقریر میری کے لکھی ہے۔ (اسکو واقعہ کا اظہار دکھایا گیا) اسمیں تعداد مریداں دو لاکھ سے زیادہ لکھی ہے۔ یہ ۲۴ جون ۱۹۰۰ء کی تصنیف میری ہے۔ میرے پاس[1] کوئی رجسٹر مریداں نہیں ہے لیکن مولوی عبدالکریم نے ایک ایسا رجسٹر چند ماہ سے بنوایا تھا شاید ۱۰ ماہ سے بنوایا ہے۔ مریداں عرصہ سے تعداد معلوم ہوتی ہے مسمی شہاب الدین موضع بھین میں میری مریدی ظاہر کرتا ہے وہ ملزم کا شاگرد ہے میں نے صرف سُنا ہے کہ شہاب الدین مریدی کے خط بنام مولوی عبدالکریم بھیجتا رہا ہے شہاب الدین قادیان میں ہرگز نہیں آیا۔ نہ اس نے[2] مجھے مریدی کا خط لکھا ہے (الحکم مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۶ دکھایا گیا) اس میں شہاب الدین سکنہ بھین کا نام زیر بیعت درج (الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۶ دکھایا گیا)

[1] لیکن آپ کا خاص الخاص حواری مولوی عبدالکریم اپنے اس بیان میں جو اُنہوں نے بمقدمہ فضلدین ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو لکھایا۔ آپ کے اس بیان کو جھوٹا ثابت کرتا ہے چنانچہ اس نے مرافعہ میں لکھا دیا کہ مرزا صاحب کے مریدوں کا ایک رجسٹر ہے جو اور صاحب کے سپرد ہے ملاحظہ ہو کیفیت مقدمہ اولیٰ۔ تو اب اگر عبدالکریم سچا ہے تو مرزا جی نے اس بیان میں دو جھوٹ بولے ہیں پہلا یہ کہنے میں کہ میرے پاس کوئی رجسٹر مریداں نہیں ہے دوسرا یہ کہنے میں کہ مولوی عبدالکریم نے رجسٹر بنایا ہے۔ تیسرا یہ کہ ۱۰ ماہ سے وہ رجسٹر بنا ہے حالانکہ مولوی عبدالکریم کا بیان آپ کے اس بیان سے پہلے ایک سال لکھا گیا اور اسوقت وہ رجسٹر کا موجود ہونا اور دوسرے کے سپرد ہونا بیان کر چکا ہے۔ اب آپ کے جھوٹوں کا نمبر ۴ تک پہنچ گیا۔

[2] جب اس نے آپکے نام مریدی کا کوئی خط نہیں لکھا تو پھر آپ کا الحکم ۱۴ جولائی ۱۹۰۱ء میں اسکا نام بیعت کنندگان میں شائع کرانا ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔ اور چونکہ ایڈیٹر الحکم کی یہ جرات نہیں کہ بغیر اجازت آپ کے وہ کسی کا نام مریدوں میں شائع کرے اس لئے یہ جھوٹ بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہوگا۔ جھوٹ نمبر ۵

اس میں چند نام سکنہ بھین کے درج ہیں جنکو میں نہیں جانتا۔ دستخط حاکم ۶؍جولائی سنہ ۱۹۰۴ء
الحکم ۱۷؍اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱ کالم اول پر جس خط کا ذکر ہے معلوم نہیں کہ یہ خط میرے نام آیا تھا یا مولوی
عبدالکریم کے نام انہوں نے کہا تھا کہ یہ خط مجھے پہنچا تھا مجھے یاد نہیں کہ میں نے کہا یا نہیں کہ اسکو کہدو کہ تمہاری دھمکی تم
ہی پر پڑے گی یا دوسرے مولویوں پر۔ جو دوسرے مولویوں پر پڑا ہے۔ وہی تم پر پڑے گا الحکم ۳۱؍اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء صفحہ
پر جو واقعہ درج ہے مجھے یاد نہیں کہ صحیح ہے یا نہیں۔ میں سراج الاخبار کا خریدار نہیں ہوں۔ ۶-۱۳؍اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء
کے سراج الاخبار کے پرچے یعقوب علی کے نام پہنچے تھے اور میرے روبرو دیئے گئے تھے اسکی وجہ یہ تھی چونکہ
پہلے کرم الدین نے ایک خط میرے نام لکھا تھا جو ۲۱؍جولائی سنہ ۱۹۰۲ء کا تھا کہ پیر مہر علیشاہ نے جو کتاب سیف
چشتیائی بنائی ہے۔ وہ مولوی محمد حسن بھین کے نوٹ چرا کر بنائی گئی ہے اب ۶؍اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کا مضمون کرم دین
نے شائع کیا ایسا ہی ۱۳؍اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کا اسمیں لکھا گیا تھا کہ وہ خطوط جعلی ہیں میری طرف سے نہیں ہیں
جب کرم دین کے نام سے وہ مضمون آتا تو یقین کیوں نہ ہوتا مجھے کوئی نظیر یاد نہیں ہے کہ ایک اخبار کا ایک شخص
نامہ نگار بھی ہو اور ہفتہ وار اخبار بھی پہنچتی ہو پھر دوسرا شخص اس کے نام پر مضمون چھپائے اور وہ اس حال تک
خاموش رہے۔ کتاب حقیقت المہدی میری بنائی ہوئی ہے صفحہ ۵ اسکا میں نے دیکھ لیا ہے۔ عبارت ذیل اس
میں درج ہے۔ اور گندی گالیوں کے مضمون اپنے ہاتھ سے لکھے اور محمد بخش جعفر زٹلی لاہوری اور ابوالحسن تبتی
کے نام سے چھپوا دیئے ایسا کرنیوالا محمد حسین تھا نزول المسیح صفحہ ۹۷ پر عبارت ذیل حاشیہ پر درج ہے میں نے
بھی اسقدر مضمون لکھا تھا کہ مجھے آج ۲۶؍جولائی سنہ ۱۹۰۲ء کو موضع بھین سے میاں شہاب الدین دوست

ف۲ عدالت کا یہ نوٹ آپ کے لئے دوسرا تمغہ صداقت ہے۔ کہ آپ ایسے راستباز ہیں کہ عدالت میں پہلے کچھ
کہتے ہیں اور پھر برخلاف اسکے کچھ اور کہہ کر اپنی راست بیانی کا ثبوت دیتے ہیں بلحاظ حضرت مبارک بعد مبارک کسے جھوٹ نمبر ۲۶

ف۳ دیکھنا حضرات مسیح الزمان کا یہ یاد نہیں کا "دور" کہاں تک ٹھیک ہے جہاں آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی بات ص

ف۱ جن آدمیوں کے نام الحکم ۱۷؍اسی سنہ ۱۹۰۳ء میں لکھ دیئے گئے۔ اور انکی سکونت بھین لکھی گئی ان ناموں کے کوئی آدمی موضع بھین
میں ہرگز نہیں ہیں۔ اگر مرزاجی یا اسکا کوئی مرید ثابت کردیوے کہ بھین میں ان ناموں کے کوئی آدمی ہیں تو ہم انکو پانسو روپیہ انعام
دینے کا شکوکہ وعدہ کرتے ہیں۔ یہ جھوٹ صریح جو الحکم میں شائع ہوا یہ بھی آپکی ہی طرف منسوب ہوگا۔ جھوٹ نمبر ۲۵

ف۴ برخلاف پڑتی ہے وہاں یاد نہیں کہہ کر ٹال دیتے ہیں بہت اچھا۔ ہم یہ بات آپ کے ایمان پر چھوڑتے ہیں

حالانکہ آپکے اخبار الحکم میں آپکی طرف سے ایسا کہنا چھپا ہوا موجود ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں یاد نہیں۔ شک نہیں کی
نسبت پھر وہی غرض ہے جو پہلے لکھی جاچکی ہے اتنا بڑا واقعہ ہو اور دوسرے مرید اپنی شہادت میں اسکی تصدیق بھی
کریں۔ لیکن آپ یاد نہیں کہکر اظہار حق سے کنارہ کش ہوں افسوس ہے۔ ؎ ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند۔

مولوی محمد حسن بھین کا خط ملا اس خط کا لفافہ مولوی عبدالکریم کے نام تھا مجھے یاد نہیں کہ یہ خط مولوی عبدالکریم نے
مجھے دیا یا نہیں پڑھا گیا تھا۔ نزول المسیح صفحہ ۷۲ پر درج ہے۔ کہ شہاب الدین کچھ ارادت[1] رکھتا ہے اسلئے پیر
مہر علی کے سرقہ کے برآمد کرانے کیلئے کوشش کی اس خط کے علاوہ میرے نام اور کوئی خط نہیں آیا مجھے یاد نہیں
ہے۔ ملزم کرم دین کا خط میرے نام آیا تھا اور اسکا لفافہ میرے نام تھا۔ وہ خط پڑھ کر مینے مولوی عبدالکریم کو دے
دیا۔ سراج الاخبار مورخہ ۶؍ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۶ کالم اول میں راقم مضمون لکھتا ہے۔ کہ الحکم کا پرچہ ایڈیٹر نے
اس کے پاس نہیں بھیجا۔ استنباط سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جھوٹے اور فرضی خط میرے اور میرے شاگرد میاں شہاب الدین
کے نام سے اس اخبار میں درج کئے ہیں اسی اخبار کے صفحہ ۶ سطر ۳ میں لفظ اور کا کلمہ ابتدا کے واسطے ہے
عطف[2] کیواسطے نہیں پچھلے فقرہ کیساتھ اور کسی بعد کے فقرہ کا تعلق ہے۔ میں نہیں[3] جانتا کہ اور۔ کس قسم کا ہے
اگر اور کا کلمہ عطف کا ہو تو اس کے مابعد کا جملہ معطوف اور یہ جملہ معطوف علیہ ہوگا۔ ہر حال میں[4] معطوف تابع
معطوف علیہ کا نہیں ہوتا۔ سطر تین میں اور کے لفظ کے مابعد کا جملہ پہلے جملہ کا تابع نہیں ہے مابعد والے میں زیادہ
بیان ہے ماقبل میں کم جھوٹ اور افتراء کلام کے مفہوم سے تعلق رکھتا ہے جو انہیں الفاظ سے نکالا جاتا ہے
اخبار سراج الاخبار ۱۳۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۵ میں یہ شعر کچھ جھوٹے خطوط گھڑ کے خود ہی ÷ یہ بات ہے ملک میں اڑائی
پہونچے ہیں خطوط مجکو بھین سے ÷ فیضی کی ہے ہتک جنمیں پائی ÷ میں ان خطوط[5] کا ذکر ہے جن سے فیضی کی ہتک پائی
گئی ان دو شعروں میں انہیں دو خطوط کا گھڑنا لکھا ہے صفحہ ۵ میں جو اشعار ہیں انمیں صرف انہیں خطوط کا ذکر ہے جن میں فیضی کی

---

[1] حالانکہ آپ اپنے بیان حلفی میں برخلاف اسکے کہہ چکے ہیں کہ وہ آپکا مرید نہیں نزول المسیح والی تحریر کو جھوٹ کہیں یا بیان کو دونوں تو سچے نہیں ہوسکتے ÷ جھوٹ نمبر ۲۷ [2] ساری دنیا جانتی ہے کہ اور کا کلمہ عطف کیواسطے ہوتا ہے۔ لیکن امام الزمان اس سے انکار کرتے ہیں کیوں اسلئے کہ اگر حرف عطف مانیں تو مستغیث کے استغاثہ میں سقم آتا ہے واہ صاحب واہ چہ خوش۔

[3] کس قدر شرم کی بات ہے کہ باوجود ادعا ہمہ دانی کے آپ کی لیاقت و قابلیت کا یہ حال ہے کہ آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ اور کہ میں کہ کس قسم کا ہے ؎ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا۔ جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا۔

[4] یہ مسئلہ مسلم ہے کہ معطوف معطوف علیہ کا تابع ہوتا ہے۔ لیکن مرزاجی کی علمیت پر ہزار افسوس ہے کہ آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ معطوف تابع معطوف علیہ کا ہوتا ہے۔ ؎ چو بانگ دہل ہولم از دور بود۔ بغیبت درم عیب مستور بود۔ مرزائیو کیا اپنے مرشد کی یہ علمی پردہ دری دیکھ کر پھر بھی آپکے اعتقاد میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ [5] اگرچہ آپکا یہ کہنا مستغیث کے مفید مطلب تھا۔ اور آپ ایسا کبھی بھی کہنے والے نہ تھے لیکن مولوی صاحب نے جب دیکھا کہ آپ کسیطرح راستی کیطرف جھکنے والے نہیں ہیں تو انہوں نے یہ سوال کیا کہ ان اشعار کی آپ ترکیب بتائیں تب مرزاجی نے سمجھا کہ ترکیب تو ہوسکیگی نہیں اور مفت کی پردہ دری ہوگی چلو اسکے مفید مطلب بات کہہ کر جان چھڑالو تب آپ یہ بیان کرنے پر مجبور ہو گئے ؎ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔

ہتک پائی جاتی ہے۔ **سوال** جو خط شہاب الدین کا ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے سراج الاخبار صفحہ ۶ پر چھپا ہوا ہے کہ مجکو نہایت افسوس ہے کہ کسی فتنہ باز نے محض شرارت سے یہ چالبازی کی تھی خداوند کریم کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں اس قسم کی عادت سے بیزار ہوں مینے کوئی خط نہیں لکھا جسمیں یہ لکھا گیا ہو کہ مولوی صاحب مرحوم کی موت ایسی ہوئی تو اس عبارت میں راقم خط اس خط کو چالبازی قرار دیتا ہے اور اُسکے لکھنے سے انکار کرتا ہے جو الحکم میں فیضی کی ہتک کے متعلق چھپا یا نہیں وکیل استغاثہ کا اس سوال کی نسبت اعتراض کرتا ہے مگر جو حوالہ پیش کیا گیا ہے اسکی تائید میں وہ اسکی قطعی ممانعت نہیں کرتا۔ اسلئے سوال پوچھنے کی اجازت دی گئی۔ حوالہ جلد ۲۰ الہ آباد صفحہ ۲۲۔

جواب اس خط میں شہاب الدین اسبات سے انکار کرتا ہے کہ کوئی خط میرا بھیجا گیا ہو۔ جو الحکم میں درج کیا گیا۔ جسمیں مولوی محمد حسن کی ہتک لکھی گئی ہو یاد نہیں کہ جسوقت مضمون نظم سنایا گیا تھا۔ اسوقت خط بھی سنایا گیا کہ نہیں مینے شہاب الدین کو ملزم گرداننے جانیکا مشورہ نہیں دیا۔ دستخط حاکم

نوٹ اب پانچ بج گئے ہیں اس لئے پرسوں یہ مقدمہ پیش ہو۔ ۱۸ جولائی ۱۹۰۴ء دستخط حاکم۔

نوٹ ہماری آنکھوں میں درد ہے اسلئے بمواجہ اور سماعت خود مسلخواں سے بیان تحریر کرایا۔ دستخط حاکم ۲۰ جولائی ۱۹۰۴ء

فریقین حاضر۔ مولوی کمال الدین و منشی محمد علی وکلاء استغاثہ۔

گواہ صفائی نمبر ۱۔ باقرار صالح۔ مرزا غلام احمد۔ میں نے کرم الدین ملزم کو کبھی لکھتے ہوئے نہیں دیکھا جس خط کا مینے ذکر کیا ہے اس سے پہلے کوئی خط و کتابت ملزم کے ساتھ میری نہیں ہوئی۔ میں ملزم کے خط پہچان بھی نہیں سکتا۔ بیان مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۰۳ء بمقدمہ حکیم فضلدین بنام مولوی کرم الدین روبرو لالہ چندو لال صاحب مینے سن لیا وہ بیان میرا ہے اور درست ہے۔ ای نمبر ۳ مینے پڑھ لیا ہے اسمیں پہلا خط میرے نام ہے اور دوسرا مولوی عبدالکریم کے نام مینے کوئی خط مشمولہ خط اول ہاتھ سے نہیں لکھا لکھوا دیا تھا۔ مولوی عبدالکریم نے لکھا اسواسطے میں نے کہا ہے کہ میرا قاعدہ ہو کہ انہیں سے یعنی مولوی عبدالکریم سے ہر ایک خط لکھوا دیا کرتا ہوں مجھے یاد نہیں کہ مینے پہلے کوئی خط مولوی عبدالکریم سے لکھوایا ہو اگر لکھا ہو گا تو میری اجازت سے لکھا ہو گا مجھے یاد نہیں کہ کوئی خط میرے نام آیا کہ نہیں۔ کارڈ ڈی نمبر ۵ وہ کارڈ ہے جو مولوی کرم الدین کے خط میں مجکو ملا جو ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء کو لکھا ہے۔ دیکھنے یہ کہا تھا کہ یہ کارڈ ڈی نمبر ۵ پیر مہر علیشاہ کے خط میں پہنچا۔ از نزول المسیح صفحہ ۶۸ سطر ۷ پر یہ

سلہ یہ سبق آپکو حکیم الامۃ صاحب کی شہادت سے ملا ورنہ آپ بھی خطوط شناسی کے دعویدار تھے ... حکیم جی ... کی غلطی بھی کھلتی حکیم جی نے بہت بڑے ادعا خطوط شناسی کے بعد جسقدر سخت ٹھوکر کھائی خطوط کے پہچاننے میں کھائی تفصیل ان کے بیان بمقدمہ فضلدین سے ظاہر ہے حتی کہ عدالت نے اپنے فیصلہ میں بھی اس امر کا نوٹ کیا تھا یہی وجہ ہے کہ امام الزمان خطوط شناسی کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ کی۔ ... حضرت یہ تمیز المعرفہ صداقت ہی جو عدالت کے ذریعہ سے آپکو عطا ہوا ہے۔ مبارک مبارک مبارک آپ نے ٹھیک فرمایا تھا کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ پس جب اب عدالت آپکو تین تمغے عدالت کے بخشتی ہے تو پھر پبلک کا حق ہے کہ وہ حق الیقین کر سمجھے کہ آپکو جھوٹ کہنے میں تامل نہیں ہے۔ حتی کہ بر سر اجلاس عدالت۔ کبھی آپ اس عادت سے باز نہ آئے۔ جھوٹ نمبر ۲۰

عبارت درج ہے۔ اور بلکہ اس نے خود پیر مہر علیشاہ کا دستخطی ایک کارڈ بھیجدیا تھا[1] اس فقرہ میں اس نے سے مراد شہاب دین ہے اس کارڈ سے مرادپی نمبر ۵ ہے ضلع جہلم میں میرے مرید ہیں مجھے زبانی یاد نہیں کہ تحصیل چکوال میں میرے مرید ہیں یا نہیں کتاب ضمیمہ رسالہ انجام آتھم میری کتاب ہے یعنی میری تصنیف ہے مضمون اسکا درست ہے پیسہ اخبار مورخہ ۶ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء میں جو مضمون عبدالعزیز نمبردار بٹالہ کی طرف سے ہے۔ یہ عبدالعزیز میرا مرید تھا پھر برگشتہ ہو گیا جو اسکی طرف سے مضمون[2] ہے وہ میری توہین ہے عبدالعزیز کا دوسرا نام نبی بخش ہے ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۴۱ پر فہرست مریدان میں صفحہ ۷۰ پر دہی منشی چوہدری نبی بخش صاحب معہ اہلبیت بٹالہ درج ہے تھوڑے دنوں سے اس نبی بخش نے پھر توبہ نامہ شائع کیا تھا۔ اب اس وقت باہر آیا ہوا ہے۔

---

[1] نزول المسیح میں آپ لکھ چکے ہیں کہ وہ کارڈ اس نے (شہاب الدین نے) خود بھیجا تھا۔ اور بیان میں آپ فرماتے ہیں کہ مولوی کرم دین نے بھیجا ہوا تھا۔ یا آپکی نزول المسیح والی تحریر جھوٹ ہے یا بیان جھوٹا ہے اسلئے ہم مجبور ہیں کہ ایک اور نمبر آپکے جھوٹوں میں ایزاد کردیں جھوٹ نمبر ۹۲

[2] منشی عبدالعزیز یا نبی بخش نمبردار بٹالہ مرزا صاحب کے وہ مقرب مرید ہیں جنکا نام ضمیمہ انجام آتھم میں آپ نے ۳۱۲ مریدوں میں درج فرمایا ہو۔ جنکو بمنزلہ اصحاب بدر قرار دیا ہے اس بدری صحابی نے جو پوست کندہ حالات مرزا جی اور اُن کے درباریوں کے لکھے ہیں اُن سے مسیحیت کی نسبت کچھ قلعی کھلتی ہے اسلئے اس مرید خاص کا وہ مضمون جو پیسہ اخبار مطبوعہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۱۰-۱۱ پر ہے باصلہا ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ پرچہ شامل مسل ہو چکا ہے " مکرمی ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار ٹاہو۔ السلام علیکم الحکم کے ایڈیٹر نے آپکے ریمارک حقیقت المہدی پر ناراض ہو کر بہت زہر اُگلا ہو۔ اور آپ سے بعض باتوں کے مطالبہ کیلئے زور دیا ہے چونکہ انمیں ایسی باتیں بھی ہیں جنکا جواب میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں اسلئے انکو قلمبند کرکے ارسال خدمت کرتا ہوں آپ براہ مہربانی ان کو اپنے قیمتی پرچہ میں جگہ دیں تاکہ ایڈیٹر الحکم اور اسکے ہمخیالوں کیلئے تسلی کا موجب ہو۔ **اوّل** اپنے راسخ الاعتقاد ہو چکنے کی نسبت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اسکے لئے میں امید نہیں کرتا۔ کہ آپکے پرچہ میں جگہ ہو اسکا مفصل بیان رسالہ الضلال میں ہوگا۔ اسجگہ صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ مرزا صاحب نے کمال محبت کے باعث مجھے اپنے گھر میں وہ جگہ دی ہوئی تھی جسمیں نواب محمد علیخان صاحب ملیر کوٹلہ والے اترا کرتے تھے اور وہ مکان ان کے مکان کی دیوار بدیوار ہے اور اس دیوار میں ایک دریچہ بھی ہے جس سے مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جو میری بیوی سے کمال محبت رکھتی تھیں ہر روز آکر رات تک اس مکان میں بیٹھا کرتی تھیں یہاں تک کہ جب ہم بٹالہ میں تھے تو بیوی صاحبہ دو دفعہ وہاں بھی تشریف لائیں۔ اسکا مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کو بخوبی علم ہے اسکی تصدیق ایڈیٹر الحکم سے بھی کر لیجئے۔ اگر اسکو سچ کہنا گوارا ہو گا تو انکار نہیں کریگا۔ اگر میرے راسخ الاعتقاد ہونے میں کسی قسم کی شیطانی رگ کے ذریعہ فرق آگیا ہوتا اور اب گو وہ جانتا ہے۔ موجودہ خاص الخاص مریدوں میں سے کس کس میں شیطانی رگ ہے جو ہمارے ملک میں مشہور ہے لنگڑے یا کانے میں یہ رگ زیادہ ہوتی ہے) تو مرزا صاحب جو ملہم ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں اور انکی ہر ایک بات وحی تصور کیجاتی ہے ضرور اتفاقی سے اس امر کی ضرور اطلاع پاتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو ہمارے ساتھ ایسا رابطہ نہ کرنے دیتے **دوم** میرے راسخ الاعتقاد ہونیکا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہے

مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جب تمام جوان عورتوں کو جنکی نسبت مرزا صاحب گورداسپور کے مقدمہ میں حلفاً بیان کر چکے ہیں کہ وہ عمر رسیدہ عورتیں ہیں صبح کو ہوا خوری کے لئے نکلتی تھیں تو ان کی حفاظت کا کام میرے سپرد ہوتا تھا اور ایک دفعہ بھی ان عورتوں کے زیور کی حفاظت کیلئے کوئی دوسرا مرد مقرر نہ ہوا اس ریوڑ میں ایڈیٹر الحکم کی بیوی بھی شامل ہوتی تھی۔ اب ایڈیٹر صاحب اسکا جواب دیں سکے مجھ سے بڑھ کر کون راسخ الاعتقاد سمجھا جاتا تھا۔ **سوم** مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ عشا کو بھی کبھی کبھی اپنی ہمجولیوں کیساتھ باغ میں جایا کرتی تھیں اور ان میں ایڈیٹر کی بیوی بھی ہوتی تھی جو کوڈ کبڈی میں شامل ہوتی تھی ایسے پُر خطر وقت میں جبکہ عورتیں زیورات سے لدی ہوئی ہوتی تھیں انکی حفاظت کا کام میرے ذمہ ہی ہوتا تھا ان سب باتوں کا علم ایڈیٹر الحکم کو بھی ہے اگر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کا ذرا خوف بھی ہوا تو جھوٹ نہیں بولے گا۔ پھر جناب مرزا صاحب خدا ان کی عمر دراز کرے موجود ہیں۔ **چہارم** میں اُن کے ۳۱۳ اصحاب کبار میں سے ہوں جنکی نسبت مرزا صاحب کا خیال ہے کہ انکا وہی مرتبہ ہے جو جنگ بدر والوں کا تھا ان ۳۱۳ کی فہرست مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور پھر میرے نام کو چند اور کیساتھ اور بھی خصوصیت سے بیان کیا ہے اس فہرست میں میرا نام درج کرنے کیوقت مرزا صاحب نے ایڈیٹر کو کوئی اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے **پنجم** مرزا صاحب کی بیوی کو میری بیوی کیساتھ یہ محبت تھی کہ انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو میری بیوی کا بیٹا قرار دیا اور میرے لڑکے کو اپنا بیٹا بنایا۔ اس پر انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے زردے اور نمکین پلاؤ کی دیگیں پکائیں اور تمام مریدین قادیان کو دعوت دی۔ ایڈیٹر الحکم نے بھی خوب پلاؤ گوشت سے پیٹ ٹھونسا اور اُسوقت اُسے ذرا خیال نہ آیا کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔ **ششم** جب مرزا صاحب پر ہنری کلارک صاحب نے مقدمہ دائر کیا۔ اور ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بٹالہ میں قیام کیا۔ اور مرزا صاحب نے سب مریدوں کو تار دیا۔ اور سب نے بٹالہ آکر کئی روز ڈیرہ کیا اس وقت بندہ نے ہی سب کی مہمان نوازی کا ذمہ اُٹھایا۔ اور ہر طرح کے اخراجات کو گوارا کیا۔ اس کے علاوہ میرا گھر ہمیشہ مرزا صاحب کے مریدوں کیلئے ہوٹل رہا جو چاہتا قادیاں جاتے وقت بھی ٹھیرتا۔ اور جو چاہتا قادیاں سے آتے وقت بھی وہاں ہی اترتا خواجہ کمال الدین اور مفتی محمد صادق اور کئی ایسے معزز مریدوں کی بیویاں رات کو میرے ہی گھر میں آرام کرتی رہیں اسوقت ایڈیٹر صاحب نے کسی اپنے پیر بھائی کو اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔ **ہفتم** مرزا صاحب نے مجھے سرکاری طور پر اپنا مختار بھی کر دیا تھا اگر ان کو مجھ پر کوئی شک وشبہ ہوتا تو یہ ذمہ واری کا کام میرے سپرد کیوں کیا جاتا اسجگہ یہ منظور نہیں کہ میں اپنی خدمتگذاریاں جتلاؤں خدائے علیم بذات الصدور خوب جانتا ہے۔ اسقدر بیان کرنا صرف ایڈیٹر الحکم کے خیال کے مٹانیکو ضروری تھا۔ کاش وہ مضمون لکھتے وقت جناب مرزا صاحب کا مشورہ لیتے۔ اور معقول بحث کیطرف توجہ فرماتے گیند کے پھاڑنے سے پیشتر ہی نکلیں گے۔ آئندہ احتیاط کو کام میں لائیں اور حسب شرائط حقیقت المہدی کا جواب لکھکر دو صد روپیہ پائیں اب رہا باغ کا معاملہ سو اسکا علم ایڈیٹر صاحب کو بخوبی حاصل ہے خود مرزا صاحب نے اپنے خسر اور بیوی صاحبہ کے کہنے سے باغ کا اہتمام میرے ذمہ ڈالا اور یہ ضرورت انکو اسواسطے پڑی کہ آپکی بیوی صاحبہ کو عورتوں کے ہمراہ باغ میں جانے اور پھل کھانیکا شوق ہوا اور جب باغ میں جاتی تھیں تو ٹھیکہ دار باغ انکو باغ کے اندر نہیں آنے دیتے تھے کیونکہ وہ خود درختوں کے پھل پھول توڑنا چاہتی تھیں اسلئے انہوں نے اپنے نام پر ٹھیکہ باغ میرے سپرد کیا۔ اور جبتک باغ میرے پاس رہا مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ تمام عورتوں کو ہمراہ لاتی رہیں اور اپنے ہاتھوں سے پھل پھول توڑتی رہیں

بلکہ اُنکے وقت ہر ایک عورت جو اُس جو کر خدا کے لیے بھی لیجاتی رہی ہیں ایڈیٹر الحکم کی بیوی لے بھی اُنکے آگے گئی اور مسیح موعود کے ہاں جاتی ہوئیگی ایڈیٹر
صاحب کو بھی معلوم ہے کہ محض مرزا صاحب کی بیوی کی خاطر عزیزوں کے پاس باغ فروخت نہیں کیا تاکہ انکو اور انکے ہمسایوں کو کوئی تکلیف ہو علاوہ اسکے
میں کہ وہاں ہی ہوتے کو روح کو کرکے عام مریدوں کے منہ بھی اُترتے ہیں نمبر کے زیادہ لالچی اُنکے ایڈیٹر صاحب ہی ہونے ہے اسیطرح مرزا
صاحب بھی تسلیم کر سکتے ہیں جیسے مرزا صاحب کے باغ پر صدہا روپیہ لگا کر برباد کر دیئے اور نہ ہی نمبرداری اور زمینداری کا اور خیال نہیں کیا۔ کیا
ایڈیٹر صاحب کو اس قدر واقعات کے بعد بھی خیال نہ آیا کہ میں قادیان میں فائدہ پہنچانیکو گیا تھا یا فائدہ اٹھانیکو وہاں بلا مرزا صاحب کی صحبت سے فائدہ
اٹھایا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سو مرزا صاحب کی صحبت سے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ اُنکے عقاید مخالف اسلام ہیں اور انکا دعوی پیغمبری کا ہے
اور جو اُنکو کافر جانتے ہیں کیا یہ میرے کافی نہیں رہی نماز سو خدا کے فضل سے کبھی ضایع نہ ہوئی ہاں مرزا صاحب محض علمائے اسلام کے سب و شتم
کے تحریر کے وقت بہتر بیشتر نمازیں جمع کر کے ضایع کر دیتے ہیں جسطرح حج جو ان پر فرض ہے اسکو ضروری نہیں سمجھتے ہیں جیسا کہ شیخ رحمت اللہ صاحب اور
مولوی نورالدین جیسے متمول انکو انکو قطعاً معاف کرا دیا ہو یہ شخص جب کیطرف دیکھیے ولایت کو کسطرح بھاگتے اور حج سے کسطرح ڈرتے ہیں نہ کوئی
کبھی مرزا صاحب نہیں دی حالانکہ گھر میں ہزارہا روپیہ کا زیور موجود ہے اور روزے تو جان تو جاکر مریدوں سے چھوڑا دیتے ہیں اگر کسی نے ذرا عذر کر دیا کہ مجھے
فلاں تکلیف ہے تو روزہ کی معافی ہو علاوہ اسکے کبھی آپنے خود امامت نہیں کرائی جماعت کیساتھ نماز پڑھنا میں بڑا ثواب سمجھتا ہوں لیکن سات کو میں
ہمیشہ مکروہ خیال کرتا رہا ہوں کہ مولوی نورالدین صاحب اور محمد احسن امروہی جیسے فاضلوں کو امامت کیلئے اجازت نہ دیجاوے۔ اور ایک ناقص الاعضا شخص کو
امام بنایا جاوے جسکے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ لیکن میں بھی بن بلایا کبھی انکے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں اب ایڈیٹر الحکم بتائیں کہ کتنی نمازیں میں نے
ایسے امام کے پیچھے نہیں پڑھیں میرا اعتقاد وہی ہے جو مرزا صاحب کے بیعت میں داخل ہونے سے پہلے تھا میں خود پنج بنا اسلام پر قائم ہوں اور جو شخص
ہو وہ میرے نزدیک مسلمان ہے میں حدیث کا منکر نہیں ہوں البتہ صرف ایسی حدیثوں کا منکر ہوں جن کے معنے مرزا صاحب من گھڑت کر کے اپنے اوپر لگاتے ہیں
ایک ورق اشتہار حقیقت المہدی بعد ترمیم جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار کی خدمت میں مرسل ہے اسمیں میرے عقیدہ کا مفصل بیان ہے ایک
ورق ایڈیٹر صاحب الحکم کو بھی بھیجدیا ہے۔ خاکسار مولوی عبدالعزیز نمبردار و رئیس بٹالہ ضلع گورداسپور۔

نوٹ - ملزم نے کوئی سوال نہیں کیا۔

بجواب وکیل مستغاثہ خواجہ کمال الدین ۔ پی نمبر ۴ وہی خط ہے جو ڈاک میں میرے نام آیا اور مجھے ملا تھا خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں
میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ جعل میں نے نہیں کیا۔ اسمیں یہ لکھا ہے پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے بلا ملاحظہ جناب کے ملاحظہ
کیلئے روانہ کر دیا جسمیں انہوں نے خود اسبات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چرا کر سیف چشتیائی کی زینت
بڑھائی ہے لفافہ اسکا میرے پاس نہیں ہے خط پی نمبر ۴ میں۔ لکھا ہے کہ کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالب علم نے مجھے
ایک خط رجسٹری شدہ مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے دیا جسمیں پیر صاحب گولڑوی کی سیف چشتیائی کا ذکر تھا۔ میاں شہاب الدین
کو خاکسار نے ہی اس امر کی اطلاع دی تھی اور آخر میں یہ لکھا ہے میاں شہاب الدین کیطرف سے بعد السلام علیکم مضمون واحد ہے
پی نمبر ۳ میں درج ہے دوسرے خط میں گولڑوی کا کارڈ ہے جو اُسنے اپنے ہاتھ سے لکھکر مولوی کرم الدین صاحب کو روانہ

کیا ہے ملاحظہ ہو پیر مہر علیشاہ سے براہ راست میری خط وکتابت نہیں ہے دو لاکھ یا زیادہ میں نے مرید لکھائے ہیں ان میں
سے بہت تھوڑے یعنی دو سو یا تین سو سے کم ایسے مرید ہوں گے جنکو پوری طرح سے میں شناخت کرتا ہوں۔ کتاب تحفہ
گولڑویہ میں نے ۱۹۰۰ء میں لکھنی شروع کی اور اکثر حصہ اسی سن میں چھپ گیا۔ یاد نہیں کس ماہ میں۔ کتاب واقعات
صحیحہ مطبوعہ نومبر ۱۹۰۰ء کا مؤلف منشی محمد صادق میرا مرید ہے۔ اشتہار جو صفحہ ۵۰-۵۲ پر درج ہے وہ میں نے
دیا ہے ان ہی دنوں میں یعنی ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء میں اسمیں درج ہے میں نے پیر مہر علیشاہ کیلئے بطور تحفہ ایک رسالہ
تالیف کیا ہے جسکا نام میں نے تحفہ گولڑویہ رکھا ہے۔ اخبار الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۵ کالم ۳ پر فقرہ ذیل درج ہے
"امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالہ تحفہ گولڑویہ نے ہمیشہ کیلئے پورا کر دیا ہے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۵ پر ۳ ہزار آدمی کا ذکر
کیا ہے" الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۰ کالم ۲ پر ذیل کی عبارت ہے حضرت اقدس وغیرہ وغیرہ اور تحفہ گولڑویہ کی تصنیف
کے کام میں مصروف ہیں تحفہ مذکور ۴۸ صفحہ تک پریس میں جا چکا ہے۔ الحکم مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۴ کالم ۳ پر درج ہے
تحفہ گولڑویہ عنقریب تیار ہوا چاہتا ہے اب خاتمہ لکھا جا رہا ہے امید کیجاتی ہے کہ ۱۵ نومبر تک ختم ہو کر شائع ہو گا
الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۶ کالم ۳ پر درج ہے تحفہ گولڑویہ کا کام آجکل چند روز کے لئے ملتوی ہے اسکے بعد بند پڑا رہا اور
پھر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ تحفہ غزنویہ بھی ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی اور ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ الحکم ۶ جولائی ۱۹۰۰ء صفحہ ۸
کالم اول میں لکھا ہے عبدالحق غزنوی کے اشتہار کی حقیقت کھولنے کیلئے حضرت اقدس نے تحفہ غزنویہ نام ایک رسالہ
چھاپنا شروع فرمایا۔ الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۰ کالم ۲ میں لکھا ہے۔ تحفہ غزنویہ عبدالحق غزنوی امرتسری کے جواب میں
لکھا گیا۔ ایک بینظیر رسالہ ہو گا اس رسالے کا بھی بہت بڑا حصہ طبع ہو چکا ہے تریاق القلوب میری تصنیف ہے ۲۸
اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا اسکے صفحہ ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفحہ ۱۸۹۹ء میں لکھا گیا الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۰ء صفحہ ۳
کالم ۳ پر ایک مضمون شروع ہوتا ہے جس کا عنوان یہ ہے ۱۸۹۹ء پر ایک نظر اسکے نیچے ایک عنوان ہے تصنیفات و تالیفات
اسمیں یہ درج ہے ایسا ہی کتاب تریاق القلوب وغیرہ وغیرہ چھپنی شروع ہوئی ہے۔ میرے مریدوں کی تعداد ۱۸۹۸ء میں بڑھنی
شروع ہوئی اور کثرت خاص کر ۱۹۰۳ء ۱۹۰۴ء میں ہوئی اور اعلان مریدوں کو بیعت میں داخل کرنیکا ۱۸۸۸ء ۱۸۸۹ء میں
کیا تھا۔ کتاب براہین احمدیہ میں الہام ہے جسکو عرصہ قریباً ۲۲ یا ۲۳ سال کا ہو گیا ہے دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا
نے اسکو قبول نہیں کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ حملوں سے مراد طاعون
کا زمانہ ہے الحکم نمبر ۱ جلد ۱ مورخہ ۸ اکتوبر ۱۸۹۷ء اول مرتبہ امرتسر سے شائع ہوا اسکا ساتواں دستور العمل یہ ہے

---

[1] یک نہ شد دو شد جب آپ دو سو یا ۳ سو سے کم مرید دنکو پوری طرح سے شناخت کرتے ہیں تو پھر ضمیمہ انجام آتھم میں ۳ سو
تیرہ مرید دنکے نام لکھ کر انکو اصحاب بدر کے مثل قرار دینا آپکا بے بنیاد اور رجماً بالغیب ہوا۔ اور پھر ان ہزار ہا مریدوں کو جو آپ کی بیعت کر
جاتے ہیں اور چند دن پر جنبہ ہٹ کے چلتے ہیں بیعت فسخ کر دینا چاہیئے جب مرشد جی دنیا میں انکی پوری شناخت نہیں کرتے تو قیامت
میں تو انہوں نے کان پر ہاتھ دھر کر صاف کہہ دینا ہے لا تلوموني ولوموا انفسكم۔ بھائیو غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔

جملہ خط وکتابت وترسیل زر ڈاکخانہ کے قواعد کے مطابق شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر وپروپرائیٹر الحکم امرتسر کے نام ہونی چاہیئے۔ اور انکی دستخطی رسید وغیرہ مصدقہ ہوگی۔ البدر نمبر ۱ جلد ۱۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ پیسہ اخبار ہمیشہ میری مخالفت کرتا ہے۔ ضمیمہ شحنۂ ہند میں بھی میری مخالفت ہوتی ہے۔ جعفر زٹلی ہمیشہ کا مخالف ہے ان اخباروں میں جو الحکم کی مخالفت ہوتی ہے۔ وہ میری مخالفت کیوجہ سے ہوتی ہے الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۳ کالم ۲،۳ میں جو اعلان نسبت خارج ہونے نبی بخش نمبردار بٹالہ کا ہے وہ درست ہے پیسہ اخبار مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۰۱ء میں نبی بخش المعروف عبدالعزیز نے میری مخالفت میں لکھا ہے الحکم ۱۳ ستمبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۱۳ کالم ۳ پر جو جلی قلم سے جو اخبار الحکم کے متعلق ہر قسم کی خط وکتابت خواہ وہ ترسیل زر کے متعلق ہو یا کسی قسم کی شکایت پر مبنی ہو خواہ کسی اصلاح کاری کیلئے ہو وہ خاکسار ایڈیٹر کے نام آنی چاہیئے۔ حضرت اقدس کے نام مطلق نہ ہو۔ کیونکہ حضرت اقدس کو بحیثیت مالک یا مینیجر ہونیکے اخبار سے تعلق نہیں ہے۔

بجواب کرم دین ملزم پی نمبر ۴ کو میں مضمون کے لحاظ سے شناخت کرتا ہوں کہ یہ وہی خط ہے جو کرم دین نے میرے نام بھیجا اور جو نزول المسیح کے صفحہ ۷۵ پر درج ہے۔ لفافہ اس خط کا ضائع ہوگیا یہ خط ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء کا لکھا ہوا تھا اور ۲۵ و ۲۶ جولائی ۱۹۰۲ء کو پہنچا ہوگا۔ جتنے پرچہ اخبار الحکم پیش ہوئے ہیں وہ میرے سامنے طبع نہیں ہوئے۔ ۱۸۹۸ء سے پہلے تعداد مریدان ایکہزار[1] سے بھی کم تھی۔ اور پھر ۱۸۹۹ء میں ۱۰۰۰۰[2] کے قریب ہوئی اور ۱۹۰۰ء میں ۳۰۰۰۰ کے قریب ہو گئی۔ کتاب ضرورۃ الامام ص۴۳ سطر ۲ پر عبارت ذیل درج ہے اس فرقہ میں حسب فہرست منسلکہ ہذا تعداد تین سو اٹھارہ آدمی ہے۔ یہ کتاب میری تصنیف ہے۔ یہ نقل رپورٹ منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپور کا متعلقہ عذرداری انکم ٹیکس تاریخ فیصلہ ۱۷ ستمبر ۱۸۹۸ء ہے ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۳۲ سطر ۸ پر میرے مریدوں کی تعداد ۸۰۰۰[3] لکھی ہے۔ ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء کو یہ تعداد درج ہوئی مجھے ذاتی علم ہے نسبت تحفہ گولڑویہ اور تحفہ غزنویہ کے لکھے جانے اور اکثر حصہ چھپ جانے کے جون ۱۹۰۰ء میں واقعہ ہوا۔ طاعون کا حملہ قریب[4] سال سے شروع ہوا ہے مواہب الرحمن صفحہ ۱۲۰ سطر ۳ کا ترجمہ ذیل ہے باوجود اس کے کہ وہ جماعت ابتدائی دنوں میں

[1] یہ لکھتے ہوئے شاید آپکو شرم آتی ہے کہ کل تعداد مریدان ۳۱۸ تھی جیسا کہ منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار نے بعد کامل تحقیقات کے اپنی رپورٹ میں ظاہر کیا۔ اور جیسا کہ تھوڑی دیر آگے چلکر آپکو اپنے منہ سے قائل ہونا پڑیگا۔ اور نیز آپ کا مخلص حواری ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز رسالہ مذکور جلد ۲ نمبر ۱ بابت جنوری ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۳۸ میں لکھتا ہے کہ ۱۸۹۹ء میں اس فرقہ کی تعداد صرف چند سو تک تھی۔

[2] کیا کوئی صاحب عقل تسلیم کرسکتا ہے کہ ایک مدت دراز کی کوشش کے بعد ۱۸۹۸ء تک تو تعداد مریدان بمشکل ۳۱۸ کو پہنچی لیکن ۱۸۹۹ء میں صرف چند ماہ کے بعد دس ہزار کے قریب پہنچ گئی حالانکہ ۳۱۸ کی تعداد اخیر ۱۸۹۸ء یعنی ماہ ستمبر میں ثابت ہوئی تھی دیکھو رپورٹ تحصیلدار موصوف یہ ایک صریح جھوٹ ہے جھوٹ نمبر ۳۰۔ [3] آپ اپنے پہلے بیان میں تسلیم کرچکے ہیں کہ ۱۸۹۸ء سے پہلے تعداد مریدان ایکہزار سے بھی کم تھی پھر ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء کو ضمیمہ انجام آتھم میں تعداد مریداں آٹھ ہزار لکھنا ایک سیاہ جھوٹ ہوا۔ جھوٹ نمبر ۳۱ *

... سے کے قریب تھی انتہی اور پر یہ درج ہے کہ ہماری جماعت انہیں سالوں میں سنہ ۱۹۰۱ء سنہ ۱۹۰۲ء میں ایک لاکھ تک بڑھ گئی ہے یہ کتاب ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی ہے دستخط حاکم ۔ یہ بیان گواہ نے خود پڑھ لیا اور پڑھکر درست تسلیم کیا اور دستخط کر دیئے ۔ دستخط حاکم ۔

اب ہم حضرت جی کا وہ حلفی بیان درج کرتے ہیں جو آپ نے بمقدمہ ۵۰۰ تعزیرات ہند بحیثیت گواہ صفائی عدالت میں دیا تھا۔

نقل بیان مرزا غلام احمد صاحب گواہ صفائی

حکیم فضلدین ساکن قصبہ قادیان تحصیل بٹالہ مستغیث بنام محمد کرم الدین ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم ملزم جرم زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند　　بیان گواہ صفائی باقرار صالح

مرزا غلام احمد (چونکہ گواہ ملزم کا مخالف گواہ ہے اسلئے اسکو اجازت دیجاتی ہے کہ وہ سوالات بہ شکل جرح کرے) میں مولوی کرم دین کو اسوقت سے جانتا ہوں اور دیکھا ہے اس سے پہلے جب مولوی کرم دین کا ایک خط میرے نام آیا تھا۔ اُسوقت مجکو معلوم ہوا تھا۔ کہ کرم دین ہے۔ مگر میں خط سے یہ نتیجہ نہیں نکالتا تھا۔ کہ وہ اُسکا خط ہی ہے کوئی ایسا طریقہ نہیں نکلا جس سے معلوم ہو سکے کہ خط کے لکھنے والا وہی ہے جسکا وہ لکھا ہوا ہے یہ الہام انی مہین من اراد اہانتک کئی سال پہلے مجکو ہوا تھا۔ یعنی ان مقدمات سے کئی سال پہلے ہوا ۔ یہ پیشین گوئی من کان للجواب ذا ترفسوف یری انہ تندم وتذمر فیضی مرحوم کی نسبت نہیں ہے یہ اس شخص کی نسبت ہے جو اعجاز المسیح کا جواب لکھے۔ پہلا الہام عام

ا‍ے کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ۔ جادو وہ جو سر چڑھکے بولے ۔ آپکی یہ تحریر تو ثابت کرتی ہے کہ واقعی سنہ ۱۸۹۷ء اور سنہ ۱۸۹۹ء میں تعداد مریدان سو کے قریب تھی۔ کیونکہ ترقی تو بقول آپ کے سنہ ۱۹۰۰ء سے شروع ہوئی اور اس سے پہلے کے سال ابتدائی دنوں میں شمار ہیں حالانکہ آپ تو اپنے حلفی بیان میں ابھی کہہ رہے تھے کہ سنہ ۱۸۹۹ء میں سو ہزار کے قریب تھی اور پھر سنہ ۱۹۰۰ء میں ۳۰ ہزار ہو گئی ۔ ک اب اپنے منہ کو تائیل ہونا پڑا کہ ترقی سنہ ۱۹۰۰ء سے شروع ہوئی ہے تو پھر سنہ ۱۸۹۹ء یا سنہ ۱۸۹۷ء کی تعداد بیان کردہ تعداد کے جھوٹا ہونے کے تو آپ خود ہی قائل ہو گئے ۔ شرم ۔ شرم حضرت مرزاجی کی راستبازی کا اسی سے قیاس کر لینا چاہیئے کہ مریدان کی تعداد بتانے میں کسقدر جھوٹ کو اپنے کام لیا اور اسے بیانوں میں انکو اپنے جھوٹوں کو تسلیم کرنا پڑا پھر ایسا ہی سمجھنے کہ انکے دعاوی بھی سارے کے سارے جھوٹے ہیں جب ایک امر میں ایک شخص کا جھوٹ ظاہر ہو جائے اسکی راستبازی مشتبہ ہو جاتی ہے کجا یہ بات کہ جھوٹوں کے نمبر ۲۳ سے بڑھ جائیں ۔ یہ تو صرف ایک چٹھی اور ایک بیان کے جو بمقدمہ یعقوب علی ہوا ہے دکھائے گئے ہیں جو آپکا دوسرا بیان بمقدمہ فضلدین ہوا ہے اس میں اس سے بھی زائد جھوٹ ثابت ہوتے ہیں کیا یہی صداقت تھی جس پر ہمیشہ مرزاجی فخر کرتے ہیں اور بڑے زور سے اپنی تصانیف میں دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بھر میں کبھی کوئی جھوٹ نہیں کہا ۔ ۱۳ جھوٹ تو ایک تفصیل سے اوپر ثابت ہو چکے ہیں اگر باینہمہ آپ پھر بھی سچے اور راستباز ہیں ۔ تو آپ کی راستبازی کو ہمارا سلام ہے۔

ئ‍ے یہ بھی دروغ محض ہے رپورٹ مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ء میں تعداد فرقہ احمدیہ کل ۱۳ سو درج ہے ۔ دیکھو رپورٹ سرکاری صفحہ ۱۴۳ پیراگراف ۲۹ اور سرکاری تحقیق کے مقابلہ میں تعداد مریدان کے متعلق مرزاجی کے سخت متناقض اور اٹکل پچو اقوال کوئی قدر نہیں رکھتے ۔

ع‍ے مرزا کیو غور کرنا کہ مرشد جی کیسے صاف مکر گئے ۔ باوجودیکہ اخباروں اور تصنیفوں میں شور مچا چکے ہیں کہ فیضی ہماری دعا کا نشانہ ہو کر مر گیا ۔ اب عدالت میں اسکی تسلیم سے چوکتے ہیں ۔ کیا راستبازی اسی کو کہتے ہیں۔

مگر جو شخص ہماری واقعی اہانت کرے اسکی نسبت وہ خاص الہام ہے یعنی اس شخص کو نفس الامر میں ایک فعل اہانت کا صادر
ہووے۔ فعل میں اہانت بذریعہ تحریر بھی داخل ہے خطایی نمبر ۲ کے مضمون کو ان الہامات کا کچھ تعلق نہیں پایا جاتا۔ اس خط
میں کوئی اہانت نہیں ہے اور نہ مقابلہ ہے اس خط میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے جو ان الہامات سے کچھ تعلق رکھتا ہو
اس خط کے مضمون کی تصدیق کیواسطے میں نے[1] کوئی آدمی نہیں بھیجا مگر مشورہ کے طور پر مجھ کو حکیم فضلدین نے کہا کہ اس
کارروائی میں میرا فائدہ ہے کیونکہ اس کتاب نزول المسیح میں زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے میں نے انکو کہا کہ آپکے[2] اختیار
ہے کہ آپ جائیں کتاب نزول المسیح کا مصنف میں ہوں اسکی تصنیف میں اپنے طور سے اپنی طرف سے کرتا تھا مگر اگر
کوئی امر نیا پیش آوے جو میری کتاب کو زیادہ مفید بنا سکتا ہوں میں اسکو بھی لیتا ہوں

سوال اس کتاب میں آپ نے آدردں سے اس طور پر مدد لی ہے جیسا کہ آپ نے اوپر بیان کیا ہے؟
جواب میں نے[3] جب کرم دین کا خط آیا تھا تو اس خیال سے کہ اسکا خط صحیح ہوگا۔ وہ تذکرہ نزول المسیح میں کیا تھا
مگر جب سراج الاخبار (خود بخود[4]) میں اس نے اسکے برخلاف لکھا تو وہ میرا خیال قائم نہ رہا۔ بعض[5] باتیں میرے حافظہ
سے فرو ہو جاتی ہیں میں انکو بتلا نہیں سکتا۔ فرو ہو جانیکی وجہ استغراق روحانی اور ضعف دماغ[6] ہے سوال[7] دونوں
الہام آپکے سچے ہوئے یا نہیں؟ بہ متعلق مولوی محمد حسن اور پیر مہر علیشاہ؟ جواب پہلے[8] میں نے قبل سراج الاخبار
کے شائع ہونیکے خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام سچے ہو گئے ہیں مگر سراج الاخبار کے شائع ہونیکے بعد میں نے[9] یقین

[1] فضلدین ستغیث اور حکیم نورالدین گواہ مرشد جی کے بیان کی تکذیب میں صاف لکھاتے ہیں کہ مرزا جی کے حکم کی تعمیل کے لیے فضلدین
بھیں کو گیا دیکھو بیان ستغیث و بیان مولوی نورالدین گواہ۔ لیکن مرزا جی بیان فرماتے ہیں میں نے کسی کو نہیں بھیجا۔ مرشد جی اس میں
یہ تناقض کیوں؟ کوئی منصف مزاج بتا دے ان میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ [2] مرحبا۔ سوال و جواب کو بغور دیکھیے
اور پھر انصاف کیجیے کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان والا معاملہ ہے یا نہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ نزول المسیح میں آپنے دوسروں
سے مدد لی ہے یا نہیں لیکن مرزا جی اس سوال کا جواب و نعم سے نہیں دیتے کچھ اور ہی راگ گانا شروع کیا۔ جواب کیوں دیں تصنیف کی
قلعی کھلتی ہے اور جو الزام سرقہ کا دوسروں پر لگاتے ہیں اسکے خود ملزم بنتے ہیں ہائے غضب کیا انشا پردازی کا یہی کیلم ہے اور دلکا
تکتمو الشہادۃ کی یوں ہی تعمیل کیا کرتے ہیں یہ خوش [3] کورٹ کا خود بخود والا نوٹ قابل غور ہے پوچھو مطلب کی باتیں ہائی کورٹ
ہیں لیکن سائل کے سوال پر التفات نہیں ہوتی؟ [4] کیا ایسے کمزور حافظہ والا نبوت کا استحقاق رکھتا ہے ہرگز نہیں نبی کے لئے
حافظہ کی قوت ضرور ہے تاکہ تبلیغ میں فرق نہ آئے [5] ٹھیک فرمایا ضعف دماغ ہی نے تو یہ آفت دنیا میں برپا کی۔ آپکا
دماغ صحیح ہوتا تو کبھی آپ مسیحیت مہدویت وغیرہ کی سودا نہ کرتے خدا رحم کرے۔ [6] اس جواب میں طبیعت کی ساری
قلعی کھل گئی۔ واہ صاحب واہ الہام کیا ہے موم کی ناک ہے جدھر چاہو پھیر دو۔ [7] جب آپ کو اپنے
الہام کی غلطی پر یقین ہو لیا۔ تو پھر مواہب الرحمن میں یہ الہام ۱۴ جنوری کو شائع کرنا آپکی دیانت پر حرف لاتا ہے

کرلیا کہ یہ میری رائے غلط نکلی کیونکہ پیشین گویاں کا مصداق قائم کرنا اکثر رائے سے ہوا کرتا ہے یہ بات صرف لڑکے کے
متعلق ہے نفس پیشگوئی کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ سوال ان دو پیشین گویوں کا مصداق اور میعاد کچھ لڑکے
ہے یا کہ اور کوئی چیز بھی ہے۔ جواب چونکہ یہ دونو پیشین گویاں مجمل ہیں اسلئے محض رائے سے خیال کیا گیا کہ انکا مصداق
اور میعاد صرف رائے قرار دیگئی۔ سوال کس کی رائے۔ جواب یہ میری رائے تھی کرم الدین کی تحریک سے اسوقت تک
جبتک اُسکا بیان مخالف سراج الاخبار میں شائع نہیں ہوا تھا۔ سوال جو مضمون نزول المسیح کے حاشیہ صفحہ ۷۶ سے
لیکر صفحہ ۸۱ تک ہے یہ آپنے کس بناء پر لکھا۔ خطوں کی بناء پر یا کسی اور بناء پر۔ جواب کرم الدین کے خط اور شہاب الدین
کے خط کی بناء پر لکھا۔ اور ایک کارڈ کی بناء پر جو کرم الدین کے خط میں ملفوف تھا جس کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ
کارڈ پیر مہر علی کا ہے مجکو یاد نہیں ہے کہ اعجاز المسیح کے حاشیہ کے نوٹوں کی نقلیں مجکو مل چکی تھیں کہ نہیں مگر مجکو انکی
نسبت خبر ملچکی تھی۔ صفحہ ۷۰ کی عبارت خطوں کی بناء پر ہے۔ خطوں[1] پر یقین کرکے ایسا لکھا گیا۔ اُنسے استنباط کیا گیا
سوال وہ کونسے خطوط ہیں۔ جواب پی نمبر ۳ اور پی نمبر ۴ خطوط سے استنباط کیا تھا۔ سوال ۶ اکتوبر کا سراج الاخبار
آپنے کب پڑھا۔ جواب میرے[2] پاس سراج الاخبار نہیں آتی ہے کچھ دیر کرکے آئی ہوگی۔ اور پھر مجکو اطلاع ہوئی ہوگی
الحکم میں نہیں پڑھا کرتا۔ سوال۔ تحفہ ندوہ ان واقعات کے بعد یعنی واقعات مندرجہ سراج الاخبار مطبوعہ ۶ اکتوبر
سنہ ۱۹۰۲ء آپنے لکھا کر کیا۔ جواب تحفہ ندوہ میں[3] نے ۶ اکتوبر کو لکھا۔ ساتھ ہی چھپ گیا۔ سوال اس
کتاب تحفہ ندوہ کی اشاعت ۶ اکتوبر کے سراج الاخبار کے مضمون کی اطلاع ہونیکے بعد ہوئی یا پہلے۔

[1] پہلے ابتدائی بیان میں آپ لکھا چکے ہیں کہ "میں خط کا نتیجہ نہیں نکالتا تھا کہ وہ اُسی کا خط ہے" اب بیان اگر خطوں پر یقین ظاہر
کرتے ہیں کیا کریں حافظہ کا قصور اور ضعف دماغ کی مجبوری [2] فضل دین اور عبدالکریم سراج الاخبار ۶ اکتوبر کا دو تین
دن کے بعد مرزا صاحب کی مجلس میں پڑھا جانا بیان کرتے ہیں مرزاجی بیان کچھ بدلنا چاہتے ہیں [3] ہم اس جواب کی
طرف ناظرین باانصاف کو خاص توجہ دلانا چاہتے ہیں اور مرزاجی کی صداقت کی قلعی اُنہی کی تحریر سے کھولنا چاہتے ہیں اس موقعہ پر مرزاجی
کتاب تحفہ ندوہ کی تصنیف لکھائی چھپائی اشاعت سب کی تاریخ ۶ اکتوبر کا دن بیان فرماتے ہیں لیکن تحفہ ندوہ پکار کر کہی رہی ہے کہ میرا
مصنف مقدمہ بنانے کیلئے جھوٹ لکھ رہا ہے میری تصنیف تو ۴ اکتوبر کو شروع ہوئی ہے اور ۵ اکتوبر کو ختم [illegible]
صفحہ [illegible] شروع سطر میں صاف لکھا ہے آج ۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار مجھے ملا اخیر صفحہ پر لکھا ہے المؤلف مرزا غلام احمد ۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور اخیر صفحہ پر لکھا
المؤلف مرزا غلام احمد قادیانی ۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء جس سے صاف ثابت ہوا کہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

جواب ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو کتاب تحفہ ندوہ شائع ہوئی۔ مواہب الرحمن جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی اس سے پہلے لکھی گئی تاریخ لکھنے کی یاد نہیں ہے کیونکر بشریت ساتھ ہے مجکو اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ کب کتاب چھپی میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کب لکھی گئی اور کب شروع ہوئی البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جب جہلم گیا تھا تو اسوقت یہ کتاب ساتھ گئی تھی یعنی چھپی ہوئی تھی صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمن میں دیکھا اسمیں کرم الدین کا حوالہ ہے مقدمہ کا ذکر نہیں ہے مگر اگلے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے جو کرم الدین کیطرف سے ہے۔ سوال ابھی آپنے فرمایا تھا کہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے اخبار سراج الاخبار جہلم کا مضمون معلوم ہونیکے بعد مجھے یقین ہوگیا تھا۔ کہ میری رائے یا میرا اجتہاد دربارہ صداقت و الہامات کے غلط ہے تو کتاب مواہب الرحمن کے اندراج صفحہ ۱۲۶ و ۱۲۷ کا کیا جواب ہے جواب مجھے معلوم نہیں ہے کہ سراج الاخبار میرے پاس کب پہنچا۔ اور کب اسکے مضمون سے مجکو اطلاع ہوئی ماسوا اسکے جیسا کہ مینے پہلے خطوط پر یقین کر لیا تھا ویسا ہی سراج الاخبار پر ایک خیالی یقین تھا اگرچہ وہ خیال غالب ہوا مگر عدالت کے ذریعہ اسکا تصفیہ کرانا ضروری تھا اسلئے قطعی طور پر مجھے انکار نہیں ہوا۔ کہ شاید خطوط مرسلہ کرم الدین حقیقت میں سچے ہوں اور اس کا بھی انکار نہیں تھا کہ شاید مضمون سراج الاخبار سچا ہو۔ سوال یقین اور خیالی یقین کے کیا معنے ہیں یقین تین قسم کا ہوتا ہے۔ اول علم الیقین جیسے ایک جگہ دھواں اٹھتے دیکھیں تو خیال ہوگا۔ کہ یہاں آگ ہوگی۔ اسکو خیالی یقین کہتے ہیں دوسری قسم عین الیقین جب ہم آگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تیسری قسم حق الیقین ہے کہ آگ میں اپنا ہاتھ ڈالکر دیکھ لیں کہ جلانیوالی شے ہے پس عین الیقین اور حق الیقین عدالت کے [1]

[1] یہاں تو آپکی غرض سراج الاخبار ۶ اکتوبر سے جتجاہل کی ہو اسلئے فرماتے ہیں کہ مواہب الرحمن کو جنوری میں چھپی مگر لکھنے کی تاریخ یاد نہیں۔ سے بھی ممکن ہے کہ سراج الاخبار ۶ اکتوبر کی اطلاع سے پہلے کی لکھی ہو۔ لیکن جب مقدمہ جہلم میں آپکا استغاثہ بحیثیت ملزم ہوا تو ثبوت اسباب کی ضرورت پیش آئی کہ اس کتاب کے صفحہ ۱۲۹ کی تحریر جسکی بنا پر ایک استغاثہ دائر ہے سراج الاخبار ۶ اکتوبر کی اطلاع کے بعد کی ثابت کیجاوے تو وہاں آپنے کہدیا کہ یہ تحریر ۱۰ جنوری کی لکھی ہوئی ہے کیا ہیر ایر پھیر کرنا استبازی کا تقاضا ہے۔ [2] حضرت واہ خیالی یقین کی قسم نرالی ہی ایجاد فرمائی ہم تو سنا کرتے تھے کہ جہاں یقین آجائے وہاں خیال وہم کی گنجائش نہ رہ سے بحر رہ یقین پردہ ہا خیال لیکن چودہویں صدی کے بناوٹی مسیح نے جہاں دنیا کو اور نئی نئی ننکوفے سنائے بھی خوب ہی نئی گھڑت سنائی مرزا مولوی مسیح صاحب کی اس قابلیت کی ضرور داد دیجئے گا۔ [3] بہت اچھا یا ایک ملہم من اللہ مرعی رسالت بھی کسی فیصلہ کیلئے عدالت کا محتاج ہے باوجود یکہ دعویٰ یہ ہو کہ آپ خود بدولت دنیا میں حکم عدل ہوکر آئے ہیں مرزاجی سچ فرمائیگا کہ دینی امور کے فیصلہ کیلئے کتاب اللہ اور سنت الرسول کو چھوڑ کر کونسی عدالت میں رجوع فرمائیگا۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ کا تو حکم ہے فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ومن لم یحکم بما انزل اللہ الخ۔ مرزاجی یہاں تو آپ عدالت کو حق الیقین کا ہادی مانتے ہیں لیکن تصنیفات سے کچھ اور ہی ظاہر ہے جیسا کہ آپکا مخلص حواری مولوی عبد الکریم اپنی کتاب سیرة المسیح میں عدالتوں اور اسکے متعلقین کی نسبت یوں رقمطراز ہیں ص ۳۰۔ کچہریاں مقدمہ بازی نے تقویٰ۔ دیانت امانت اور اخوت اور ہمدردی ان سب خلاق فاضلہ کا خون کر دیا ہے۔ اور گھر گھر اور کوچہ بکوچہ اور گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں بنی آدم کے لباس میں گرگ پلنگ اور گیدڑ اور کتے پیدا کر دیئے ہیں اپیل نویس عرضی نویس عموماً وکلاء بیرسٹر مختار مقدمات کی ترغیب دینے میں ستا صورتوں میں کہاں خدا کا خوف دلوں میں سمائے ہر ایک مکان میں دکانیں آخر کار دار الامان بھی اس سے بچا نہ رہا) مقدمہ بازی کیلئے رات دن جھوٹے منصوبے اور مشورے ہوتے ہیں۔ اور دین اور کار دین تمام چھوڑا گیا۔ دیباچہ سیرة المسیح صفحہ ۸۔ حکام اور سرکار اور وہ لوگ کہ علام میلان متاس علی دین ملوکہم چونکہ حکام محض فسادی اور دنیا داروں کے کیڑے ہیں۔ اور خدا اور معاد سے انکو ذرا بھی تعلق نہیں اسلئے ضروری ہے کہ رعایا پر بھی وہی اثر پڑے لاجرم اکثر افراد رعایا کے سر بسر کلاب دنیا ہوگئے ہیں۔ ایضاً صفحہ ۹ جائے غور ہے کہ دوسروں کو تو مقدمہ بازی سے منع کیا جاتا ہے اور حکام کو بدظن کیا جاتا ہے اور جب اپنی مقدمہ بازی کی نوبت آتی ہے تو اسکو جہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عدالتوں کے ذریعہ حق

ذریعہ سے میسر آتے ہیں کرم الدین کے جب خط آئے تھے انکے مینے خیالی تعین سے یقین کیا تھا۱ سوال جب ۳۰ اکتوبر کا
سراج الاخبار آپکو معلوم ہوا تو خطوں اور اخبار کی نسبت وزن کرنے یعنی مقابلہ کرنے میں آپکا کیا خیال یعنی کیسا یقین پیدا ہوا
یعنی مقابلتاً ان دونوں میں سے کون سچ ہے اور کون جھوٹ۔ جواب اگرچہ ہم سراج الاخبار کے شائع ہونیکے بعد قطعی
فیصلہ نہیں کر چکے بلکہ صرف کشمکش میں تھے لیکن یہ ترجیح سراج الاخبار میں پائی گئی۔ کہ جو خطوط مجکو بھیجے گئے تھے وہ ایک
خفیہ کارروائی تھی جس کی نسبت کرم الدین نے بار بار تاکید کی تھی کہ اسکو ظاہر نہ کرنا لیکن سراج الاخبار میں کھلے طور پر شائع
کیا کہ میں نے انکو دہوکہ دیا اسلئے ہم کو سراج الاخبار کے مضمون کو مجبوراً ترجیح دینی پڑی مجکو کچھ یاد نہیں۲ ہے کہ دربار شام
مندرجہ الحکم مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کوئی ذکر نسبت مضمون مولوی کرم الدین کا ہوا کہ نہیں کیونکہ صدہا باتیں ہوتی ہیں
الحکم میں دربار شام کی بابت کئی غلطیاں ہوجاتی ہیں کچھ نا سمجھی سے سہو ہوجاتا ہے کہ ایک تقریر پوری یاد نہ رہے
ادہوری لکھ دی مجھے یاد نہیں ہے کہ الحکم میں کبھی خلاف واقعہ دربار شام کی بابت لکھا ہوا ہو۔ اگر درستی کرنا ضروری
سمجھوں تو درستی کردوں۔ اگر ضروری نہ سمجھوں تو نہ۔ سوال الحکم مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۱۰ پر جو مضمون نسبت وفات
محمد حسن وپردہ دری پیر گولڑوی چھپا ہے جو کچھ اسمیں آپکی نسبت لکھا ہے کہ آپنے فرمایا سچ ہے۔ جواب۔ مجکو یاد نہیں۳
ہے تحفہ گولڑویہ میری تصنیف ہے یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ پیر مہر علیشاہ کے مقابلہ پر لکھی ہے یہ کتاب سیف
چشتیائی کے جواب میں نہیں لکھی گئی۔ سوال جن لوگوں کا ذکر صفحہ ۴۸ لغایت ۵۰ اس کتاب میں لکھا ہے آپ ہی
اسکا مصداق ہیں جواب خدا کے فضل اور رحمت سے میں اسکا مصداق ہوں۔ سوال ان روحانی طاقتوں کو
کام میں لاکر جس سے جھوٹے اور سچے میں شناخت کیجاتی ہے آپنے کرم الدین کے دونوں خطوں کو پرکھا یعنی پڑتال
اور مضمون مندرجہ سراج الاخبار جہلم اور نیز نوٹ ہائے مندرجہ حاشیہ اعجاز المسیح؟ جواب میں نے۴ نہ ان صفحات میں اور نہ کسی
اور جگہ کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میں عالم الغیب ہوں۔ سوال صفحہ ۲۹ پر نمبر ۱ سطر ۶ کے جو مضمون چلتا ہے وہ آپکی اپنی نسبت
لکھا ہے؟ جواب میں اس مضمون کو اپنی طرف منسوب کرتا ہوں صفحہ ۸۹ پر بھی جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی نسبت لکھا ہی
سوال بلحاظ اندراج صفحات ۲۹-۳۰-۴۸-۴۹-۵۰-۸۹ تحفہ گولڑویہ آپنے کرم دین کے خطوں کو اور محمد حسن کی
تحریر کو پرکھا؟ جواب ایسی۵ عام طاقت کا میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا سوال جو طاقت چند پیسوں کے کھوٹے

۱ے کیسا پر لطف جملہ ہے خیالی تعین سے یقین کرنا کیوں جی کبھی پہلے بھی آپنے سنا ہے ۲ے آپکا کمزور حافظہ اسوقت پر آپکی یاد دہی ایک بہت بڑا واقعہ
زائل کرتا ہے جو کہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں شائع ہو چکا ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک لطیف مضمون سراج الاخبار ۱۳ اکتوبر کی تردید میں شام
کے دربار میں حضرت جی کو سنایا گیا اور آپنے ازبس پسند کیا تعجب ہے کہ ایسا واقعہ مسیح الزمان کے حافظہ سے ایسا زائل ہو جاتا ہے۔ کہ باوجود یاد دہانی کے بھی
یاد نہیں آتا اور الحکم کے لکھے ہوئے پر بھی بے اعتباری ہے اور تو خیر مرزا جی کے درباریوں خصوصاً ایڈیٹر الحکم کو بادب پوچھا جاتا ہے کہ انصاف سے بتائیں کہ
مرزا جی کا یاد نہیں ہے کا عذر آپکے نزدیک بھی ٹھیک ہو۔ ۳ے بیشک ایسے موقع پر نسیان پڑھنے سے ہی کام نکلتا ہے یاد رکھا ہے کو ہو حافظہ
جو کمزور ہوا۔ ۴ے افسوس سوال کا جواب ہرگز نہیں دیا گیا۔ ۵ے یہاں بھی سوال کا جواب نہ دیا۔

ہیروں پر برتی گئی تھی۔ اور جس سے وہ ہیرے شناخت کئے گئے تھے وہ عام تھی یا خاص؟ جواب۔ خاص طاقت تھی کبھی انسان
دھوکہ کھالیتا ہے۔ اور اپنی فراست سے ایک بات کی تہ تک پہنچ جاتا ہے۔ **سوال**۔ روحانی طاقت سے جو کچھ غیب ظاہر ہوتا
ہے اسمیں غلطی ہوتی ہے۔ جواب۔ آپ نے اپنے رسالہ دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ صفحہ ۷ پر بسطر ۸ تمام دنیا کو چیلنج کیا ہے
یا نہیں؟ کہ اگر تم کو میری بات میں یا میری اخبار غیب میں جو خدا کی طرف سے مجکو پہنچتی ہیں شک ہے تو میرے ساتھ مقابلہ کرلو؟
جواب۔ میں نے چیلنج کیا ہے مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ میں ہر ایک بات میں عالم الغیب ہوں۔ مقابلہ کیوقت میں ضرور خدا
مجکو غلبہ دیگا۔ **سوال**۔ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ پیر مہر علیشاہ بجائے اسکے مجھ پر الزام سرقہ لگاتا ہے خود تمام و کمال کا سارق
بنگیا ہے یہاں آپ نے کسی اطلاع پر لکھا تھا۔ یا خود ہی فیصلہ نوٹوں کا کیا تھا۔ جواب۔ میں نے[1] میاں کرم الدین کی اطلاع پر لکھا
تھا مجھے نوٹوں کے مقابلہ کرنیکا موقعہ نہیں ملا اور نہ مجھے فرصت تھی میں نے اعجاز المسیح میں کئی جگہ پیر مہر علیشاہ کو چیلنج
کیا ہوگا کہ وہ اسکا جواب لکھیں میں نے صفحہ ۲۲ و ۱۹ میں یہ چیلنج کیا ہے۔ مطبع ضیاء الاسلام میرے خیال میں ۱۸۹۵ء سے جاری
ہوا۔ میں نے[2] جاری نہیں کیا حکیم فضل دین اسکا مالک تھا۔ ۱۸۹۵ء سے لیکر آجتک وہی مالک ہے اسکے نفع اور
نقصان کا وہی ذمہ وار ہے۔ صرف یہ بات ہے چونکہ وہ میرا مرید ہے اسلئے بغیر نفع لینے کے میری کتابیں اصل لاگت
پر چھاپ دیا کرتا ہے اشتہارات سنت چھاپ دیتا ہے ابتدا سے ایسا ہی چلا آتا ہے۔ کسی مطبع کیساتھ قادیان میں سوائے
چھپوائی کے اور کوئی تعلق نہیں ہے اجنبی پریس میں نفع بھی دینا پڑتا ہے ۱۸۹۲ء میں ایک دفعہ اشتہار دیا تھا کہ لوگ
مطبع کے لئے چندہ دیں تاکہ مطبع تیار کیا جاوے اور کچھ روپیہ بھی آیا تھا۔ مگر وہ بات ملتوی رہی وہ روپیہ کسی اور جگہ
خرچ کیا گیا جو بیان[3] میرا روبرو تحصیلدار صاحب بٹالہ بمقدمہ عذرداری انکم ٹیکس (آر نمبر ۱۶) میں نے پڑھا اسمیں جو مطبع کا
ذکر ہے اس سے مراد یہی ہے کہ جو مطبع میں کتابیں چھپوائی جاتی ہیں۔ مطبع[4] عربی لفظ ہے جس کے معنے چھپوائی ہے
اور جائے طبع بھی ہے لفظ مطبع جو اس بیان میں آتا ہے اس سے مراد چھپوائی ہے آمدنی مطبع سے مراد کتابوں کی فروخت
کی آمدنی ہے۔ آمدنی مطبع سے مراد آمدنی فروخت کتب سے ہے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو دفتر میں کتابیں تھیں۔

[1] کسی خط میں ہرگز یہ درج نہیں ہے کہ پیر صاحب ساری کتاب کے سارق ہیں اگر ہے تو بتایئے۔ [2] پھر مولوی عبدالکریم صاحب کیوں اپنے
بیان میں لکھاتے ہیں کہ پہلے یہ مطبع مرزا صاحب کا تھا حالانکہ وہ ثقہ حواری ہیں [3] ناظرین مرزا صاحب کا بیان متعلق انکم ٹیکس غور سے پڑھیں
خصوصاً جہاں مطبع کا حساب کتاب لکھایا ہے۔ اور پھر اس بیان سے مقابلہ کریں [4] مطبع کا معنی چھپوائی کرنا بھی خوب گھڑا ہے ناظرین بشرط
انصاف کہیں گے۔ آجتک کسی لغت میں آپ نے بھی یہ نرالا معنی سنا یا اس لفظ کو اس معنے سے کہیں کسی نے استعمال کیا مرزا جی تناقض بیانات کو رفع کرنے
کیلئے غضب کی چالاکی کیا چلاتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ مجلس میں بڑے بڑے فاضل موجود ہیں وہ آپکی اس لغو تاویل پر افسوس کرتے ہیں اچھا
یہ بھی سہی مطبع کا معنی چھپوائی ہی لیجئے۔ لیکن اس بیان میں تو آپ نے رد کیا اسفنجیا۔ سنگساز۔ کاپی نویس۔ پریسمین
وغیرہ کی تنخواہوں کی میزان بھی لگائی ہوئی ہے۔ اس کی کیا تاویل فرمائیں گے۔ ۱۲

انکی فروخت سیکے کسی آدمی کے ذریعہ ہوتی تھی۔ مگر سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد پھر میں نے یہ انتظام کیا کہ یہ تمام کتابیں حکیم فضلدین کے سپرد کردیں۔ اور انکو یہ فہمائیش کی کہ میں ان کتابوں کی قیمت آپ سے نہیں چاہتا۔ تم ان کتابوں کی وقتاً فوقتاً فروخت کرکے اپنے مطبع کو جو ہمارے سلسلہ کی خدمت کرتا ہے ترقی دو۔ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے میری کتابیں مطبع ضیاء الاسلام میں چھپتی تھیں اور میری لاگت سے چھپتی تھیں سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے مطبع ضیاء الاسلام میں جہاں تک میرا علم اور خیال ہے میری ہی کتابیں چھاپتے تھے۔ شاید اور کوئی کتابیں بھی چھاپتے ہوں۔ اور اسکا مجکو علم نہیں ہے۔ مختلف آدمیوں کی معرفت میری کتابیں فروخت ہوتی تھیں میں ان کے نام نہیں بتا سکتا۔ خریداران اکثر حکیم فضلدین کو کتاب کیواسطے لکھدیتے تھے اور بعض مجکو لکھدیتے تھے کتابوں کی چھپوائی پر مریدوں کی آمدنی سے خرچ ہوتی تھی۔ نزول المسیح کی چھپوائی کیواسطے سیّد ناصر نے صرف[1] اُن کتابوں کی چھپوائی کیلئے جو میری طرف سے چھپتی تھیں پانچسو روپیہ یا کم وبیش دیا تھا۔ کچھ اور روپیہ بھی اسپر لگایا گیا تھا۔ یہ روپیہ بھی آیا تھا۔ میں یہ تخمینہ نہیں کرسکتا کہ اگر ۷۰۰ جلد تیار ہوجاتی تو اس پر کیا لاگت آتی۔ میری نیّت یہ تھی کہ نزول المسیح مفت شائع کروں۔ مگر اگر متمول آدمی قیمت دیدیں تو میں لے لیتا ہوں اور اشاعت پر ہی خرچ کرتا ہوں کبھی کوئی روپیہ بچگیا تو دوسری کتاب کی اشاعت پر خرچ ہوجاتا ہے مجکو تاریخ یاد نہیں ہے کہ نزول المسیح کب چھپنی شروع ہوئی مجکو علم نہیں ہے کہ جو مضمون میں نے سرقہ شدہ نوٹوں پر لکھا ہے وہ فضل دین کے کسی خط کے آنے پر لکھا ہے۔ یا اُن کے خود آنے کے بعد۔ میں اور مسودہ تیار کرتا ہوں اور کاتب کو جو میرے پاس ہوتا ہے دیدیتا ہوں۔ اور وہ کبھی اور کا اور لکھا جاتا ہے۔ کبھی باقی رہ گیا۔ تو اسکے ساتھ اور دے دیا۔ نزول المسیح کے چند صفحات میں بھی مجھے اسلئے درستی کرنی پڑی کہ ایک صفحہ میں میں نے پیر مہر علیشاہ کے بیان کو اپنے لفظوں میں لکھا تھا۔ پھر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ اُنہی کے لفظ حرف بحرف شائع کئے جائیں تا کہ کسی کو شک ہو۔ اور ساتھ ہی یہ غلطی معلوم ہوئی کہ ایک جگہ لکھا گیا تھا۔ کہ میاں کرم الدین کو ۔۔۔ روپے دیئے گئے۔ مگر دراصل چھ روپے دیئے گئے تھے۔ اس غلطی کی اصلاح بھی ضروری تھی۔ ایک دوسرے میں کچھ الفاظ مجھے سخت معلوم ہوئے انکی تبدیلی بھی ضروری معلوم ہوئی۔ اس لئے دو یا تین صفحے جتنے تھے مجھے بدلدینے پڑے ہیں ہر ایک کتاب پر چھپنے کیوقت نظر ثانی کرلیا کرتا ہوں۔ بعض وقت کاپی کو دیکھکر بعض وقت پروف کو دیکھکر اور بعض وقت چھپ چکے کاغذ کو دیکھکر بدلنا پڑتا ہے۔ **سوال** کاپی۔ پروف اور چھپنے کے بعد آپ تینوں حالتوں میں کتاب کو دیکھتے ہیں یا کہ ایک حالت میں۔ جواب بعض وقت تینوں دیکھتا ہوں کیونکہ بعض وقت کاپی سے غلطی معلوم ہوجاتی ہے بعض وقت پروف سے اور بعض وقت چھپی ہوئی کتاب سے۔ غرضیکہ تینوں حالتوں میں دیکھنا پڑتا ہے۔ حکیم فضلدین[2] کی

[1] غلط ہے۔ الحکم ۱۰ اگست سنہ ۱۹۰۲ء میں چھپ چکا ہے کہ سارا خرچ اس رسالہ کا سیّد ناصر نے دیا۔

[2] حکیم فضل دین ایک ہی شخص ہے کہ جو کبھی ۔۔۔ بنتا ہے کبھی ۔۔۔ اسکے کس قول پر اعتبار کیجئے گا۔

معلوم ہوا تھا کہ کرم دین نے اول سے کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا تھا کہ صرف چھ روپے ڈلے گئے شہاب الدین
کا سب سے پہلا خط جو اسبارہ پہنچا ہے۔ میرے پاس نہیں ہے مولوی عبدالکریم کی تحویل میں خط رہتے ہیں میں نہیں بیان کر
سکتا کہ اس عرصہ میں کہ حکیم فضلدین بھین کو گئے اور وہاں سے واپس آئے مجھ کو کوئی الہام ہوا کہ نہیں ہوا۔ نوٹوں کے
ایک دو صفحے دیکھے تھے مقابلہ نہیں کیا۔ مولوی محمد حسن کے خط سے میں واقف نہیں ہوں۔ میں[1] نے اس نالش کرنیکا
مشورہ دیا تھا۔ اس[2] مقدمہ کا خرچ مستغیث کرتا ہے غالباً[3] اس مقدمہ کے خرچ کیواسطے اس آمدنی سے دیا ہوگا
جو خود ان لوگوں کے ایک چندہ کی آمدنی ہے اپنی ذات سے میں[4] نے ایک پیسہ نہیں دیا میں وثوق[5] سے نہیں کہہ سکتا
کہ کچھ روپیہ اس مقدمہ کیواسطے دیا ہے کہ نہیں۔ مقدمات[6] کے خرچ کیواسطے کوئی چندہ نہیں آتا۔ مجھے اختیار ہے
کہ اور چندوں میں سے مقدمہ کے خرچ کیواسطے دوں یا نہ دوں۔ چندوں کی آمدنی کا کوئی حساب کتاب
نہیں ہے جو لوگ بیعت کرتے ہیں وہ جان و مال قربان کرتے ہیں۔ تھوڑے عرصہ کہ مولوی عبدالکریم نے ایک رجسٹر
آمدنی چندہ کا بنایا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتا کب سے میرے پاس چندہ کی کوئی یادداشت نہیں ہے اور نہ میں لایا
ہوں عبدالکریم والی کتاب عبدالکریم لایا ہے۔ میں نہیں لایا۔ جرح وکیل مستغیث جرح نہیں کرتے ۲۰؍ اگست ۱۹۰۳ء

دستخط رائے چندولعل صاحب مجسٹریٹ درجہ اول۔ العبد مرزا غلام احمد

فیصلہ

بعدالت لالہ آتمارام مہتہ بی اے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور

مولوی کرم الدین ولد مولوی صدرالدین قوم اعوان ساکن موضع بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم مستغیث

بنام

مرزا غلام احمد و حکیم فضلدین مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان۔ تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مستغاث علیہم

جرم زیر دفعہ ۵۰۰/۵۰۱ ۵۰۲ تعزیرات ہند۔

---

[1] حواری تو اس راز کو اپنے بیانات میں مخفی کرتے رہے ہیں۔ لیکن مرزا جی نے بھانڈا پھوڑ دیا۔ اور مان لیا ہے۔ کہ میرے ہی
مشورہ سے یہ نالش ہوئی ہے [2] بھلا کوئی مان سکتا ہے کہ مقدمہ کے اخراجات فضلدین کے خرچ سے پورے ہو رہے ہیں وہی
فضلدین جو بقول عبدالکریم صاحب لنگر کی روٹیاں توڑا کرتے ہیں۔ چندہ دینے والو! اگر ہمیں نہ بتاؤ آپس میں بیٹھ کر تو غور کرو کہ مرشد جی کیا
کہتے ہیں کیا یہ سچ ہے۔ [3] ادھر غالباً (ترجیح کا حکم) کی قید اور ادھر دیا ہوگا (کلمہ شک) عجیب جملہ ہے افسوس راستگوئی
بہت مشکل ہے۔ [4] ہاں یہ مان لینگے آپ کی ذات کا ہیکو پیسہ دیگی آپ پیسے لینے والے ہیں نہ دینے والے۔
[5] غالباً کہہ کر پھر وثوق آگیا مسیح الزمان کا بیان بھی عجیب مزے کا ہے کوئی بات بھی ٹھکانے کی نہیں ہوتی۔
[6] اسکی تصدیق کیلئے مرزائی صاحبان ہی منصف بنکر فرمائیں کیا آپ لوگوں نے مقدمات کے خرچ کیواسطے چندہ نہیں
دیا علاوہ ازیں شیخ رحمت اللہ صاحب نے اپنے بیان میں مقدمہ کے لئے چندہ دینا تسلیم کر گئے ہیں۔

یہ مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں دائر کیا گیا تھا۔ اور اس ضلع میں بموجب حکم چیف کورٹ ۹ جون ۱۹۰۳ء کو منتقل ہوا۔ اس مقدمہ میں ایک غیر معمولی عرصہ تک طول کھینچا اسقدر تو مجسٹریٹوں کی تبدیلیوں کی وجہ سے طوالت ہوئی اور زیادہ تر فریقین کی کارروائی کی طوالت کے باعث یہ مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ملزم نمبر ۱ پر ہے اور زیر دفعہ ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند ملزم نمبر ۲ پر۔ فریقین مسلمان ہیں اور مذہبی اختلاف کیوجہ سے شمشیر بکف ہیں مستغیث اس فرقہ سے ہے جسکا سرپرست پیر مہر علیشاہ (صاحب) ساکن گولڑہ ضلع راولپنڈی میں ایک مشہور آدمی ہے۔ یہ فرقہ اپنے پرانے مذہبی اعتقادات کا پورا معتقد ہے ملزم نمبر ۲ ایک نئے فرقہ کا جسکا نام احمدی یا مرزائی کہتے ہیں بانی اور مذہبی پیشوا ہے اور اُسکے بہت سے مرید ہیں۔ اسکا دعویٰ ہے کہ میں پیغمبر مسیح موعود ہوں اور خداوند تعالیٰ سے مجھے مکالمہ حاصل ہے اور مجھے الہام یا وحی اسکی طرف سے اترتی ہے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں وہ وقتاً فوقتاً پیشگوئیاں کرتا رہتا ہے۔ ملزم نمبر ۲ ملزم نمبر ۱ کے خاص مریدوں میں سے ہے نیز مطبع ضیاء الاسلام واقعہ قادیان ضلع گورداسپور کا مالک ہے۔ دوسرا فریق ملزم نمبر ۱ اور اسکے معاونین کے دعاوی کی تردید کرتا رہتا ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں ملزم نمبر ۱ یعنی مرزا غلام احمد نے ایک کتاب عربی زبان میں جسکا نام اعجاز المسیح (مسیح کا معجزہ) ہے طبع کی اس میں اُسنے کل دنیا کو مخاطب کیا کہ اسکی فصاحت کے برابر کوئی شخص کتاب لکھدے اور ساتھ ہی بطور پیشگوئی کے یہ دھمکی دی کہ جو شخص ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کریگا وہ زندہ نہیں رہیگا مگر اُسکے مقابلہ میں پیر مہر علیشاہ (صاحب) ساکن گولڑہ نے ایک کتاب مسمّٰی بہ سیف چشتیائی (چشتی کی تلوار) تالیف کی۔ اور شائع کی۔ اسکی تردید میں مرزا غلام احمد نمبر ۱ نے ایک کتاب لکھنی شروع کی جسکا نام نزول المسیح (مسیح کا اترنا) رکھا۔ ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو مرزا غلام احمد ملزم نے ایک اور کتاب شائع کی جسکا نام مواہب الرحمٰن ہے جو ملزم نمبر ۲ کے مطبع واقع قادیان میں چھپی۔ یہ کتاب مقدمہ کی اصل بنا ہے یہ کتاب عربی زبان میں مذہبی رنگ میں لکھی گئی ہے اور بین السطور فارسی میں ترجمہ کیا ہوا ہے مضمون بناء استغاثہ صفحہ ۱۲۹ پر درج ہے اور ذیل کا اقتباس جو لیا گیا ہے مضمون بناء استغاثہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اسمیں ملزم نمبر ۱ اس طرح لکھتا ہے۔ میری نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے ایک لئیم آدمی اور اسکے بہتان عظیم سے اطلاع دی ہے اور مجھے الہام کیا۔ کہ مذکورہ بالا آدمی میری عزت کو نقصان پہنچائیگا۔ اور مجھے یہ خوشخبری بھی دی گئی تھی کہ وہ بدی لوٹ کر میرے دشمن پر پڑے گی۔ جو کہ الکذاب المہین ہے۔ لئیم اور بہتان عظیم کے الفاظ اس عربی کتاب کی پانچویں اور آٹھویں سطر میں ہیں بیان کیا گیا ہے کہ یہ مستغیث کی ازالہ حیثیت عرفی کرتے ہیں۔ اور ملزم نے مستغیث کی عزت کو نقصان پہنچانے کی نیت سے چھاپے ہیں۔ ملزم نمبر ۱ نے اقرار کیا ہے کہ وہ اس کتاب کا مصنف ہے اور یہ کہ ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو چھاپی گئی۔ اور ۱۷ جنوری کو جہلم میں تقسیم کی گئی۔ اور یہ بھی اقرار کیا ہے کہ الفاظ زیر بحث مستغیث کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں اور یہ

الفاظ متنازعہ مزیل حیثیت ہیں ملزم نمبر ۲ تسلیم کرتا ہے۔ کہ یہ کتاب اسکے مطبع میں اور اس کے زیر اہتمام چھاپی گئی۔ اور اس نے اسکی جلدیں فروخت کیں۔ فرد قرار داد جرم برخلاف ملزمان زیر دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند مرتب کیگئی ہر دو ملزم ارتکاب جرم سے انکاری ہیں۔ اور وہ حسب ذیل صفائی پیش کرتے ہیں۔ (الف) یہ کہ مستغیث نے اپنے آپ کو جھوٹا اور دہوکہ باز جعلساز بہتان گو وغیرہ سراج الاخبار جہلم کے مضمونوں میں جو اس نے ۶ اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو اخبار مذکور میں دیئے۔ مشہور کر کے اپنی تمام عزت ضائع کر دی ہے۔ اور یہ کہ جب اسکی کوئی عزت باقی نہیں تو مستغیث کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ کہتا کہ عوام میں اسکی عزت کم ہو گئی ہے۔ کیونکہ کوئی عزت باقی نہ رہی تھی جو کم ہوتی (ب) بفرض محال اگر مستغیث کی کچھ عزت ہے۔ بھی جسکا ازالہ ہو سکتا تھا۔ تاہم زیر مستثنیات نمبر ۱ و ۳ و ۶ و ۹ دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند ملزم کا یہ کام درست اور حق بجانب ہے۔ (ج) الفاظ زیر بحث ان الفاظ کے جواب میں کہے گئے ہیں۔ جو مستغیث نے خود سراج الاخبار میں استعمال کئے ہیں آیندہ واقعات کے انکشاف اور مقدمہ کو آسان کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ایک مختصر بیان اُن واقعات کا لکھا جائے جو فریقین کے درمیان واقعہ ہوئے نزول المسیح کی تالیف کے اثنا میں مرزا اور اس کے مُریدوں کو بھیں سے چند خطوط پہنچے جو مستغیث کی جائے سکونت ہے۔ یہ خطوط ایک دوسرے مقدمہ کی مسل میں شامل ہیں (فضلدین بنام کرمدین جرم زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند) اور جو بظاہر ثابت ہوا ہے کہ بعض تو اسی مستغیث کے لکھے ہوئے تھے اور کچھ مستغیث کے شاگرد شہاب الدین کے لکھے ہوئے تھے (دیکھو فیصلہ عدالت ہذا بمقدمہ یعقوب علی بنام کرمدین و فقیر محمد) یہ خطوط حقیقت میں ایک بڑی حکمت عملی پر مبنی تھے

ل عدالت کا یہ نوٹ قابل غور ہے مرزاجی کا مقدمہ بازی کا سوانگ کھڑا کرنے کا اصل منشو یہ تھا کہ حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ کی نسبت یہ اتہام ثابت ہو کہ آپ نے کتاب سیف چشتیائی میں مضامین فیضی کا سرقہ کیا ہے مقدمہ بازی کی ساری تکالیف برداشت کرنے اور اخراجات کثیرہ کا زیر بار ہونیکو مرزائی پارٹی نے صرف اسی غرض کیلئے گوارا کیا تھا اور عدالت سے اسی امر کا فیصلہ کرانا مطلوب تھا اور اس امر کے ثبوت میں وہ خطوط شامل مسل کرائے گئے تھے۔ جو مولوی محمد کرم الدین صاحب کیطرف منسوب کئے جاتے تھے۔ (گو مولوی صاحب موصوف کو ان کے لکھنے سے انکار تھا) لیکن ہمیں سخت افسوس ہے کہ مرزاجی اور انکی امت نے اس مدعا میں سخت ناکامی حاصل کی عدالت نے یہ تو فیصلہ کیا کہ خطوط مولوی صاحب کے لکھے ہوئے ہیں گو عدالت کا ایسا قرار دینا بھی محض قیاسات پر مبنی تھا لیکن ساتھ ہی اس امر کا بھی فیصلہ فرما دیا کہ ان خطوط میں یہ لکھا جانا کہ پیر صاحب نے فیضی کے کسی مضمون کو سیف چشتیائی میں نقل کیا ہے محض مرزا کے الہام اور پیشگوئیوں کے امتحان کی غرض سے تھا۔ کہ الہام اسکو اصلیت کا بھی کچھ پتہ دیتے ہیں یا نہیں۔ اب مرزائی دوست خود ہی اس امر کا فیصلہ کریں۔ کہ انکے پیر و مرشد اس مقدمہ بازی میں جیتے یا ہارے فیصلہ عدالت سے پیر صاحب کا سرقہ ثابت نہ ہوا۔ اور مرزاجی طرح طرح کی مصائب میں دو سال تک مارے مارے پھرے آخر عدالت نے پیر صاحب کو اتہام سرقہ سے پاک قرار دیا۔ اور خطوط میں سرقہ کی شکایت محض بغرض امتحان قرار دی عدالت اپیل نے بھی اسکی کوئی تردید نہیں کی بلکہ اپنے فیصلہ میں واقعات کی نسبت تفصیل فیصلہ ماتحت کو ہی صحیح سمجھ کر اسکا حوالہ دینا کافی سمجھا۔ اور مرزاجی اپنے حلفی بیان میں مان چکے ہیں کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ اب ان کو بروئے فیصلہ عدالت قایل ہونا چاہیئے۔ کہ پیر صاحب کی نسبت اتہام سرقہ لگانے میں وہ جھوٹے تھے اور اور انکو اس امر کی معافی پیر صاحب سے مانگنا چاہیئے۔ الغرض یہ ناکامی مرزاجی اور ان کے جماعت کو ایسی حاصل ہوئی کہ جسکی حسرت گور میں بھی انکے ساتھ جائیگی۔ اور حضرت پیر چشتی کی کرامت شمس نصف النہار کیطرح روشن ہو گئی بمخالف نے منصوبہ تو اٹھایا تھا آپکو عدالت کے ذریعہ تکلیف پہنچانیکا لیکن خیر الماکرین نے حضرت والا کو ہر طرح سے محفوظ رکھا اور انکے مخالفین کو طرح طرح کی مصائب میں گرفتار کر دیا سچ ہے وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر

جو مرزا کی پیشین گوئیوں اور الہاموں کے دعاوی کو آزمانے کیلئے برتی گئی گو بظاہر ان سے یہ غرض معلوم ہوتی تھی کہ
پیر مہر علیشاہ کی تصنیف سیف چشتیائی کے علمی سرقہ کے ظاہر کرنے میں معاون ہوں یہ خطوط مرزا نے اس وجہ سے
اپنی کتاب نزول المسیح میں شائع کئے اور یعقوب علی نے جو مرزا کا مرید اور ایڈیٹر بھی ہے اپنے اخبار الحکم مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۲ء
میں کاتبوں کے نام پر شائع کر دیئے۔ اس اخبار میں ایک مضمون بھی تھا جسمیں محمد حسن فیضی کی وفات پر جو مستغیث کا بہنوئی
اور تایا زاد بھائی ہے رنجدہ لفظوں میں نکتہ چینی کی گئی تھی اسکے بعد سراج الاخبار جہلم میں ۶ اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو دو مضمون
مستغیث کی دستخطی سے چھاپے گئے ایک نثر میں تھا دوسرا نظم میں جو ۷ دسمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم کی تردید میں تھے انہوں نے
فریقین کے درمیان مقدمات کرا دیئے۔ اسکے تھوڑا ہی عرصہ پہلے یعنی ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء کو بمقام جہلم ان دو مخالف
فریقوں میں جنکا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ایک مذہبی مباحثہ ہوا ہے اس مباحثہ میں ایک طرف مستغیث اور ایک اور آدمی تھا
اور دوسری طرف مبارک علی اور ایک اور کوئی تھا معلوم ہوتا تھا کہ اس علمی جھگڑے میں آخر الذکر کو شکست ہوئی اس شکست نے
جلتی آگ پر اور لکڑیاں ڈالیں ۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مستغیث نے ملزم نمبر ۲ یعنی یعقوب علی ایڈیٹر الحکم کے نام ایک گمنام کارڈ
بھیجا جس میں انکو دھمکی دی کہ میں تمکو اس مضمون کیوجہ سے جو تم نے اپنے اخبار میں لکھا ہے عدالت میں کھینچونگا۔ ۱۳ نومبر
۱۹۰۲ء کو فضل دین نے جو ملزم نمبر ۲ ہے ایک استغاثہ بنام مستغیث زیر دفعہ [illegible] تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر کیا۔
۱۶ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مستغیث نے دو استغاثے زیر دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند بنام موجودہ مستغیث و فقیر محمد جو کہ
ایڈیٹر و مالک سراج الاخبار جہلم ہے۔ دائر کیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء کو مستغیث کے مقدمات جہلم میں پیش ہوئے۔ جہاں ملزم
نمبر ۱ نے کتاب مواہب الرحمن کی اشاعت کی اس کے پہلے کہ ان عذرات پر جو صفائی کی طرف سے پیش ہوتے ہیں بحث کی جائے
یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ استغاثہ کردہ کے معنے صاف کئے جائیں تمام الفاظ جو استغاثہ کردہ ہیں وہ برے معنوں میں
استعمال کئے گئے ہیں اس بات کو فریقین مانتے ہیں اختلاف صرف اس میں ہے کہ کسی درجہ کی برائی کی حد کو وہ پہنچتے ہیں مستغیث
تو ان کے معنوں کی تعبیر مبالغہ آمیز طرز میں کرتا ہے اور ملزم انکے معمولی معنے بیان کرتا ہے۔ مثلاً لئیم کا لفظ ایک فریق بیان
کرتا ہے کہ اس کے معنے کمینہ اور بد اصلی کمینہ کے ہیں۔ دوسرا فریق اسکے معنے صرف کمینہ کرتا ہے۔ بہتان عظیم کے معنے بڑا
اور حیران کرنیوالا جھوٹ ہے۔ اور ایک بڑا بہتان لگانیوالا یا افترا کرنیوالا ہے اور کذاب المہین کے معنے ایک بڑا
اور عادی جھوٹا اور بہتان باندھنے والا ہے۔ اور جھوٹا اور اہانت کرنیوالا ہے۔ دونوں طرف سے سندات پیش ہوئی
ہیں جو ہر ایک فریق کے معنے کی تائید کرتے ہیں ہم ان الفاظ کو سخت معنوں میں لینے کیطرف مائل ہیں۔ اور یہ صرف

ف دیکھئے مرزائی صاحبان آپ کے پیر و مرشد امرزاجی نے مقدمہ بازی کر کے عدالت سے اس امر کا بھی ناطق فیصلہ کرا لیا کہ مباحثہ
جہلم میں مرزائی جماعت شکست یاب ہوئی جہلم کے اہلسنت والجماعت بھائیوں کو یہ فتح مبارک ہو جہلم کے مرزائی فرمائیں۔
ان کو علمائے اہلسنت و جماعت جہلم کی اس فتحیابی میں کسی قسم کی کلام کی گنجائش باقی ہے؟ کیونکہ یہ عدالت کا فیصلہ ہے۔ اور مرشد جی
حلفاً اقرار کر چکے ہیں۔ کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

صرف دیسی عربی سندات کی بنا پر ہی نہیں (ڈکشنریاں اور قواعد کی کتابیں جنکا حوالہ مستغیث نے دیا ہے) بلکہ ان حوالوں کی بنیاد پر بھی جنہیں خود کتاب کے مصنف نے ان الفاظ کو اور جگہ بھی استعمال کیا ہے اور نیز مصنف کے دل کی اس حالت کی بنیاد پر بھی جسوقت مصنف اس کتاب کو لکھ رہا تھا۔ لفظ لئیم ایک بڑی حقارت کا لفظ ہے ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جسمیں تمام برائیاں مستقل طور پر پائی جاتی ہوں اور یہ لفظ ملزم نمبر ا نے مصر کے فرعون کی بابت استعمال کیا ہے جسنے اپنے آپ کو خدا مشتہر کیا۔ اور شیطان اور گدہے کی نسبت بھی۔ بہتان عظیم بلحاظ اپنے ماخذ کے اس آدمی کو کہتے ہیں جو جھوٹے اور سخت قسم کے الزام لگانیکا عادی ہو۔ کذاب کا لفظ مبالغہ کے صیغہ کا ہے اور یہ بڑے بڑے عادی جھوٹے کے معنے ظاہر کرتا ہے۔ المہین کے معنے اہانت کنندہ یعنی توہین کرنیوالا ہے مضمون مندرجہ صفحہ ۱۲۹-۱۳۰ کو غور سے پڑھنے سے معلوم ہو گا۔ کہ مصنف نے جب ان دونوں صفحوں کو لکھا اسوقت سخت رنج وغصہ اور کینہ میں مبتلا تھا جیسا کہ آگے چلکر بتلایا جائیگا۔ فریقین میں اسوقت سخت دشمنی تھی۔ اور کوشش کرتے تھے کہ ایکدوسرے کا گلا کاٹ ڈالیں ایسی حالات میں یہ امید نہیں ہو سکتی کہ مصنف اعتدال اور صفائی کو برتتا۔ اب صفائی کے عذرات وغیرہ اس امر کے فرض کر لینے پر مبنی ہیں کہ سراج الاخبار کی ۶ اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے مضامین اور صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰ مواہب الرحمن کے متن کو باہم تعلق ہے دراصل یہ عذر اٹھایا گیا ہے کہ الفاظ استغاثہ کردہ جو مواہب الرحمن میں ہیں اُن الفاظ پر مبنی ہیں جو کہ مستغیث نے اپنے مضمونوں میں لکھ کر ملزم نمبر ا اور اسکی جماعت پر حملے کئے ہیں لیکن واقعہ میں یہ بات نہیں ہے ذیل کے دلائل ان عذرات کی تردید کرتے ہیں۔ اوّل۔ ذرا سا بھی حوالہ صریحًا یا کنایۃً قریبی یا بعیدی ان مضامین کیطرف نہیں ہے جو سراج الاخبار ۶ و ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ہیں یا اُن کے مدعا کیطرف۔ دوم مضامین کے سخت معنوں کے لحاظ سے اور بنظر اس مدعا کے جو اپنی جماعت کو بچانیکے لئے یا اپنے چال چلن کو اُن الزاموں سے پاک کرنے کیلئے ضروری تھی یہ بہت غیر اغلب ہے اگر غیر ممکن نہ ہو کہ مصنف بالکل کوئی اشارۃً صریحًا یا معنیً اُنکی طرف یا اُن خطوط کیطرف نہ کرتا۔ جو الحکم میں شایع ہوئے۔ سوم اس کتاب کے ۱۲۶ و ۱۲۷ صفحہ پر (مواہب الرحمن) مصنف نے محمد حسن فیضی کی موت کو بطور پیشگوئی کے بیان کیا ہو لیکن ایسا بیان ممکن نہیں ہے کہ وہ لکھتا۔ اگر سراج الاخبار کا مضمون اسکے دل میں ہوتا کیونکہ سراج الاخبار کے مضامین میں اس بیان کی تردید کر دی گئی تھی۔ دیکھو ملزم کا بیان جو اسنے ۲۹ اگست ۱۹۰۳ء کو دیا ہے جو اس مقدمہ کی مسل میں شامل ہے جو زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ہے۔ چہارم ملزم کو اسبات کا یقین نہ تھا کہ خطوط کے مضمون جو الحکم میں چھپے تھے اور وہ مضامین جو سراج الاخبار میں چھپے ہیں درست ہیں اپنے دل کی ایسی حالت میں مصنف ممکن نہ تھا ایسے خیالات کے ظاہر کرنیکی جرات کرتا جو اس کتاب کے ۱۲۹-۱۳۰ صفحہ میں ہیں جیسا کہ اس نے ظاہر کئے ہیں۔ پنجم ملزم نمبر ا سراج الاخبار کے مضمونوں کی بنا پر کسطرح الزام لگا سکتا تھا جبکہ ان مضمونوں کے مصنف کا قرار دینا زیر بحث تھا اور یہ امر عدالت نے فیصلہ کرنا تھا جو ابھی عدالت نے نہ کیا تھا۔ ششم سراج الاخبار کے مضمون

ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے آغاز میں لکھے گئے۔ وہ صفحات جن میں مزیل حیثیت عبارت ہے قریباً چار ماہ کے بعد نکلے اگر یہ صفحے ان مضامین کے جواب میں لکھے گئے تھے تو یہ ضروری تھا کہ اس سے بہت پہلے لکھے جاتے۔ ھفتم اب کتاب پر غور کرو اور دیکھو کہ وہ کیا کہتی ہے۔ یہ ملزم کے بیان کی تردید کرتی ہے صفحہ ۱۲۹-۱۳۰ کے متن سے اس امر کی کافی شہادت ہے کہ یہ سراج الاخبار کے خطوط کے جواب میں نہیں لکھی گئی کیونکہ اس عبارت میں اُنکی بابت کوئی ذرہ بھی اشارہ نہیں ہے بلکہ ان مقدمات کیطرف اشارہ ہے جو مستغیث نے جہلم میں دائر کئے۔ سطر ۶ صفحہ ۱۲۹ میں مقدمات کا صاف حوالہ ہے (عربی یا فارسی) جسمیں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میں (ملزم نمبر۱) ایک عدالت میں گرفتاروں کی طرح حاضر ہونگا کیونکہ ملزم کے نام وارنٹ جاری ہوا تھا۔ اور سطر ۱۲ اور ۸ صفحہ ۱۳۰ میں مستغیث نے جو مقدمہ دائر کیا تھا اسکا صاف ذکر ہے۔ اور مستغیث کا نام صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۱۰ میں لکھدیا ہے اور ۱۲۹ صفحہ کی سطر ۵ میں ان تین وکلاء کا حوالہ دیا ہے جو مستغیث نے کئے تھے اور پھر سطر ۲ صفحہ ۱۳۰ میں بھی ذکر ہے اور صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۴ میں مقدمات دائر کرنیکی غرض منجانب مستغیث لکھی ہے اور اس صفحہ کی سطر ۵ میں وکلاء کرنیکی غرض مندرج ہے۔ اور استغاثوں کی فتحیابی سے جو نتائج ہونے ممکن تھے انکیطرف اشارہ صفحہ ۱۲۹ کی اخیر سطر میں اور صفحہ ۱۳۰ کی پہلی سطر میں ہے مقدمہ کا نتیجہ (یعنی اپنی آخری نتیج) صفحہ ۱۲۹ سطر ۷ میں بیان کی گئی ہے کیونکہ مقدمے خارج ہو چکے تھے صفحہ ۱۲۹ کے سطر ۱۰ میں استغاثہ دائر کرنیکا وقت ایکسال بعد اس پیشگوئی کے بیان کیا گیا ہے یہ پیشگوئی ۳۱ نومبر ۱۹۰۱ء کو شائع کی گئی۔ اور یہ مقدمات ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کئے گئے۔ صفحہ ۱۳۰ کی سطر ۷ میں مصنف بڑی خوشی سے شائع کرتا ہے کہ وہ جیلخانہ میں نہیں جائیگا اور نہ ہی کالے پانی کو بھیجا جائیگا اور آخری سطر میں وہ تسلیم کرتا ہے کہ مستغیث کی اس حرکت سے اسکو غصہ آگیا تھا۔ ھشتم ایک اور امر بھی ہے جو میرے نتیجہ کی تائید کرتا ہے مستغیث نے اپنے مقدمات جہلم میں ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کئے اور ملزم نمبر ۱ نے اپنی کتاب کے صفحات ۱۲۹ و ۱۳۰ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ / ۱ جنوری ۱۹۰۳ء کو تالیف کی اور یہ کتاب ۱۴ تاریخ کو شائع کی اور ۱۷ ماہ مذکور کو جہلم میں تقسیم کی یعنی اُسدن جبکہ مقدمات کی پیشی تھی یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ اُن مقدمات اور اُس کتاب میں باہمی تعلق ہے۔ مستغیث کے مقدمات برخلاف ملزم دائر تھے ملزم وارنٹ کے ذریعہ گرفتار ہوکر عدالت جہلم میں حاضر ہوا۔ اور یہ توہین، تکلیف، تردد، بےعزتی، ذلت وغیرہ کے موجبات موجود تھے ان سب امور کی شکایت کی گئی ہے۔ نہم مستغیث کے استغاثہ جات جہلم کے جواب میں ملزم مضحکہ خیز اور سفلہ جرأت کرتا ہے۔ کہ کتاب کے ان صفحات اور سراج الاخبار ۶ و ۱۳-اکتوبر ۱۹۰۲ء کے درمیان تعلق ثابت کیا جاوے اور اس غرض کے لئے دھینگا زوری کی دور ازقیاس تاویلات پیش کرتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گواہوں کے بیانات کے اختلاف سے بہت قابل ذلت ناکامی کا منہ ملزم نے دیکھا مواہب الرحمن کی مزیل حیثیت عبارت اور سراج الاخبار کے مضامین یا خطوط میں مطلقاً تعلق نہ ہونیکی وجہ سے صفائی کا پہلا عذر بالکل خاک میں مل جاتا ہے اب دوسرے عذر کی بابت ذکر ہوتا ہے جن مستثنیات پہ بھروسہ کیا گیا ہے وہ ایک

تین۔ چھ۔ نو میں (الف) ان تمام مستثنیات پر اعتبار کرنیسے یہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ ملزم کا فعل سراج الاخبار جہلم کے مضامین کی بنیاد پر ہے۔ اسکے سوا اور کچھ نہیں لیکن صفائی سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے (ب) پہلی استثناء کی بابت یہ ضرورت ہے کہ وہ عبارت جسمیں الزام لگایا گیا ہے وہ سچی ہونی چاہیئے۔ اور اس سے پبلک کا فائدہ ہو۔ اس امر کو صفائی سے ملزم ثابت نہیں کر سکا جہلم کے اخبار کے علاوہ کوئی دوسرا امر نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ مستغیث کسی ایسی بدحرکت کا مرتکب ہوا جسکے رو سے اسکی بطور شریف اور راستباز آدمی کے اب عزت نہیں رہی اور اور وہ ان خطابات کا مستحق ہو گیا ہے جو اُسپر لگائے گئے ہیں اور یہ خیال کرنا ایک امر محال ہے کہ ایسی مزیل حیثیت اشاعت سے کونسا پبلک کا فائدہ نکلا ہے (ج) سراج الاخبار کے علاوہ کوئی دیگر حوالہ نہیں دیا گیا جسکی وجہ سے عوام کو مستغیث کی نسبت بُرے لگانیکا حق حاصل ہو گیا ہو۔ (د) پہلی استثناء کے علاوہ دیگر مستثنیات میں نیک نیتی ایک بڑی ضروری جزو ہے ذیل کے واقعات سے نیک نیتی کا نہونا اور بدنیتی کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مستغیث کی ملزم کیساتھ دوستی تھی۔ اور اُسنے اسکو چند خطوط مدد کا وعدہ کرتے ہوئے لکھے لیکن اسکا یہ وعدہ الٹا نکلا ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء کو مستغیث اور ملزم نمبر ۱ کے مریدوں کے درمیان ایک مذہبی مباحثہ جہلم میں واقعہ ہو گیا جسمیں آخر الذکر غالباً شکست یاب ہوئے۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں جو ملزم کا ایک آرگن ہے اسمیں چند خطوط مستغیث کیطرف سے چھپے نیز ایک مضمون رنجیدہ الفاظ میں جسمیں رشتہ دار مستغیث مسمی فیضی کی موت کا ذکر تھا نکلا۔ ملزم نمبر ۱ نے یہ خطوط نزول المسیح میں مستغیث کے نام پر چھپا دیئے یہ سب کچھ مستغیث کی ہدایت کے برخلاف کیا گیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکا نام ظاہر کیا جاوے۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مستغیث نے دو مضمون سراج الاخبار جہلم میں الحکم کی تردید میں دیئے یہ مضامین مرزا اور اسکی جماعت کو بڑے ناپسند اور رنجیدہ ثابت ہوئے۔ مستغیث نے ایک گمنام کارڈ بھی قادیان میں بھیجا کہ جسمیں ملزم کو عدالت میں کھینچنے کی دھمکی دی اسکے بعد ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو ملزم نمبر ۲ نے ایک مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند دائر کیا۔ ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مستغیث نے دو مقدمہ جہلم میں زیر دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ تعزیرات ہند ملزم اور دیگران پر دائر کیئے۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو یعقوب علی ایڈیٹر الحکم نے ایک مقدمہ مستغیث اور فقیر محمد ایڈیٹر سراج الاخبار پر دائر کیا فریقین کے درمیان مقدمہ بازی کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ جبکہ مواہب الرحمٰن تالیف کیگئی اور دنیا کے سامنے پیش کیگئی ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث کے مقدمات کی پیشی مقرر ہو گئی۔ اور ملزم کو بذریعہ وارنٹ حاضر ہونیکا حکم ملا۔ وہ مستغیث کی ان حرکات پر نہایت مایوس اور آزردہ ہوئے جسکو انہوں نے پہلی غلطی سے بڑا مفید اور معاون دوست خیال کیا تھا لیکن آخر کار اسکو خونناک دشمن بھیس بدلے ہوئے پایا یہ سب باتیں مصنف کے دل میں کھٹک رہی تھیں جبکہ اُسنے یہ مزیل حیثیت مضمون لکھا اور چھاپا وہ جلدی جو مصنف نے تالیف کی تکمیل میں ۱۴ جنوری کو دکھائی۔ اسغرض کیواسطے کہ وہ ۱۷ جنوری کو جہلم میں لوگوں میں ان گرد ہونیوالوں میں تقسیم کرے جو ان مقدمات کو دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ اس سے اُسکی اصلی منشاء کا پتہ ملتا ہے جس نے اسکو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔

مذکورہ بالا مقدمات کے بعد اور مقدمہ بازی بڑھی - ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث نے یہ مقدمہ دائر کیا - اور جون ۱۹۰۳ء کو ملزم نمبر ۲
نے ایک استغاثہ زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند مستغیث کے برخلاف دائر کیا - ملزم کے دل کی حالت اس امر سے معلوم کی جا سکتی ہے
کہ اُسنے مستغیث کے وکلاء کو ٹٹوؤں کا اور اُنکے محنتانہ کو گھاس سے مواہب الرحمٰن کے ۱۳۰ صفحہ میں نسبت دی ہے ان تمام
باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ فریقین ایکدوسرے کا گلا گھونٹنے کو دوڑ رہے تھے - نیک نیتی کہاں تھی؟ باقی تمام مقدمے ڈسمس ہو چکے ہیں
یہ ملزم کا کام تھا کہ نیک نیتی ثابت کرتا قانون میں نیک نیتی کے معنی مناسب احتیاط و توجہ لکھے ہیں لیکن نیک نیتی کی بابت
کوئی کوشش نہیں کی گئی سوائے سراج الاخبار کے حوالہ کے جو کہ یہی سمجھنے کی وجہ تھی - فریقین کے باہمی تعلقات کی
کشیدگی کے لحاظ سے اس امر کی توقع کرنا غیر ممکن اور دور از قیاس تھا - تحت میں بیان کیا گیا ہے کہ ملزم نمبر ۱ سراج الاخبار
کے مضمون کو سچا سمجھتا تھا - کیونکہ دیر تک مستغیث نے اسکی تردید نہیں کی اور یہ کہ اسی یقین پر مستغیث کے بارے میں اُسنے مزیل
حیثیت الفاظ کو استعمال کیا یہ حجت بالکل غلط ہے ملزم نمبر ۱ کے اپنے بیان سے جو اُسنے ۱۹ اگست ۱۹۰۳ء کو جو کہ مقدمہ ۴۲۰
تعزیرات ہند کی مسل میں ہے اسکی تردید ہوتی ہے اس بیان میں اُسنے تسلیم کر لیا ہے کہ سراج الاخبار ۶ - ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے
مضامین شائع ہونیکے بعد اسکو معلوم ہوا کہ میرا وہ اعتبار اور یقین غلط تھا - پھر کس طرح ہو سکتا ہے - کہ ایک سمجھدار آدمی
مزیل حیثیت عبارت اس اعتبار پر لکھے جو کہ چار ماہ پہلے ہی غلط ثابت ہو چکا ہو پھر وہ آدمی کسطرح نیک نیتی کا دعویٰ کر
سکتا ہے جس نے اُنہیں الفاظ پر جو زیر استغاثہ ہیں اکتفا کرکے اپنی دشمنی کو صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے - وہ تین جگہوں
میں کہتا ہے کہ وہ میرا سخت دشمن ہے اور اسکے علاوہ صفحہ ۱۳۰ مواہب الرحمٰن میں اور الفاظ بھی جو مزیل حیثیت ہیں استعمال
کرتا ہے - مثلاً شریر - جاہل - غبی - شقی - ملزم نمبر ۱ اسی صفحہ کی اخیر سطر میں تسلیم کرتا ہے کہ مستغیث نے مجھے غصہ دلایا علاوہ
ازیں ملزم نمبر ۱ نے شہادت کے اثناء میں مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند میں بیان کیا کہ میں مستغیث کو صرف اس
وقت سے جانتا ہوں کہ جبکہ اسکو کمرہ عدالت میں دیکھا یہ موقعہ پہلی دفعہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو بمقام جہلم ہوا اس بیان
سے پایا جاتا ہے کہ ملزم مستغیث سے اس تاریخ سے پہلے کوئی ذاتی واقفیت نہیں رکھتا تھا ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو
جو اس کتاب کی تصنیف کی تاریخ ہے اسکو کیونکر معلوم ہوا کہ مستغیث لئیم بہتان عظیم الکذاب المہین تھا البتہ نبوت
اور وحی کی طاقت سے وہ اسبات کی واقفیت کا دعویٰ کر سکتا تھا لیکن ایسا بیان تک نہیں کیا گیا ثابت کرنا تو کجا
رہا - جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے - کہ باہم دشمنی ہے اور ملزم کو دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی
مستثنیات کے مفاد سے محروم ہوتا ہے - صفائی کا تیسرا عذر بھی پہلے عذر کیساتھ خاک میں ملجاتا ہے - حسب تجویز
بالا علاوہ ازیں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ الفاظ زیر استغاثہ سراج الاخبار کے جواب میں لکھے گئے ہیں کیونکہ یہ الفاظ
وہاں واقع ہی نہیں ہیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مستغیث اپنے علاقہ میں ایک معزز آدمی ہے اور یہ کہ مولوی ہے
عربی علم ادب اور علوم دینیہ کا فاضل ہے اور جائداد منقولہ و غیر منقولہ کا مالک ہے اور حکام اسکی عزت کرتے ہیں

ایک مذہبی کتاب میں جو مسلمانوں کے استعمال کیواسطے چھاپی گئی ہے اسکو ایک ایسا آدمی کے طور پر ظاہر کرنا جو پیدائشی
کمینہ ہو بڑا ہی عادی جھوٹا ہو بڑا بہتان لگانیوالا - یہ ایک سخت قسم کا الزام ہے جس سے اُسپر ہمیشہ کے لیے
دھبہ لگتا ہے کہ وہ کمینہ بدچلن آدمی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاں الفاظ مزیل حیثیت استعمال کئے گئے ہیں اور جن سے ظاہرا
جرم قائم ہو سکتا ہو تو اُنکا چھاپنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ باہم دشمنی تھی - جو اصول استغاثہ نمبر ۴ میں قائم کیا گیا ہے وہ مقدمہ
ہذا کے متعلق نہیں - بلکہ ایسے موقعہ پر عاید ہو سکتا ہے جہاں کہ الفاظ کے معنوں میں شک ہو - (جلد ۹ - الہ آباد صفحہ ۴۰۴)
تعزیرات ہند نیلسن صفحہ ۵۰۸ لیکن اس مقدمہ میں الفاظ استغاثہ کردہ کے معنوں کی بابت کوئی شبہ نہیں ہے دفعہ
۴۹۹ کے بموجب صریح مزیل حیثیت ہیں اور یہ کہ جلدی یا غصہ میں لکھے گئے ہیں ملزمان اسکے بالکل جوابدہ ہیں
پھر ضابطہ فوجداری کے صفحہ ۶۷۲-۶۷۳ میں لکھا ہے کہ جب کوئی آدمی کوئی تحریر چھاپے جو کہ درست نہ ہو جیسا کہ
اس مقدمہ میں ہے تو قانون یہ خیال کریگا کہ اُسنے دشمنی کر ایسا کیا ہے - اور یہ جرم ہوگا - یہ غیر ضروری ہے کہ اسبارہ
میں زیادہ ثبوت نیت کا دیا جائے تعزیرات ہند کے بموجب خیال کیا جاویگا کہ اس نے نقصان پہنچانیکے
ارادہ سے یا جان بوجھکر یا اسبات کا یقین کر کے کہ مستغیث کی عزت کو ضرور نقصان پہنچیگا ایسا کیا - مین صاحب اپنی
تعزیرات ہند کے صفحہ ۸۷۶ پر بیان کرتا ہے - کہ ہر ایک آدمی قیاس کیا گیا ہے کہ اپنے قدرتی اور معمولی کاموں کے
نتیجہ کا ذمہ وار ہوتا ہے اگر تشہیر کا میلان مستغیث کو نقصان دہ ہو تو قانون خیال کریگا کہ ملزم نے اسکے چھاپنے سے
ارادہ کیا ہے کہ اسی مستغیث کو نقصان پہنچے پھر یہی مصنف صفحہ ۹۰۱ پر لکھتا ہے کہ کسی کی ذاتیات اور پرائیویٹ زندگی
رفاہ عام میں داخل نہیں - پبلک میں ثابت شدہ افعال پر رائے زنی کرنا یا سرکاری ملازم کی کارروائی پر سختی سے نکتہ
چینی کرنا ایک اور بات ہے - اور بدچلنی کے افعال کا اُسے مجرم بیان کرنا ایک دوسری شئے ہے - پھر رتن لال رام چند
داس اپنی قانون میں جو اُسنے ٹارٹس پر لکھا ہے اُسکے صفحہ ۲۰۴ میں ذیل کے فقروں میں یہی لکھتا ہے کہ کوئی اشارہ
کمینگی یا شرارت منشاء کا یا نامعقول یا بدچلن کا بغیر کسی بنیاد کے نہیں ہونا چاہیئے - یہ کوئی صفائی نہیں ہے کہ ملزم
ایمانداری سے سچے طور پر یقین کرتا تھا - کہ یہ الزام سچا ہے - ایک نکتہ چین کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ مصنف کی
رائے یا خیالات پر نکتہ چینی کرے لیکن اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی آدمی کے چال چلن پر ہتک آمیز ریمارک کرے
لعل چند اپنی تعزیرات ہند میں اس طور پر ذیل کی سطور میں لکھتا ہے کسی آدمی کے افعال اچھے ہوں یا بُرے اپنی ذات
سے تعلق رکھتے ہیں جبتک کہ وہ اسپر وارد رہوں کسیکو حق نہیں ہے کہ اُن کو لوگوں کے سامنے پیش کرے ہر
ایک آدمی قانونی حق رکھتا ہے کہ جو کچھ اسکے متعلق ہے اسی کے متعلق ہے - خواہ وہ روپے ہوں یا خیالات
ہوں خواہ اخلاقی افعال ہوں آجر اپنے لائبل اور سلینڈر میں صفحہ ۵۶ پر لکھتا ہے اگر کوئی آدمی مستغیث کے ذاتیات
پر بلا ضرورت حملہ کرے تو وہ جواب نہیں ہو سکتا - کونٹر چارج ہو جاتا ہے - اور اگر مزیل حیثیت ہو تو لائبل ہو جاتا ہے

ایک اخبار میں تشہیر کرنے کی طرز سے نیک نیتی کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ اور ملزم کو ان مستثنیات کی حفاظت کے مفاد سے محروم کر سکتا ہے۔ ذیل کے اقتباس میں بیان کیا گیا ہے۔ نیلسن اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۱۰۵ میں لکھتا ہے کہ ایک سچا الزام یا جھوٹا الزام لگایا جاوے یا چھاپ دیا جائے جو پبلک کے فائدہ کیواسطے ہو تو وہ بھی بوجہ طرز تشہیر در اخبارات لکھنے والے کو مفاد مستثنیات سے محروم کر سکتا ہے اس صورت میں بھی کہ جبکہ یہ تشہیر مفاد عام کیلئے ہو یعنی یہ کہ عوام الناس کے ایک طبقہ کے مفاد کیلئے تو بھی مستثنیات اوّل کی رعایت کا لعدم ہو جاتی ہے۔ اگر واقعات مذکورہ کو متعلقین کی نسبت زیادہ وسیع دائرہ ناظرین تک وہ واقعات پہنچائے جائیں ایسے ردیہ سے یہ تجویز قرار پا سکتی ہے کہ بیان مذکور عوام الناس کے فائدہ کیلئے نہ تھا۔ جن کے روبرو بیان مذکور پیش کرنا مطلوب تھا۔ لالچند اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۴۳۹ میں اسی رائے کی تائید کرتا ہے۔ جو حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کی گئی ہے مثلاً اگر کوئی شخص اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے کوئی بیان مزیل حیثیت عرفی کسی اخبار میں چھپوائے جیسا کہ مقدمات مدراس میں ہوا ہے۔ تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بیان مذکور اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے نیک نیتی سے مشتہر کیا گیا تھا جس سے کہ مستغیث کی حیثیت کو نقصان پہنچا بے احتیاطی یا لاپرواہی سے نہ از روئی کینہ کے لکھا گیا تھا۔ مقدمات مدراس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ جو طرز تشہیر کی اختیار کی گئی ہے وہ غیر ضروری ہے۔ اور اپنی رعایت قانونی سے بڑھکر قدم مارا گیا ہے اسلئے ملزم محفوظ نہیں دیکھو مدراس جلد ۵ صفحہ ۱۴۲ و جلد ۹ صفحہ ۱۸۳ اس رائے کی تائید جلد ۱۹ بمبئی صفحہ ۷۰۳ سے ہوتی ہے جہاں کہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ تشہیر سے مفاد عام منظور نہ تھا۔ کیونکہ اخبار میں تشہیر کی گئی تھی مقدمہ ہذا میں جملہ ضروری اجزا جرم ازالہ حیثیت عرفی موجود ہیں اتہامات سخت قسم کے لگا کر مستغیث کی چال چلن پر مشتہر با ارادہ کئے گئے ہیں کہ اس کی حیثیت عرفی کو نقصان پہنچے کھلے طور پر وہ بیانات مزیل حیثیت عرفی ہیں اور ہموطنوں کی نگاہ میں مستغیث کی قدر و منزلت کو اُن سے نقصان پہنچتا ہے یہ الزامات بے بنیاد ہیں اور از راہ کینہ لگائے گئے ہیں اور ایک مذہبی کتاب میں جو عام مسلمانوں کے استعمال کیلئے ہے مشتہر کئے گئے ہیں نیک نیتی ان میں بالکل نام کو نہیں العقصہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو ملزم نمبر ۱ نے ایک کتاب مواہب الرحمٰن تصنیف کی۔ اور اُسے مشتہر کیا۔ ملزم نمبر ۲ نے اُسے چھاپ کر فروخت کیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو کتاب مذکور بمقام جہلم تقسیم کی گئی جہاں کہ مستغیث نے ملزمان کے برخلاف مقدمات کئے ہوئے تھے اور انکی سماعت ہو رہی تھی ملزمان بذریعہ وارنٹ وہاں حاضر ہوئے تھے۔ اس کتاب میں ایسے الفاظ موجود ہیں جنکو سادہ سادہ معنوں میں اگر لیا جاوے تو بھی مزیل حیثیت عرفی ہیں کیونکہ سخت قسم کے اتہام چال چلن مستغیث پر ان میں لگائے گئے ہیں بروئے رعایات تشریح و مستثنیات دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند جو صفائی پیش کی گئی ہے وہ بالکل ناکام رہتی ہے۔ بموجب سند کتاب اُجر در بارہ لائبل صفحہ ۵ ایسے الفاظ قابل مواخذہ ہوا کرتے ہیں۔ اگر وہ الفاظ جھوٹے اور مزیل حیثیت ہوں خواہ سہواً یا اتفاقیہ طور پر ان کی تشہیر ہو جائے یا خواہ نیک نیتی کیسا تھا انکو سچا سمجھکر انکی تشہیر

کیجائے صفحہ ۴۰۸ کتاب مذکور میں مندرج ہے کہ اگر کسی شخص کو ایک خط بدیں اختیار ملے کہ اسکی تشہیر کیجائے تو تشہیر کنندہ
بری الذمہ نہ ہوگا۔ اگر اُسے کسی اخبار میں مشتہر کرے جبکہ الفاظ لائبل والے اس میں ہوں پس ثابت ہوا کہ ملزم نمبر ا مجرم
زیر دفعہ ۵۰۰ اور ملزم نمبر ۲ زیر دفعہ ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند ہے اور انکو ان جرائم کا مجرم تحریر ہذا کی رو سے قرار دیا جاتا ہے
اب فیصلہ کرنا نسبت سزا کے رہا۔ سزا سے صرف یہی نہیں ہوتا کہ مجرم کو بدلہ اس کے فعل کا دیا جائے بلکہ اسکو آئندہ
کے لئے ایسے جرم کو روکنے کا منشا ہوتا ہے صورت ہذا میں ایک خفیف جرمانہ سے یہ مطلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ خفیف
رقم جرمانہ کی مؤثر اور رکاوٹ پیدا کرنیوالی نہ ہوگی اور غالباً ملزم اُسے محسوس نہ کریگا۔ ہر روز اُسے بیشمار چندہ پیروؤں
سے ملتا ہے جو ملزم نمبر ا کیلئے ہر قسم کے ایثار کرنیکو تیار ہیں ان حالات میں تھوڑا سا جرمانہ کرنے سے ایک خاص گروہ کو
جو بیگناہ ہونگا بے سزا ہوگی اور اصل اصلی مجرمان پر اسکا کچھ اثر نہیں پڑیگا ملزم نمبر ا کی عمر اور حیثیت کا خیال کرکے
ہم اسکے ساتھ رعایت برتیں گے ملزم نمبر ا اس امر میں مشہور ہے۔ کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں
کے برخلاف لکھا کرتا ہے اگر اسکے اس میلان طبع کو برمحل نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا۔ ۱۸۹۷ء
میں کپتان ڈگلس صاحب نے ملزم کو ہیچو قسم تحریرات سے باز رہنے کیلئے فہمائش کی تھی پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوئی
صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ ہیچو قسم نقض امن والے فعلوں سے باز رہیگا نظر بر حالات بالا
ایک معقول تعداد جرمانہ کی ملزم نمبر ا پر ہونی چاہیئے۔ اور ملزم نمبر ۲ پر اس سے کچھ کم **لہٰذا حکم ہوا** کہ ملزم نمبر ا ۵۰۰
جرمانہ دے۔ اور ملزم نمبر ۲ مبلغ ۲۰۰ ورنہ اول الذکر چھ ماہ اور آخر الذکر ۵ ماہ قید محض میں رہیں حکم سنایا گیا۔ ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء

دستخط حاکم

مرزاجی کا اپیل

اگرچہ مرزاجی کا شان مسیحانی تو اس امر کا متقاضی تھا کہ وہ اپنی ان تکالیف مالی و بدنی کا جو انکو اس مقدمہ کی
بطفیل نصیب ہوئیں بدلہ عالم عقبیٰ پر چھوڑ دیتے اور اپنی مصائب کا شکوہ بارگاہ احکم الحاکمین میں پیش کرتے کیونکہ
یہ سب حادثات قدرت کی طرف سے انکو حاصل ہوئے تھے) لیکن آپ وہ مسیح نہیں جنکا بھروسہ محض آسمانی عدالت
پر ہو اور نہ آپ اُن پاک نفوس سے ہیں جو ہر حال میں دکھ درد کیوقت یہ کہہ کر انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ
معاملہ کو حوالہ با خدا کرتے ہیں بلکہ آپ تو مجازی حکام کی عدالتوں کو ذریعہ حق الیقین سمجھتے ہیں اور اپنے تنازعات کو
فردوہ الی اللہ والرسول کے مصداق بنانے کے بجائے عدالت حکام مجاز کو ہی مرجع و مآب قرار دیتے ہیں
آخر کار آپ نے بعدالت مسٹر ہیری صاحب سیشن جج بہادر قسمت امرتسر ۵ نومبر ۱۹۰۳ء کو اپیل داخل کیا اور
اپیل میں علاوہ دیگر عذرات کے بڑی عاجزی سے اپنی کبر سنی اور واجب الرحم حالت جتا کر ان مصائب کا جو

دونوں مقدموں میں آپکو نصیب ہوئیں شکوک کیا اور اسباب کا بحث کچھ دو نمارد ہو گر صاحب مجسٹریٹ نے دونوں مقدموں میں آپکے بڑھاپے پر کوئی رحم نہیں کیا اور طرح طرح کی صعوبات میں مبتلا رکھ کر آخر کار ایک سنگین سزا بھی دے دی۔ اپیل کی آخری پیشی ۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو قرار پائی سشن جج نے مستغیث کو بھی نوٹس دیدیا تھا چنانچہ مستغیث اصالتاً اور ملزمان کی طرف سے مسٹر ڈبیج صاحب ایڈووکیٹ و خواجہ کمال الدین صاحب وکیل پیش ہوئے۔ جانبین کی بحث سننے کے بعد صاحب سشن جج نے اپیل ملزمان منظور کیا۔ اور واپسی جرمانہ کا حکم دیا۔

لیکن جو ذلتیں قدرت کی طرف سے مقدر تھیں وہ دونوں مقدموں میں حاصل ہو چکی تھیں اور وہ کبھی واپس نہیں ہو سکتی تھیں نیز جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے مرزا جی بموجب اپنی اصطلاح کے جو تریاق القلوب میں کئی سال پہلے اپنے قلم سے لکھ چکے تھے سزا کی منسوخی اور جرمانہ کی واپسی کو لفظ بری کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ گو سشن جج اپنی اصطلاح میں ان کو بری ہی کیوں نہ لکھے۔ مرزا صاحب لکھ چکے ہیں کہ بری وہ ہے جس کے ذمے فرد جرم عائد نہ ہو اور پہلے ہی مخلصی حاصل کرلے جس پر فرد جرم لگ گئی ہو وہ ہرگز بری نہیں کہلا سکتا زیادہ سے زیادہ اسکو معزز اکہہ سکتے ہیں۔ مقدمہ ہذا میں فرد جرم لگنے کے علاوہ سزا بھی ہو چکی تھی پھر مرزا جی کے مرید برخلاف تحریر مرشد کے جو تریاق القلوب میں لکھی جا چکی ہے کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا جی بری ہو گئے۔ اور یہ انکا ایک معجزہ ظاہر ہوا چونکہ فیصلہ اپیل کو قبل ازیں مرزائیوں نے کثرت سے چھاپ کر ملک میں شائع کر دیا ہوا ہے اس لئے اب یہاں درج کرنا تحصیل حاصل ہے۔

خاتمہ کتاب

پہلے ہم اس قادر ذو الجلال رب سبحان کا ہزار ہزار شکریہ بجا لاتے ہیں جس نے اس عظیم الشان معرکہ میں ابتدا سے انتہا تک محض اپنے فضل و کرم سے ہماری مدد کی مرزائی لشکر نے اپنی پوری طاقت سے ہم پر دھاوا کیا اور اُن کے نقطہ خیال میں تھا کہ ہم پل کے پل میں انکو نیست و نابود کر دینگے لیکن ہمارے قادر و قدیر مولیٰ ذات کبریائی نے انکے اس گھمنڈ و غرور کو آخر خاک میں ملا دیا۔ اور اپنے ضعیف اور ناتوان بندگان کو وہ ہمت و استقلال بخشا کہ کسی مرحلہ میں بھی ہمارا حوصلہ پست نہ ہوا۔ اور ہر ایک میدان میں زبردست حریف ہمارے مقابلہ میں منہ کے بل گرتا رہا۔ ابتدا میں جب معرکہ شروع ہوا تو مرزائی جماعت کی طاقت اور انکے اتفاق اور انکی لاف و گزاف کو دیکھ کر ہر ایک شخص ہمیں حیرت دلاتا تھا کہ مقابلہ بہت مشکل نظر آتا ہے تمہارا دشمن بہت قوی ہے اسکے پاس مال و زر وافر ہے ان کی جماعت میں قابل تعریف اتفاق ہے۔ قانون پیشہ اصحاب (وکلاء و بیرسٹر) انکے گھر کے ہیں۔ ڈپٹی جج وکیل وغیرہ ان کی غلامی اور حلقہ مریدین میں داخل ہیں۔ اس وقت ہماری طرف سے یہی جواب ہوتا تھا کہ دشمن گو قوی ہست نگہبان قوی تر ہست۔ اگر خدا کو منظور ہے تو دنیا دیکھ لیگی کہ مقابلہ یوں ہوا کرتا ہے چنانچہ آخر ایسا ہی ہوا کہ مخالف کو معلوم ہو گیا کہ

کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا چھیڑ تو بیٹھے تھے لیکن آخیر میں اپنے منہ سے کہتے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ ہم یوں خراب ہوتے ہیں تو مقدمہ بازی کا نام تک نہ لیتے بہرحال یہ تائید ایزدی تھی ورنہ ہم کیا تھے اور ہماری طاقت کیا ہم ایزد متعال کی عنایت اور مہربانی کا شکریہ کسطرح ادا کر سکتے ہیں ؏ اگر ہر موئے من گردد زبانم - ادائے شکر مولیٰ کے توانم اسکے بعد ہم اُن مخلص احباب اعوان اور مہربانوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس نازک وقت میں محض اخوت اسلامی سے ہم سے ہمدردی کی اور حتی الوسع قلبی جانی مالی معاونت سے دریغ نہ فرمایا - جزاہم اللہ خیر الجزا چونکہ فریق مخالف کے جانباز مرید اس موقعہ پر روپیوں کا مینہ برسا رہے تھے اور ہر طرف سے ہزاروں کی تعداد میں انکو روپیہ ادھر ادھر سے ہم دنیا آ رہے تھے اس لئے ہم اپنی اکیلی مالی طاقت سے ان کا مقابلہ کس طرح کر سکتے تھے - لیکن پھر بھی ہم نے کسی صاحب کے سامنے دست سوال دراز ہرگز نہ کیا - اور جو کچھ اپنے پاس تھا اسکو بیدریغ خرچ کرتے رہے - لیکن خدائے کریم نے بعض ہمدردان اسلام کے دلوں میں تحریک پیدا کر دی وہ بدون ہمارے کہنے کے ہماری مدد کرنے لگے - اور حسب طرح سے ہوسکا انہوں نے ہماری معاونت کی ذیل میں چند حضرات کا بالخصوص تذکرہ کر کے باقی تمام اُن حضرات کا جنہوں نے ہم کو ہمدردی فرمائی ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور حقتعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کو جزائے خیر عطا فرما دے +

سلطان راجہ جہانداد خانصاحب سی - آئی ای

راجہ صاحب ممدوح الشان جنکے نام نامی سے اسلامی دنیا عموماً واقف ہے - اور جو بلحاظ حسبی نسبی فضائل کے مستغنی عن التعریف والتوصیف ہیں آپ دنیوی اقتدار کے رُو سے ممتاز زمانہ ہونیکے علاوہ علمی کمالات میں بھی اعلیٰ پایہ رکھتے ہیں خصوصاً علم عربی میں آپکو پوری مہارت حاصل ہے قرآن کریم کے نکات اور معارف بیان کرنے لگیں تو سننے والے کو حیرت میں ڈال دیتے تھے مسلمان رؤسا میں سے مینے علوم عربیہ کا ایسا کوئی فاضل پنجاب میں نہیں دیکھا یہی باعث ہے کہ آپ اہل علم کی قدر کرتے ہیں اور علماء دین کی تعظیم فرماتے ہیں اوائل میں جب مرزاجی نے اپنی چند کتابیں تائید اسلام میں شائع کیں - اور اپنا دعویٰ صرف ملہمیت مجددیت تک محدود رکھا تو راجہ صاحب کو مرزاجی سے حسن ظن تھا اور انہوں نے انکو بہت کچھ مالی امداد بخشی تھی مرزاجی بھی اس زمانہ میں آپکے مداح تھے - اور اپنی چند تصانیف میں انکو ملہم من اللہ مانتے رہے لیکن راجہ صاحب نے جب مرزاجی کا دعویٰ رسالت و نبوت انکی بعض مصنفات میں کھلے طور سے لکھا ہوا دیکھا تو فوراً کہہ اُٹھے انا بری منہ و من معتقدانہ اسوقت سے آپ مرزاجی کے دعاوی سے سخت متنفر ہیں - جناب ممدوح کو ہمارے خاندان سے خاص محبت و شفقت ہے - اور ہم پر ہمیشہ نظر عنایت رکھتے ہیں میرے فاضل بھائی مولانا ابوالفیض مولوی محمد حسن صاحب فیضی مرحوم سے آپکو خاص محبت تھی - اور مرحوم کے کئی ایک عربی فارسی قصائد میں آپکا ذکر خیر پایا جاتا ہے اسوقت مرحوم کے خلف الصدق عزیز مولوی فیض الحسن صاحب

طالعمرہٗ جو دارالعلوم نعمانیہ میں تعلیم پاتے ہیں راجہ صاحب کی طرف سے وقتاً فوقتاً انکو بھی کافی مدد پہنچتی رہتی ہے۔

ممدوح الصدر کیطرف سے ہمیں سب سے بڑھکر مقدمات کے اثنا میں مالی مدد پہنچتی رہی اور نیز آپکے قابلقدر مشوروں سے ہم مستفید ہوتے رہے۔ ہم صاحب ممدوح کا شکریہ ادا کرنیکے لیے کافی الفاظ نہیں پاتے رب العزۃ سے یہی دعا ہے اللھم ابد اقبالہ واحفظ اٰلہ وعیالہ افسوس کہ راجہ صاحب ممدوح کا اب انتقال ہوچکا ہے خدا غریق رحمت فرمائے اور پسماندگان کو با اقبال کرے۔

شکریہ معاونین

جن مسلمان بھائیوں نے اس موقعہ پر اسلامی ہمدردی کے رُو سے ہماری مالی اعانت کی انمیں مسلمانان جہلم و لاہور اور مسلمانان گورداسپور کا نمبر اول ہے ہم ان کا صدق دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں بالخصوص مسلمانان گورداسپور کی ہمدردی و اعانت قابل ذکر ہے۔

مسلمانان گورداسپور

ہم گورداسپور کے مسلمانوں کی مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کرسکتے کہ انھوں نے ہم سے بہت اچھا سلوک کیا اور ہم باوجود مسافرت کے گورداسپور میں وطن سے زیادہ باآرام رہے۔ ابتدا میں جب مقدمات جہلم سے منتقل ہوکر گورداسپور میں گئے تو ہمارے دلوں کو سخت تشویش تھی کہ اسقدر دُور دراز مسافت پر جانا ایک سخت مصیبت ہے اور ہمارے فریق مخالف کو ہر طرح سے وہاں امن و آرام حاصل ہوگا۔ لیکن گورداسپوریوں نے ہم سے وہ حُسن سلوک کیا کہ ہم کو گھر سے بڑھکر وہاں آرام و راحت معلوم ہوتی تھی۔ اور مرزائی پارٹی کو وہاں اسقدر تکالیف کی شکایت تھی کہ الحکم کو اخبار میں لکھنا پڑا کہ مکان تک انکو دقت سے کرایہ پر ملا۔ جناب میر احمد شاہ صاحب وکیل بٹالہ اور شیخ نبی بخش صاحب وکیل گورداسپور نے اسلامی اخوت کا وہ نمونہ دکھایا کہ مدۃ العمر ہمیں یاد رہیگا۔ صاحب مقدم الذکر اپنے خرچ پر گورداسپور میں جاتے رہے اور بلا فیس وغیرہ پیروی کرتے رہے ایسا ہی صاحب موخر الذکر اپنے سب مقدمے چھوڑ کر بلا فیس ہمارے مقدمات میں کئی کئی دن اجلاس عدالت میں گذارتے رہے۔ الغرض دونوں حضرات نے قانون پیشہ اصحاب کے زمرہ میں داخل ہوکر مروّت و احسان کا ایک اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ باوجودیکہ ہم سے کسی قسم کا سابقہ تعارف نہ تھا کسی قسم کی طمع اور فائدہ کی توقع نہ تھی لیکن ہمیں غریب الوطن سمجھ کر صرف للّٰہی ہمدردی دکھائی ہم انکی عنایات کا کسی طرح سے بھی شکریہ ادا نہیں کرسکتے جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ ایک اور صاحب لالہ مولامل صاحب وکیل نے بھی ہماری بہت مدد کی اور صرف برائے نام فیس پر پیروی مقدمات میں انہوں نے کمال سرگرمی دکھلائی خدا انکو خوش رکھے ایک صاحب خواجہ عبدالرحمن صاحب ایجنٹ شیخ علی احمد صاحب وکیل نے جو کچھ ہم سے ہمدردی کی اُسکا شکریہ ہم سے ادا نہیں ہوسکتا۔ ہماری

جماعت کے جسقدر اشخاص ہوتے تھے سب کیلئے کھانا پکانیکی تکلیف اُنکے ذمہ تھی۔ اور چارپائیاں بستر وغیرہ کا سارا انتظام اُنکے سپرد تھا اور بھی کئی تکالیف اُن کے ذمہ تھیں لیکن اس جوانمرد نے اس کام کو ایسی خوبی سے آخیر تک نباہا کہ باید وشاید جزاہ اللہ خیراً۔ خواجہ صاحب کا ایک فرزند رشید خواجہ عبدالحی صاحب جو اس وقت اسلامیہ سکول میں تعلیم پاتا تھا اب تکمیل علوم عربیہ کے بعد جامعہ ملیہ دہلی میں شیخ التفسیر ہے ہم عزیز خواجہ کی ترقی عزت۔ اور ترقی مراتب کے لئے دست بدعا ہیں۔ اللھم زد فزد

اور دو صاحبان مولوی اللہ دتا و علی محمد خیاط سوہل ضلع گورداسپور کی ہمدردی کے بھی ہم شکور ہیں جتنا عرصہ مقدمہ رہا آپ اپنا سب کام چھوڑ کر وہاں ہی رہے اور حتی الوسع ہمارے ممد و معاون بنے رہے راہ خدا تو انکو جزائے خیر عطا فرما

ایک مولویصاحب مولوی عبدالسبحان صاحب ساکن گلیانہ ضلع گجرات جو سانیاں تحصیل بٹالہ میں معلم سادات کرام تھے انکی مہربانیوں کا شکریہ ہم ہرگز ادا نہیں کرسکتے سب کاروبار چھوڑ کر ہمارے ساتھ رہے اور آخیر تک رفاقت کو نباہا ہم عمر بھر میں انکو یاد رکھیں گے۔ جزاہ اللہ رب الجزاء۔ علاوہ ازیں گورداسپور کے تمام ہندو اور مسلمان اصحاب نے ہم سے پوری ہمدردی دکھائی تمام ادنیٰ و اعلیٰ ہمارے خیرخواہ تھے اور سب کے زبان پر یہی دعا تھی کہ خدا تم کو کامیاب کرے اگرچہ وہ زمانہ گذر گیا لیکن گورداسپوریوں کی محبت کا اثر ہمارے دلوں سے کبھی زائل نہ ہوگا۔

ہموطن احباب

دوران مقدمہ میں چند مخلص ہموطن احباب گورداسپور میں میرے رفیق و ہمدم رہے ان میں سے مولانا مولوی غلام محمد صاحب قاضی تحصیل چکوال اور مولوی محمد حسن جی صاحب قاضی تحصیل جہلم بطور گواہان استغاثہ اور مولوی پیر منور شاہ صاحب ساکن نارہ پیراں تحصیل جہلم و مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب ساکن ویالی (سرگودھا) بطور گواہان صفائی طلب کرائے گئے تھے افسوس انیں سے اول الذکر ہر سہ احباب کا انتقال ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ انکی ارواح کو جنت الفردوس میں اپنی نعما وافرہ سے بہرہ یاب فرمائے۔ اور اُنکے پسماندگان کو حوادث دہر سے محفوظ و مصئون رکھے۔

مولوی غلام محی الدین صاحب ویالوی جو میرے محرم راز دوست ہیں اور یہ دوبارہ تصنیف اُن ہی کے اصرار سے اشاعت پذیر ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ انکو ہمیشہ خوش و خرم رکھے آپکو علمی کتابوں سے خاص شغف ہے اور مطبوعات جدیدہ سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اخبارات و رسائل کے عاشق ہیں غرض انکا کتب خانہ قابل دید گویا ایک خاصہ لائبریری ہے۔

افسوس کہ آپکی معہ اپنے معزز بھائی صوبیدار فضل الدین صاحب کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے البتہ برخوردار مولوی فضل کریم مدرس لوئر مڈل سکول سرگودھا کے گھر میں خدا تعالیٰ نے مولود مسعود بخشا ہے خدا اسکو عمر خضر عطا فرمائے اب حکیم صاحب اور تمام گھر والوں کی امیدیں اسی نور نظر سے وابستہ ہیں اللھم احفظ من بلیات الزمن وحوادث الفتن

توجہ مشائخ کرام

ہمارے اصلی معین و مددگار ہمارے حضرات مشائخ عظام تھے حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف کی خاص توجہ ہمارے شامل حال تھی اور آپ ہی کی دعا برکت سے ہمارے جملہ مراحل کامیابی سے طے ہوتے رہے ابتدا میں جب مقدمات شروع ہوئے تو میں حضرت والا کی خدمت میں باریاب ہوا اور عرض کی کہ اب دعا کا وقت ہے دوسری طرف سے ہر قسم کے منصوبے قائم ہو رہے ہیں اور اُدھر مرزا جی کو یہ بھی دعویٰ ہے کہ انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور ان کے مخالف تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس بات سے تم بالکل بے فکر رہو انشاء اللہ تعالیٰ تم کامیاب ہو گے اور مرزا جسقدر زور خرچ کرے اس مقابلہ میں ہزیمت ہی اٹھائیگا۔ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک معرکہ رہے ایک خاص وقت دعا کیلئے مخصوص رہیگا اور حقتعالیٰ سے نصرت و کامیابی کی دعا کی جایا کریگی چنانچہ ایسا ہی ہوا ایسے ایسے مشکل معرکے پیش آئے کہ ہر طرح سے مایوسی کا سامنا نظر آتا تھا لیکن حضرت پیر چشتی مدظلہ کی کرامت اپنا ایسا کرشمہ دکھاتی تھی کہ عقل حیران رہجاتی تھی جسوقت مرزا کی جماعت کے بعض اشخاص حضرت والا کی اطلاعیابی سمن شہادت پر کرا کر لیگئے تھے مرزائی اُچھلتے کودتے پھرتے تھے کہ دیکھو پیر گولڑوی عدالت میں حاضر ہونے سے کسطرح بچ سکتا ہے لیکن آپ کو خدا نے حاضری عدالت کی تکلیف سے بالکل محفوظ رکھا حالانکہ مرزائیوں نے اسکے متعلق ناخنوں تک زور لگا لیا تھا یہ پیر چشتی کی ایک روشن کرامت نہیں ہے ایسا ہی دیگر مراتب میں بھی مرزائی جماعت کو ناکامی حاصل ہوتی رہی ہم حضرت اقدس پیر صاحب مدظلہ کی اس باطنی توجہ کے کمال مشکور ہیں اور دعا ہے کہ ایزد تعالیٰ آپ کے ظل فیض کو دیر تک ممدود رکھے۔ ایک دوسرے حضرت اہل کمال جناب مولانا مولوی فتح محمد صاحب ساکن جنڈی شریف ضلع گورداسپور تھے۔ (جنکا افسوس کہ اب انتقال ہو گیا ہے) آپ فی الواقعہ ایک خدا رسیدہ اہل باطن کامل بزرگ تھے آپ کی صحبت سے ایسی لذت اور حظ حاصل ہوتا تھا کہ تمام لذات دُنیوی اسکے مقابلہ میں ہیچ ہیں آپ علاوہ ظاہری علوم میں متبحر ہونیکے باطنی علوم (تصوف سلوک) کے ایک دریا تھے ایسے ایسے نکات اور معارف بیان فرماتے تھے کہ سُنکر دل کو وجد ہوتا تھا۔ گورداسپور کے نواح کے لوگ تو آپکی ذات والا پر فدا تھے۔ اور بھی دور دراز اضلاع سے لوگ کثرت سے آکر آپ کے فیض سے مستفید ہوتے تھے آپکو ہمارے حال پر خاص توجہ تھی۔ اور ہمیشہ دعا فرماتے تھے آپکی طرف سے ہمیں مالی امداد بھی معقول ملتی رہی خدا حضرت مغفور کو غریق بحر رحمت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو برکت کثیر بخشے اسوقت آپ کے جانشین خلیفہ مولوی محمد شاہ صاحب ہیں جو بہت بابرکت بزرگ ہیں

ایک مجذوب فقیر

جن دنوں چیف کورٹ (لاہور) میں درخواستہائے انتقال مقدمات جانبین سے گذری ہوئی تھیں مرزائیوں کی

درخواست تھی کہ مقدمات گورداسپور میں ہوں اور ہماری درخواست تھی کہ جہلم میں ہوں اتفاقاً انارکلی میں مجھے ایک مجذوب فقیر مل گئے جن کے بدن کے کپڑے میلے کچیلے پھٹے پرانے اور سر کے بال بکھرے ہوئے تھے مجھ سے السلام علیکم کہکر پوچھنے لگے کہ جوان تم کون ہو کہاں کے رہنے والے یہاں کیا کام ہے چونکہ میں متفکر تھا دوسرے روز چیف کورٹ میں پیشی تھی کچھ سادہ جواب دیکر ٹالنا چاہا کہ فقیر ہی جہلم کا رہنے والا ہوں یہاں کچھ اپنا کام ہے۔ فرمانے لگے کام ہے ہم سے چھپاتے ہو تمہارا قادیانی سے مقدمہ ہے چیف کورٹ میں تمہاری درخواستیں ہیں تم چاہتے ہو کہ مقدمہ جہلم میں ہو وہ چاہتے ہیں گورداسپور میں ہو تمہاری درخواست نامنظور ہوگی۔ اور مقدمات گورداسپور میں ہونگے۔ خدا کو منظور ہے کہ مفتری علی اللہ کو اس کے گھر میں ذلیل کیا جائے۔ یاد رکھو آخر کار تم کامیاب ہوگے اسکو ذلت بعد ذلت ہوگی اسوقت تمام اہل اللہ تمہارے لئے دست بدعا ہیں یہ تمہارا اور مرزا کا مقابلہ نہیں بلکہ یہ اسلام وکفر کا مقابلہ ہے۔ دیکھو مرزا نہ نبی ہے نہ مہدی نہ مجدد نہ ولی۔ نبی کی تو یہ شان تھی کہ وہ ایک چٹائی پر سوتا تھا اور اسکی بیوی دوسری چٹائی پر۔ مرزا کی بیوی سیکنڈ اور فسٹ کلاس ریلوے میں سفر کرتی ہے۔ سونے کے خلخال پہنتی ہے یہ دنیا طلبوں کا کام ہے۔ نبی اللہ کو یہ طاقت بخشی جاتی ہے۔ کہ زمین وآسمان اسکا کہنا مانتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو کہا پھٹ جا۔ پھٹ گیا۔ پھر جب اس میں فرعون داخل ہوا تو کہا مل جا ایسا ہی ہوا۔ دشمن تباہ اور نبی اللہ مع اپنے رفقاء کے صحیح وسلامت پار ہوگیا۔ مرزا کو طاقت ہو تو تمہارے دل پر قابو حاصل کرے اس وقت وہ سخت تکلیف میں ہے۔

یہ بھی خیال مت کرو کہ وہ مہدی ہے مہدی علیہ السلام جب آئینگے تو پہلے انکی آمد کی اطلاع اہل اللہ کو دیجائیگی وہ سب اُن کے ساتھ ہو لینگے۔ حفاظ وعلماء ان کے حلقہ میں ہونگے۔ تم دیکھتے ہو سوائے نورالدین کے اسکے ساتھ کون ہے مرزا بھی دنیا کا کیڑا اور نورالدین بھی۔ تمام اہل باطن اور علماء اسلام مرزا کے دعاوی کے مخالف ہیں خبردار گھبرانا مت۔ تائید الٰہی تمہارے شامل حال رہیگی تم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ مخالف طرح طرح کی مصائب میں مبتلا ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔ اس اثنا میں مجھے کبھی سر درد تک کا عارضہ لاحق نہ ہوا۔ مرزا جی غش کھا کر کچہری میں گرے فضلدین چارپائی پر اٹھا کر کچہری میں لایا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مذکورہ بالا واقعات تو جناب میرزائی قادیان کے دور حیات کے ہیں۔ ناانصافی ہوگی اگر ہم اپنے دوست کے حالات وفات سے ناظرین کو محروم رکھیں اسلئے آپ کی وفات کے متعلق بھی کسی قدر خامہ فرسائی کی جاتی ہے۔

وفات مرزا

ہر چند مرزا صاحب دوسروں کی وفات کی خبریں سُنکر خوش ہوتے اور اپنے کسی مخالف شخص کی مرگ سے

اپنے نشانات اور پیشگوئیوں کے نمبرات میں اضافہ فرمایا کرتے تھے مگر آخر کار بحکم کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ایک دن وہ بھی آ پہنچا کہ بڑے بڑے دعاوی کے مدعی (مرزا جی) عین ایام غربت میں دار الامان قادیاں سے دور فاصلہ (شہر لاہور) میں ایک مہلک بیماری کالرا میں مبتلا ہو کر بہت ہی جلدی شکار نہنگ اجل ہو گئے۔ کسی شخص کی نیکی یا بدی یا اسکی بزرگی وغیرہ کا ثبوت اسکی وفات کے بعد بھلی یا بری شہرت سے ملتا ہے۔ جو نیک ہوتے ہیں زبان خلق پر اُنکی نیک شہادت ہوتی ہے مقدس نفوس کی وفات کے بعد ان کی میت کی خاص عزت اور احترام ہوتی ہے جس طرح زندگی میں اُن سے فیض حاصل کرنے کیلئے مخلوق خدا حاضر ہو کر اُن کے قدموں پر گرتی ہے۔ اُن کی وفات پر ان کی میت کی زیارت کے لئے خلق خدا اطراف واکناف سے ٹوٹ پڑتی ہے اُن کے جنازہ میں شمولیت باعث سعادت سمجھی جاتی ہے اور ہر ایک زبان پر ان کا ذکر خیر جاری ہوتا ہے اور ہر ایک آنکھ ان کے غم میں خون کے آنسو بہاتی ہے۔

چند مقدسؔ نفوس

اس کے ثبوت کے لئے چند ایک مقدس ہستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کی وفات کے بعد اُن کے جنازہ کی عزت اور میت کا احترام کیا گیا۔

(۱) امام طاؤس (تابعی) کا جب جنازہ اٹھایا گیا تو آدمیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ جنازہ کسی طرح نہ نکل سکتا تھا آخر حاکم وقت نے فوج بھیجی اور اُسکے اہتمام سے جنازہ نکلا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن حسنؓ کے جنازے کو جو لوگ اٹھانے ہوئے تھے اژدحام خلق کی وجہ سے انکا لباس پارہ پارہ ہو گیا۔

(۳) حضرت امام الحرمین نے جب وفات پائی تو تمام شہر نیشاپور کے بازار اُن کے ماتم میں بند ہو گئے اور جامع مسجد کا ممبر جس پر بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے توڑ دیا گیا۔

(۴) امام ابو جعفر طبری کی قبر پر کئی مہینے تک شب و روز نماز جنازہ پڑھی گئی

(۵) امام ابن داؤد کے جنازہ کی نماز اسی دفعہ پڑھی گئی کل نمازیوں کا تخمینہ لگایا گیا تو تین لاکھ ہوا

(۶) امام اعظم رح کے جنازہ کی نماز بعد دفن بیس روز تک ہوتی رہی۔

(۷) امام احمد حنبل رح کے جنازہ پر قدرتی پرندوں نے سایہ کیا ہوا تھا جسکو دیکھ کر ہزاروں یہودی مسلمان ہو گئے تھے۔

(۸) مولانا مولوی غلام قادر صاحب مرحوم کا جنازہ جب شہر لاہور میں اٹھایا گیا تو ہجوم خلائق اسقدر

تھا کہ نماز جنازہ باہر پریڈ میں پڑھی گئی۔ کارخانوں کے مزدوروں نے اس روز مزدوری موقوف کر کے شمولیت جنازہ کی۔

(۹) غازی علم الدین شہید کا جنازہ ایک لاکھ نفوس نے پڑھا۔ بڑے بڑے معتقد رلیڈر بلیڈر رسٹر وغیرہ شریک جنازہ ہوئے۔

(۱۰) عاشقان رسول میاں امیر احمد اور خان عبداللہ خان کے جنازہ میں باوجود اطلاع عام نہ ہونے کے قریباً پچاس ہزار نفوس شامل ہوئے۔

(۱۱) مولانا محمد علی مرحوم کی وفات ملک انگلستان دار الکفر میں ہوئی اُن کی میت کا کس قدر احترام ہُوا کس کس اہتمام و احتیاط سے کس پاک جگہ (بیت المقدس) میں پہنچا کر دفن کی گئی جس کے تقدس و تبرک پر آیت قرآن بارکنا حولہ گواہ ہے۔ بیت المقدس میں میت کی آمد پر جو استقبال ہوا اخبار بین حضرات اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ سول و ملٹری کے معزز افسران میت کی اردل میں تھے۔ ہجوم خلائق کے باعث شانہ سے شانہ چھلتا تھا غرض کہ جنازہ کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جا سکا۔

مرزا صاحب کا جنازہ

اب ہم مرزا صاحب کے بعد از وفات حالات پر نظر ڈالتے ہیں آپ کی موت وطن سے بہت دور اس وقت ہوئی جب مقابلہ کے لئے آپ کے مخالف علماء آپ کو چیلنج کر رہے تھے اور میدان میں نکلنے کی پُرزور دعوت دی جا رہی تھی۔ یکایک آپ ایک موذی مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر راہیٔ عالم جاودانی ہو گئے۔ شہر کا جنازہ ڈیڑھ درجن سے زائد نہ تھے عوام الناس نقلیں اُتار کر مرنے والے کی تضحیک کا نظارہ کر رہے تھے پھر آپ کی نعش کو کس مپرسی کی حالت میں خرِ دجال (ریلگاڑی) پر لاد کر قادیاں میں پہنچایا گیا۔ افسوس مرنے والا بہت سی حسرتیں دل میں لیکر لحد میں جا سویا۔ ابھی تو دولہا بننا تھا محمدی بیگم بیاہ لانی تھی۔ بڈھے میاں اپنے پیارے صنم کو خوش نصیب رقیب (مرزا سلطان محمد) کے ہاتھ میں چھوڑ کر دنیا سے چل بسے ہیہات ثم ہیہات

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہو رقیب جدا ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

مفصل حالات وفات کے متعلق ذیل میں چند مضامین نثر و نظم سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۷ جون و یکم ستمبر ۱۹۰۸ء سے درج کیے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کی ناگہانی موت

ہائے مرزا قادیانی مر گیا تہلکہ مرزائیوں میں ہے پڑا

سرنگوں ہے آج مینار المسیح — قادیاں دار الحزن اب ہے بنا
دشمنوں کی موت پر ہنستے تھے کل — آج اپنے گھر میں ہے ماتم بپا
کل شیٔ ھالک الا وجہہ — دوستو انسان کی ہستی ہے کیا

افسوس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدویت و مسیحیت اور نبوت و رسالت کے دعویدار جو ان دنوں اپنے آرامگاہ (قادیان) سے نکل کر شہر لاہور میں اقامت پذیر تھے اور بڑے زور و شور سے لکچروں اور وعظوں کے جلسے منا رہے تھے یکایک ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز سہ شنبہ مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر دن کے دس بجے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (لاہور سے ایک نامہ نگار اطلاع دیتے ہیں پانچ بجے آپ کا جنازہ پولیس کی حفاظت میں اسٹیشن ریلوے پر پہنچایا گیا اور اسوقت صرف پچیس تیس آدمی جنازہ کیساتھ تھے۔ انکی نعش قادیان پہنچائی گئی۔ اللہ اکبر اس واقعہ عبرت افزا سے دنیا ناپائدار کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے مرزاجی تو کس دھن میں اپنی لن ترانیوں میں لگے ہوئے علماء دنیا کو گھور رہے اور انکو موت کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ کہ ناگاہ اجل نے انکو خود ہی آدبوچا۔ ع ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال۔ کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال۔ آن کی آن میں کام تمام ہو گیا مرزاجی کی موت کا عبرتناک نظارہ اس قابل ہے کہ اہل بصیرت اسکی طرف آنکھ کھولکر دیکھیں وہ انسان جو بہت بڑے دعاوی رسالت و نبوت بلکہ الوہیت کا مدعی تھا جو کہتا تھا کہ خدا نے مجھے پکار کر کہدیا ہے کہ انا معک فی کل موطن (بدر ۲۲ جنوری ۱۹۰۸ء) انی انا الرحمن ادفع عنک السوء الاقدار (بدر ۷ جنوری ۱۹۰۸ء) یعنی میں (خدا) ہر موقع میں تیرے ساتھ ہوں (۲) میں رحمان تیری طرف سے بڑی مقدر کو پھیر دونگا ایسی بیکسی اور بے بسی کیحالت میں جان دیکر اپنے ان تمام الہاماتکو جھوٹا کر کے اگلے جہان کو چلدیا۔ نہ تو الہام کنندہ نے رد تقدیر کیا نہ حاذق حکیم اور ڈاکٹر راسخ مرید جو ہر وقت آپکے ساتھ تھے کچھ مدد کر سکے نہ نشان مسیحیت نے ہی کچھ شفا بخشی نہ کئی لاکھ مرید اس اڑے وقت میں کچھ حمایت کر سکے۔ آخر موت کا پیالہ پینا پڑا اور موت بھی وہ جسکی نسبت آپ مدتوں سے الہام سنا رہے تھے کہ ایسی بیماریوں سے میں بالکل محفوظ رہتا ہے کیونکہ ایسی موت کسی نبی صدیق ولی کے پاس تک نہیں آسکتی (دیکھو بدر ۲ مئی ۱۹۰۸ء) طرفہ یہ کہ آپ بڑی تحدی سے پیشگوئیاں کر رہے اور الہام سنا رہے تھے کہ جبتک میرے تمام دشمن میری آنکھوں کے سامنے مر نہ جائیں میں نہیں مرونگا ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب نے ۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو پیشگوئی کی تھی کہ مرزا چودہ ماہ تک مر جائیگا اور مرزاجی نے اشتہار تبصرہ میں کھلے طور پر اعلان کر دیا تھا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ اسکے برعکس عبد الحکیم نے ہماری آنکھوں کے سامنے مرنا ہے۔ اور ہماری عظیم الشان پیشگوئی پوری ہونی ہے لیکن چونکہ یہ ساری باتیں الکل پچو تھیں اور مستجاب اللہ نہ تھیں سب بیکار گئیں جیسا کہ عبد الحکیم نے الہی تفہیم سے پیشگوئی کی تھی وہ حرف بحرف پوری ہو کر کل فرعون موسیٰ کے مضمون کو ثابت کر گئی۔ اور مرزاجی کے دعاوی مستجاب اللہ نہ ہونے پر ظاہر ہو گئی جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ مرزاجی ہر چند اپنی زندگی میں اسبات کے مدعی تھے کہ آپ دین اسلام کی حمایت اور مخالف ادیان کے قلع قمع

کیلئے مبعوث ہوئے ہیں لیکن دین اسلام کو آپکے وجود مسعود سے کچھ فائدہ نہ پہنچا مخالف ادیان کے لوگوں کو اسلام سے مشرف کرنا تو بجائے خود
رہا آپنے کروڑہا مسلمانان روئے زمین کو جو آپکی رسالت کا کلمہ نہ پڑہیں اسلام سے خارج کر دیا اور کافر کہدیا اور اسبات پر اپنی موت
سے پہلے تین چار روز بھی جب مسٹر فضل حسین بیرسٹر ہوئے اسبارہ میں آپسے گفتگو کی بضد قائم رہے تفرقہ ایسا پھیلایا
کہ بھائی کو بھائی سے باپ کو بیٹا سے الگ کر دیا اپنی جماعت کے آدمیوں کو مسجدوں میں جا کر باقی مسلمانوں کیساتھ جماعت نماز
میں شامل ہونے سے روکا بلکہ ایک دوسرے کو السلام علیک کہنے سے بھی روکدیا۔ حج و زکوٰۃ کی ادائیگی آپکے ملنے والوں سے قطعی چھوٹ
گئی سفر نماز میں تخفیف دو تین کوس جانے سے بھی قصر نماز اور افطار روزہ کی اجازت عام تھی اور ذکر و اذکار مجاہدات و ریاضت
کثرت عبادت کے تمام طریقے جو سلف صالحین میں زمانہ نبوت سے شروع ہو کر آجکل چلے آتے تھے بدعت ضلالت میں داخل ہونے
کا حکم دیا گیا تھا فخر و تعلی کا یہ حال تھا کہ خود کو حضرت علیؓ اور امام حسن و حسینؓ سے افضل سمجھتے تھے۔ عموماً مرزائی اخبارات میں ایسے
کلمات آپکی طرف سے ہمیشہ شائع ہوا کرتے تھے۔ کہ ایک تم میں ہے جو حسین سے بہتر ہے اور کہ صد حسین است در گریبانم حالانکہ
آجتک امت محمدیہ میں سے کسی بزرگ اسلام کو ایسا کہنے کی جرأت نہ ہوئی تھی یہانتک ہی بس نہ تھی بلکہ حضرت عیسیٰ سے بھی افضلیت
کا ادعا تھا اور پکار کر کہتے تھے ؎ اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم اور کہ ؎ ابن مریم کے ذکر
کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ مرزا جی کے دعاوی شرک جلی کے اعلےٰ تک پہنچ چکے تھے اور کہتا تھا کہ زمین و آسمان
میرے تابع ایسے ہیں جیسے خدا کے تابع۔ اور کہ میں خدا سے ہوں اور خدا مجھ سے اور میں خدا کی اولاد کے جا بجا ہوں وقس علیٰ ذلک
حالانکہ قرآن کریم نے ایسی باتوں کی بزور تردید کر دی ہوئی تھی جب جیسے دعاوی زبردست تھے ایسا ہی مرزا جی کا خاتمہ بھی ذلت کے
طور پر ہوا۔ دار الامن (قادیان) سے جلاوطن ہو کر دار غربت لاہور میں داعی اجل کو لبیک کہا ہیضہ کی موت (جسکو کتے
کی موت سے تعبیر کیا کرتے تھے) سے مرنا ڈاکٹروں حکیموں کی تدابیر کا خاک میں ملجانا علماء کرام کا بار بار دعوت مناظرہ دینا
پانچہزار روپیہ بھی پیش کرنا مرزا کا میدان میں نہ نکلنا حضرت حاجی صوفی سید جماعت علیشاہ صاحب دام برکاتہم کا
ہزارہا آدمیوں کے روبرو شاہی مسجد میں پیشگوئی کرنا کہ مرزا بہت جلدی عذاب سے ہلاک ہوگا اور اسکے بعد چار دن کو تمام مخالف
علماء کی موجودگی پر ہی یوں نالہ کھانی ہلاکت در غذا بدہ بیماری میں مبتلا ہو کر مر جانا یہ ایسے واقعات ہیں جو مرنیوالے کے برخلاف
زبردست اس امر کا پیش کر رہے ہیں کہ وہ مفتری علی اللہ تھا۔ اُسنے دانستہ خدا پر جھوٹ باندھا۔ اور اسکی سزا میں یہ واقعات
اسکو پیش آئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار مرزا جی کے وہ دعوے اب کہاں ہیں کہ محمدی بیگم ضرور میرے نکاح میں آئیگی کیونکہ میرا
اسکا آسمان پر نکاح ہو چکا ہے اور یہ ایسی اٹل پیشگوئی ہے کہ زمین و آسمان ٹل جائیں اور یہ نہ ٹلے اور کہ مولوی محمد حسین ضرور
ضرور میری زندگی میں میرا مرید بنجائیگا۔ اور کہ مولوی ثناء اللہ جو میرے برخلاف لکھا کرتا ہے میری زندگی میں مر جائیگا۔ وغیرہ وغیرہ
مرنیوالا تو اب ان تمام باتوں کی جوابدہی سے عاجز ہو کر لحد میں جا سویا ہے کیا اسکا کوئی حواری اب جوابدہی کی جرأت کر
سکتا ہے ہمارے خیال میں جوابدہی تو قیامت تک بھی محال ہے اب مرزائی دوستوں سے ہم بادب کہتے ہیں کہ اب ہو چکی نماز مصلےٰ اٹھائیے

دیر کرنیکا اب موقعہ نہیں مرزائی دعاوی سے تائب ہو کر جلدی اسلام قدیم کا دامن پکڑ لیں۔ والحق احق بالاتباع

تاریخ وفات میرزا غلام احمد قادیانی

ہائے ظالم موت تو نے کیا کیا
راحت و آرام جس سے کھو گیا
جو کیا کرتے تھے بس دعوے بڑے
جو کہا کرتا تھا میں ہی ہوں خدا
ویسے ہی نمرود اور شداد کو
چھوڑ کر دنیائے فانی چل بسا
ہائے یعنی قادیاں کا وہ رسول
زور بازو سے تھا حاصل کر چکا
جسکی اب ادنی سی خفگی پر جہان
ہو گئی عالم میں اک محشر بپا
کہتے ہیں اب تو حواری ہائے ہائے
آ گیا لاہور میں بنکر قضا
چل بسا تو خود تو دنیا سے لیک
اور مانا تجھ کو اپنا مقتدا
تو کرشن اور مہدی اور مسیح
ہم نے آمنّا و صدّقنا کہا
اب مخالف کہتے ہیں سارے ہیں
جھوٹ نکلا آخرش دعویٰ تیرا
وہ نشان غضب رب عالم کہ اب
آج تک لیکن نہیں پیدا ہوا
گردش قسمت سوا ای جانِ جہان
نوجوانی کب بڑھاپے میں عطا

آن کی اک آن میں کیا غم دیا
صد ہزاران بندگان دہر کو
اب کہیں ان کا نہیں ملتا پتا
آخرش ہیضہ سے اے ظالم تیرے
تو نے چپکے دم کے دم میں آ لیا
کر دیا اے موت تو نے کام وہ
جس کا تھا شہرہ جہاں میں مچ رہا
جس کی سچائی میں تھا لا کھوں نشاں
مبتلائے رنج طاعون ہو گیا
تیرے پنجے میں پھنسا ایسا کہ وہ
ہم پہ کیا قہر خدا نازل ہوا
جو ہمارے میرزا کی روح کو
ہم ہیں رنج و غم میں تیری مبتلا
ہم نے مانے آپ کے الہام سب
آ گیا دنیا میں بنکر رہنما
تیرے مرنے پر جو رسوا ہم ہوئے
پیشوا وہ اب ہمارا کیا ہوا
کر رہی دنیا ہے جن پر اعتراض
جس کی پیدائش کا اک الہام تھا
وہ نکاح آسمانی دلپذیر
یہ تیرا ارمان دل میں ہی رہا
ہے مبارک کا کہاں نعم البدل

بیٹھے بٹھلائے یہ کیا صدمہ دیا
خاک میں پامال تو نے کر دیا
بادشاہِ مصر وہ فرعون بھی
وقت آنے پر نہ ہرگز بچ سکا
آہ وہ ہامان با سامان بھی
جس کا تھا تجھ کو ہمیشہ سے مزا
جو کہ منصب تھا مہدی اور مسیح
آسماں صبح و مسا دکھلا رہا
زلزلوں کی اسقدر کثرت ہوئی
تا قیامت ہو نہیں سکتا رہا
یہ بلائے ناگہانی کا اثر
لیکے سوئے عالم برزخ اڑا
ہم نے جانا قادیاں دار الامان
اور تیقن تیری باتوں پر کیا
کہدیا جو کچھ کہ تو نے الغرض
اسکو یا ہم جانتے ہیں یا خدا
ہو گئے الہام جھوٹے آپ کے
ایک بھی جن میں نہیں سچا ہوا
دیر تک ہم منتظر اس کے رہے
جس کا سہرا تم نے باندھا بر سما
میرزا اور میرزائی کو ہدیٰ۔
تبصرہ میں ذکر ہے جسکا لکھا

عمر اسّی سال تیری کب ہوئی
سچ کہو تم ہی کہ کب وہ بچ رہا
تیرے کپڑوں سے ہیں ڈھونڈیں کتنے
دن بدن ہی جوش انکا بڑھ رہا
لے گیا میدانِ بازی ڈاکٹر
کرتے ہیں گو عقل سوزی وانما
بن گیا دار الاماں دار الحزن
سرنگوں باد مخالف سے ہوا
اے مسیحا ایک دم کے واسطے
آتش غم سے ہے دل جلتا مرا
چھوڑئے ابدل نہ کر شور و شغب
اور مہینہ ربیع الثانی کا تھا

کب زلازل آئے یہاں محشر نما
تو نے کب تکمیل کی مینار کی
بادشاہاں نے جہاں نے کب بھلا
چھوڑتا پیچھا نہیں امرتسری
ہم رہے پڑھتے تیرا وہ تبصرا
قادیاں مشہور تھا دار الامان
چل گئی کیسی الہی یہ ہوا
ہے غرض گرداب میں کشتی قوم
حال دیکھو اس دل بیمار کا
رات دن بیتاب ہی جان حزین
کر بیان اب اصل اپنا مدعا
گردش گردوں زدوں سے دوستو

بچ رہیگا قادیاں طاعون سے
خرچ جسپر تھا ہزاروں تک ہوا
ہیں مخالف جاگتے جیتے تمام
منہ دکھا سکتے نہیں اسکو ذرا
بن نہیں پڑتی مقابل غیر کے
چلتی تھی یہاں شادمانی کی ہوا
بوستان قادیاں کا ہر شجر
اسکو اب اے ناخدا لینا بچا
حرقت فرقت سے سینہ چاک ہوں
بیکلی دل میں ہے ہر دم حسرتا
چاند کی چوبیسویں منگل کا دن
جب چراغ قادیاں گل ہو گیا

فکر سال فوت جب مجھکو ہوئی — ہاتف غیبی نے فوراً کہہ دیا
سال رحلت کو کرے پورا وکیل — صادق وکاذب کا بس جھگڑا چکا

۲۶ ۵ ۱۳

راقم - چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی (

اب کتاب ختم ہے امید ہے کہ ناظرین اس سے سبق عبرت حاصل کرکے اس کھلے گمراہ فرقے سے مجتنب رہکر سواد اعظم مسلمانوں کی بڑی جماعت کا ساتھ نہ چھوڑینگے - یہی اہل حق ہیں قیامت تک غالب رہینگے - الا ان حزب اللہ ھم الغلبون - والسلام

راقم خاکسار ابو الفضل محمد کرم الدین عفا عنہ دبیر

متوطن بھیں ضلع جہلم

اپریل ۱۹۳۲ء

قدرت سے تیری مولا حیرت میں ہے خدائی ‌‌ جلوے ہیں نت نرالے واہ شان کبریائی
ہے کون جو کہ تجھ بن عظمت کی لاف مارے ‌‌ جس نے کیا ہے دعوے اسنے ہے منہ کی کھائی
کس زور سے تھے نکلے میداں میں میرزائی ‌‌ کہتے تھے کوئی دم میں کر دینگے سب صفائی
ٹھہرے مقابلہ میں طاقت بھلا ہے کس کی ‌‌ کر دیں تمام پل میں جبر کریں چڑھائی
چھیڑا مقدمہ کا یہہ سلسلہ اونہوں نے ‌‌ سمجھے کہ اس سے حاصل ہوگی بہت بڑائی
بس ایک دو ہی دن ہیں میدان جیت لینگے ‌‌ مچ جائیگی جہاں میں اک فتح کی دوہائی
لیکن نہ جانتے تھے منظور ہے خدا کو ‌‌ دکھلائے اپنی قدرت تا دیکھے خدائی
بخشی حریف کو پس اللہ نے استقامت ‌‌ میداں میں شیر غرّاں دینے لگا دکھائی
پس منہ کو دیکھ اسکے مرزائی تھرتھرائے ‌‌ کہنے لگے کہ آفت سر پر ہے کیا یہ آئی
سمجھے تھے اک تماشا برپا ہوئی ہے آفت ‌‌ مشکل ہے اس بلا سے بنتی ہمیں رہائی
ہر مرحلہ میں غالب اسکو کیا خدا نے ‌‌ مرزائیوں کی شوخی مٹی میں سب ملائی
رسوائی سخت آخر مرزا کو ہوئی حاصل ‌‌ دو سال پورے ذلّت حضرت نے بس اٹھائی
دارالاماں سے نکلے اہل و عیال لے کر ‌‌ گورداسپور میں جا کر تھی بوریا بچھائی
ہر روزہ حاضری کی بھگتے سزا بہت دن ‌‌ ہر قسم کی مصیبت حضرت کے سر پہ آئی
کرسی کے مدّعی کو دن بھر کھڑا ہی رہنا ‌‌ با پیری و ضعیفی عبرت بڑی تھی بھائی
جرمانہ پانچ سو یا چھ ماہہ قید کی پھر ‌‌ آخر سزا جو ہوئی ذلّت تھی انتہائی
دعوے تھا یہ کہ لگنا چارج ہی ہے سزا بس ‌‌ بعد اسکے کالعدم ہے ہو بھی اگر رہائی
ہوتی ہے وہ بریّت جو فرد سے ہو پہلے ‌‌ تریاق میں لکھا ہے پڑھ دیکھیں میرزائی
اور یاں تو فرد لگ کر تھی ملچکی سزا بھی ‌‌ پھر دعوے بریّت کرنا نہیں بھلائی
گرچہ اپیل منظور آخر کو ہو گیا ہے ‌‌ حضرت کی اس سے ہوتی ہرگز نہیں صفائی
عبرت کا سبق ہے یہ اے بھائیو نرالا ‌‌ قدرت کا ہے کرشمہ یہ ساری کارروائی
افراط سیم و زر پر تھا اک طرف بھروسہ ‌‌ اور کثرت جماعت کی تھی مچی دوہائی
اور اک طرف توکل پر ناو چل رہی تھی ‌‌ میداں میں ایک تنہا تھا لڑ رہا سپاہی
مرزا جی کر رہے تھے الہامی گولہ باری ‌‌ ناکارہ گرچہ نکلی بس توپ میرزائی
تھی دوسری طرف کو امداد پیر چشتی ‌‌ اور ڈہا رہی غضب تھی کیا سیف چشتیائی
آخر شکست کھائی مرزائیوں نے بھاری ‌‌ میداں میں چشتیوں نے فتح عظیم پائی
مجموعہ ہے عجب یہ پڑھ کر تو دیکھو اسکو ‌‌ اسرار ہوں گے ظاہر کھلجائے گی سچائی

وَفِّقْ لَنَا اِلٰهِی بِالْخَیْرِ کُلَّ آنٍ
وَاحْفَظْ لَنَا وَاَمَّا عَنْ شَرِّ نَفْسِی الْغَوٰی